کتاب گھر
ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

خطباتُ الرشید

جلد ہشتم

مواعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: خطبات الرشید جلد ۸

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰
فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

ملنے کے پتے

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشیدُ

جلد ہشتم

عرض ناشر

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا جس شخص نے حضرت والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جو اب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی زندگیاں پُر سکون ہو گئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین و سکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرت والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کی ان مواعظ کو یک جا کتابی شکل میں منظّم کر دیا جائے تا کہ ان سے فائدہ اٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ''خطبات الرشید'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی جلد ہشتم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

خادم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

لیلۃ القدر ۷۷

عنوان	صفحہ

''مراقبہ موت'' ۱۲۹

عنوان	صفحہ

''منافق مسلمان'' ۲۳۵

عنوان	صفحہ

ملا کا رزق ۲۵۷

عنوان	صفحہ

منکراتِ محرم ۲۷۹

عنوان	صفحہ

مرض وموت ۲۹۳

عنوان	صفحہ

مسلم خوابیدہ ۳۲۹

لڑکی اور چار دیواری

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: لڑکی اور چار دیواری

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: صفر ۱۴۲۳ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

لڑکی اور چار دیواری

(ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿الھکم التکاثر o حتی زرتم المقابر o کلا سوف تعلمون o ثم کلا سوف تعلمون o کلا لو تعلمون علم الیقین o لترون الجحیم o ثم لترونھا عین الیقین o ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم o﴾ (سورۃ التکاثر)

لڑکی کے لئے ضروری تعلیم:

لڑکیوں کے لئے تعلیم اتنی کافی ہے کہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ صحیح پڑھیں اور دینی کتابوں میں بہشتی زیور خوب اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لیں اس سے زائد تعلیم کی ضرورت نہیں بس اس قدر کافی ہے کہ معمولی طور پر اردو لکھنا پڑھنا سیکھ لیں اردو پڑھانے سے مقصد صرف اسلامی تعلیم ہو کہ لکھنے پڑھنے کے بعد لڑکیاں ایسی دینی کتابیں مطالعہ میں رکھیں جو دل کو بنانے والی آخرت کی فکر پیدا کرنے والی اور دل سے دنیا کی محبت نکالنے والی ہوں۔ اس کے بعد والدین کے ذمہ یہ ہے کہ مستند عام فہم دینی کتابیں بچیوں کو مہیا کریں، گھروں میں فحش رسائل اور اخباروں کی بجائے دینی مسائل اور فکر آخرت پر مشتمل عمدہ کتابیں رکھیں۔ کوئی اس سے زائد تعلیم دلانا چاہے یا عربی کتب پڑھا کر بچی کو عالمہ بنانا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے مگر اس شرط سے کہ یہ تعلیم اپنے گھر میں دی جائے، مروجہ جامعات البنات کے فسادات سے بچنے کی تدبیر صرف یہی ہے کہ لڑکیاں گھروں میں رہ کر پڑھیں اپنے گھر سے باہر کہیں نہ جائیں۔

آجکل لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تعلیم دلانے کا جو عام رجحان پیدا ہو گیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ علم کو بذات خود مقصود سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ علم مقصود نہیں علم تو ذریعۂ مقصود ہے اور اصل مقصود عمل ہے لیکن آج کل حب جاہ کا مرض چونکہ عام ہو گیا ہے اس لئے لڑکیاں ہوں یا ان کے والدین سب کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ تعلیم بہت ضروری ہے اور وہ بھی تھوڑی مقدار میں نہیں بلکہ اتنی مقدار میں جس سے لڑکی عالمہ فاضلہ کہلائے، والدین کو بھی یہی جنون کہ لڑکی کو گھر سے دور کسی بڑے جامعہ میں داخل کرائیں اور اتنے اتنے سال لگا کر وہاں سے فارغ ہو، جب گھر آئے تو ہمیں یہ القاب حاصل ہوں کہ یہ ایک عالمہ فاضلہ یا کم از کم حافظہ قاریہ کے والدین ماجدین ہیں اور خود بھی لوگوں میں فخر سے یہ کہہ سکیں کہ ہماری لڑکی اتنی

بڑی عالمہ ہے فلاں جامعہ میں اتنے سال زیر تعلیم رہی اور اتنے اتنے نمبروں سے کامیاب ہو کر سند فراغ حاصل کی ہے، درحقیقت یہ حب جاہ کا مرض ہے کہ نام پیدا کرنے کے لئے جوان بچیوں کو کئی کئی سال گھروں سے باہر رکھ کر ہزاروں روپے کے اخراجات برداشت کر کے تعلیم دلائی جائے، نام کی خاطر اتنی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں ورنہ ضرورت کی حد تک جو تعلیم ہے وہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر بھی بآسانی حاصل کی جاسکتی ہے۔ والدین اس حقیقت کو سوچیں کہ علم سے مقصد کیا ہے؟ صرف عمل، اور عمل کے لئے ابھی بتاچکا ہوں کہ اس قدر علم کافی ہے کہ بچیوں کو قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھا دیا جائے اور مسائل سمجھنے کے لئے بہشتی زیور اچھی طرح سمجھا کر پڑھا دی جائے، اس کے علاوہ اردو کی تعلیم اس قدر دلادیں کہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرسکیں۔ بچیوں کی آخرت سنوارنے کے لئے تو تعلیم کی یہ مقدار کافی ہے باقی علم برائے علم مقصد ہو تو یہ تعلیم ناکافی ہے بلکہ ساری زندگی پڑھتی رہیں تو وہ بھی ناکافی ہوگا، یاد رکھیں کہ صرف علم حاصل کرنے سے اصلاح نہیں ہوسکتی، انسان سالہا سال پڑھتا رہے بلکہ پڑھاتا رہے زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی جب تک اخلاص نہ ہو اور صالح ماحول میسر نہ ہو اس کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے کہ اسکول کالجوں کے ماحول میں جو لاکھوں کی تعداد میں لڑکے لڑکیاں پڑھ رہے ہیں ان پر پڑھائی کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟ حالانکہ ان کے نصاب میں قرآن مجید بھی شامل ہے دینی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں علم پڑھایا جاتا ہے مگر عمل کا حال دیکھ لیجئے، صفر کے درجے میں ہے، پڑھنے والے ہوں یا پڑھانے والے ہوں سب کا حال یکساں ہے۔۔۔ یاد کر لیجئے جو بتایا کرتا ہوں کہ اسکول کی ایک بچی اسکول کی کتاب کھول کر نظم پڑھ رہی تھی، جس کا یہ شعر بار بار دھرا رہی تھی۔

نام پہ تیرے جان فدا ہو
دل میں نہ کوئی تیرے سوا ہو

زبان پر تو یہ ہے مگر عمل اور کردار دیکھیں تو اس کے برعکس، ہر ہر قدم پر اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی بلکہ بغاوت کا مظاہرہ، وہ بچی شعر پڑھ رہی تھی میں نے سن کر اس کی اصلاح کی کہ بیٹی یوں پڑھو۔

نام پہ تیرے جان فدا ہو

کام نہ تیرا ایک بھی ادا ہو

اسکول کالجوں کی تعلیم پر ایک نظر ڈال لیجئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ ان میں لاکھوں بچے زیر تعلیم ہیں کروڑوں اربوں روپے کے اخراجات آرہے ہیں اور ہر علم وفن کی کتابیں پڑھائی جارہی ہے مگر یہ پوری تعلیم زبانی قیل وقال تک محدود ہے عمل کا نام ونشان نہیں، وجہ کیا ہے؟ یہ کہ ان کے ہاں عمل مقصود ہی نہیں، علم کو ہی ان لوگوں نے مقصد سمجھ لیا ہے اسی پر پوری توجہ مرکوز ہے اسی کو کامیابی کا مدار ٹھہرا رکھا ہے بڑی بڑی ڈگریاں ہیں بھاری بھرکم تنخواہیں ہیں، ترقیوں پر ترقیاں ہیں، مگر عمل کا پہلو دیکھیں تو انتہائی تنزل کا شکار ہیں بے عملی بلکہ بے راہ روی کا ایسا ماحول ہے کہ کوئی دیندار اور شریف انسان اس طرف رخ کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اب تک تو اسکول کالجوں کا رونا تھا کہ وہاں نوجوان لڑکے لڑکیوں کی زندگیاں برباد ہورہی ہیں، ان کی عاقبت خراب کی جارہی ہے مگر اب یہی مرض مدارس دینیہ میں بھی آرہا ہے، ان کا طرۂ امتیاز عمل اور کردار تھا کہ ان دینی اداروں میں دین صرف پڑھایا نہیں جاتا بلکہ اس کی عمل تربیت بھی دی جاتی ہے، ان اداروں میں ایک صاف ستھرا پاکیزہ ماحول میسر ہے جو ہر آنے والے طالب علم کو متاثر کرتا ہے، مگر جب سے اہل مدارس نے علم کو مقصد بنالیا ان میں عملی پہلو سے کوتاہی آنی شروع ہوگئی اور تربیت کا فقدان شروع ہوگیا چونکہ مردوں پر سب علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اس لئے طلبہ میں امراض باطنہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے ان کے جامعات کو بند کرنا جائز نہیں بلکہ جامعات کو تو جاری رکھتے ہوئے طلبہ کی صحیح تربیت کی طرف پوری توجہ اور ہر ممکن کوشش کرنا فرض ہے۔

والدین لڑکیوں کو خود تعلیم دیں:

جامعات البنات کی بات چل رہی تھی پہلے ان کا رواج نہیں تھا اب چند برسوں سے یہ جامعات بکثرت وجود میں آنے شروع ہو گئے اوران کی طرف لوگوں کا رجوع بہت ہو گیا۔لڑکیوں کے والدین میں یہ رجحان کیوں پیدا ہو گیا کہ ہماری لڑکیاں پڑھ لکھ کر عالمہ فاضلہ کہلائیں؟اس کی بنیادی وجہ حب جاہ اور شہرت پسندی ہے جیسے ابھی بتا چکا ہوں۔

دوسرا مرض ہے حب مال جاہ کے بعد دوسرے درجے میں حب مال بھی بہت بڑا مرض ہے دین ودنیا دونوں کو تباہ برباد کرنے والا ہے،لڑکیوں کو جامعات میں بھیجنے مین یہ مرض بھی کارفرما ہے، حافظہ قاریہ یا عالمہ ہونا فی نفسہ کوئی گناہ کی بات نہیں،خرابی کی جڑ لڑکیوں کا گھر سے باہر نکلنا ہے لڑکی کو گھر بیٹھے آپ جتنی تعلیم دے سکتے ہیں دے دیں۔مگر والدین لڑکیوں کو گھر سے باہر نکالنے کا کبیرہ گناہ حب جاہ وحب مال کی وجہ سے کر رہے ہیں حب جاہ کی کچھ تفصیل بتا چکا ہوں، حب مال یہ کہ ان کے دل ودماغ پر مال کمانے کی فکر چوبیس گھنٹے سوار ہے چنانچہ صبح اٹھتے ہی ایک ہی فکر سوار ہے کہ جلدی کرو بھاگو دفتر کی طرف، دوڑو کارخانے کی طرف اور جلدی سے پہنچو دکان پر، یہ مال ودولت کی حرص ایسی سوار ہے کہ بیوی بچوں کی خبر گیری کی بھی فرصت نہیں۔ ورنہ بچیوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پڑھے لکھے والدین صبح اٹھ کر انہیں خود پڑھائیں، اگر بیوی ان پڑھ ہے تو اسے بھی شوہر خود پڑھائے بیوی بچوں کی آخرت سدھارنے کے لئے اگر روزانہ پابندی سے آدھا گھنٹا صرف کریں تو یہ کیا مشکل ہے؟ آسان سا نسخہ ہے۔ پھر جیسی تعلیم بچیوں کو ان کا والد دے گا یا بیوی کو اس کا شوہر دے گا ایسی تعلیم کوئی دوسرا شخص کہاں دے سکتا ہے؟ اگر مرد اس نیکی کے لئے تیار ہو جائے تو لڑکیوں کی تعلیم کا یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے مگر مرد اس نیک کام کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں اس

لئے کہ اس میں اس کے مال کا نقصان ہوتا ہے، اس نے صبح سے شام تک کا پورا وقت مال کمانے کے لئے وقف کر رکھا ہے، بیٹھا ایک ایک پائی کا حساب کرتا ہے۔

روپے پیسے کا مفاد اسے عزیز ہے اس لئے اس کی خاطر ہمہ تن وقف ہے۔ مگر دین کی پروا نہیں اس کا خسارہ خوشی سے گوارا کر لیتا ہے، صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر خود کچھ دیر تلاوت کر لے اور اپنے بچوں کو قرآن کا سبق پڑھا دے کوئی دینی کتاب پڑھا دے یہ اس کے لئے ممکن نہیں اس لئے کہ دل اٹکا ہوا ہے دوکان سے، سوچتا ہے اگر کچھ دیر بیٹھ کر بچوں کو پڑھایا اور ادھر کوئی گاہک آیا جو دوکان بند دیکھ کر واپس چلا گیا تو کتنا نقصان ہو جائے گا؟ یہ سوچ کر صبح صبح بھاگتا ہے دوکان کی طرف۔ لڑکیوں کی تعلیم کی سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ والد خود گھر میں بیٹھ کر انہیں پڑھائے، یہ سب سے آسان بے ضرر اور سلامتی کا راستہ ہے لیکن بچیوں کو تعلیم دینے سے پہلے ابا صاحب اپنا بھی جائزہ لیں ان کی اپنی تجوید درست ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور پڑھانے سے پہلے خود اس کا مطالعہ کریں دیکھیں کہ خود بھی سمجھ میں آتی ہے یا نہیں؟ مگر اتنی فرصت کسے ہے کہ پہلے تجوید کے ساتھ قرآن مجید خود پڑھے پھر بچیوں کو پڑھائے اسی طرح بہشتی زیور پہلے خود سمجھ کر پڑھے پھر بچیوں کو پڑھائے، اولاد کی دنیا بنانے کے لئے اس کے پاس بہت وقت ہے، مگر آخرت بنانے کے لئے کوئی وقت نہیں۔ یہ بنیادی خرابی اور اس کا علاج، مسئلہ کی مزید تفصیل اور مروجہ جامعات البنات کی خرابیاں ان کے نقصان رسالہ ''اکرام مسلمات'' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں جو لوگ لڑکیوں کو دینی تعلیم دلانا چاہتے ہیں وہ اس کا مطالعہ ضرور کریں، جن لوگوں کو میری رائے سے اختلاف ہے اور وہ ہر قیمت پر لڑکیوں کو ان جامعات میں بھیجنے پر مصر ہیں وہ کم از کم اتنا تو کر لیں کہ اس رسالہ میں جو شرائط لکھی گئی ہیں ان کی رعایت کر لیں اس میں احتیاط و سلامتی ہے اور ان لوگوں کا فائدہ ہے یہ بات بھی علی سبیل التنزل کہہ دی ہے ورنہ صحیح بات تو یہ ہے کہ عورت کا گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنا ہی فتنہ ہے خصوصاً اس دور شرور فتن میں۔ حدیث میں عورت

کے باہر نکلنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے (ترمذی) اور فرمایا کہ عورتیں شیطان کے جال ہیں (کشف الخفاء) یعنی شیطان مردوں کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کے لئے اور انہیں جہنم میں لے جانے کے لئے عورت کو جال کے طور پر استعمال کرتا ہے، یہ مردوں کو شکار کرنے کا شیطانی جال ہے وہ ان کے ذریعے مردوں کو پھانستا ہے۔ پردے کے مسئلہ کو دو عام مشاہد مثالوں سے ذرا سمجھئے۔

❶ کوئی شخص بازار سے گوشت خریدتا ہے تو بڑے اہتمام سے اسے چھپا کر اور بہت محفوظ کر کے گھر لاتا ہے اس خوف سے کہ کہیں راستہ میں اسے چیل وغیرہ اچک کر نہ لے جائے اس لئے بڑی احتیاط سے چھپا کر گھر میں لاتا ہے پھر گھر لا کر بھی یونہی کھلا نہیں رکھ دیتا کسی برتن میں محفوظ رکھتا ہے۔

❷ دوسری مثال جس کا عام مشاہدہ ہو رہا ہے بلکہ ہر شخص پر گزر رہی ہے یہ کہ کوئی احمق سے احمق انسان بھی اپنی جیب سے پیسے نکال کر کسی کے سامنے کھلے نہیں رکھتا بلکہ بینک کے کھاتے کے نمبر بھی دوسروں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، ادنی سے ادنی خطرے سے بھی مال کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، اس بارے میں چند چیزیں سوچئے:

❶ گوشت کی بوٹی اور روپے پیسے کے مقابلے میں دین اور عزت بہت قیمتی ہیں، بے پردگی سے دنیا و آخرت دونوں تباہ۔

❷ اگر بوٹی کو چیل یا کوے سے چھڑا لیا گیا یا ان کے پنجے سے گر گئی یا چرایا ہوا یا چھینا ہوا مال واپس مل گیا تو اس میں کوئی نقص نہیں آیا مگر لڑکی کو کسی نے استعمال کر لیا تو کیا اسے کوئی باغیرت انسان رکھ سکتا ہے؟

۴ گوشت اور روپے پیسے میں اڑنے کی صلاحیت نہیں بوٹی خود اڑ کر چیل کے پاس نہیں جا سکتی اسی طرح روپیا پیسا خود اڑ کر کسی کے پاس نہیں جا سکتا جبکہ عورتیں خود ہی اڑ اڑ کر چیل کووں پر گر رہی ہیں، اس زمانے میں تو لڑکیوں کے اڑنے اڑانے کے قصے ہی ختم ہو گئے ہیں، ایسی مشقتیں برداشت کرنے کی ضرورت ہی نہیں والدین کے گھر رہتے ہوئے ہی سب کچھ کر رہی ہیں۔

جب مال کی حفاظت کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ اغیار کی نظر بلکہ علم سے بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو دین اور عزت جو مال سے بدرجہا زیادہ قیمتی ہیں ان کی حفاظت کے لئے عورتوں کو اغیار کی نظر سے بچانے کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا؟ میں کیا کہوں اور اپنا درد کس سے کہوں؟ جب غیرت کا جنازہ نکل گیا ہو تو کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی۔

جیکب آباد کا ایک قصہ ہے، جنہوں نے مجھے یہ قصہ بتایا ان کے بھتیجے وہاں ڈی آئی جی تھے۔ ڈی آئی جی نے وہاں بلوچوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمانے لگے، یہ ڈی آئی جی صاحب بھی بلوچ تھے، انہوں نے کہا دیکھو دنیا تنی ترقی کر گئی اور تم لوگ ابھی تک آپس کے جھگڑے فساد اور مار دھاڑ میں پھنسے ہوئے ہو، تمہارا علاقہ ابھی تک کتنا پسماندہ ہے کچھ تو ہوش سنبھالو ہوش، ذرا ذرا سی بات پر قتل کر دیتے ہو، کسی نے کسی کی بیوی سے بات کر لی تو اسے قتل کر دیا، کسی پر ایسے ہی شبہہ ہو گیا اسے قتل کر دیا رات دن پکڑ دھکڑ پکڑ دھکڑ کچھ ہوش سنبھالو دنیا ترقی کر گئی تم بھی ترقی کرو آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغیرہ نہ کیا کرو۔ یہ تقریر سن کر ایک بڈھا کھڑا ہو گیا اس نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کی بیویاں ہیں سونے کے برتن (دیکھئے بڈھے نے کیسی بہترین بات کہی) آپ لوگوں کی بیویاں سونے کے برتن ہیں، سونے کے برتن کو کتا چاٹ جائے یا اس میں سے کھاتا پیتا رہے گھنٹوں لگا رہے پھر آپ نے اسے دھو لیا اور خود استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ہماری بیویاں ہیں

مٹی کے برتن اسے اگر کتے نے دور سے بھی سونگھ لیا تو ہم اسے توڑ دیتے ہیں، یہ مٹی کے برتن ہیں سونے کے برتن نہیں اور تمہاری بیویاں سونے کے برتن ہیں انہیں کتے سونگھتے رہیں چاٹتے رہیں، ان میں پیتے رہیں، کھاتے رہیں، بس تم نے ذرا سا دھویا تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ ڈی آئی جی صاحب کہتے ہیں میں تو اتنا شرمندہ ہوا کہ پانی پانی ہوگیا، میں نے جلسہ ہی ختم کر دیا اس بڈھے نے مجھے بولنے کے قابل ہی نہ چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے شعور دیا ہے، ذرا ان باتوں کو سوچئے، اگر آج کے مسلمان میں ذرا سی عقل ہو دینی غیرت ہو تو اسے سمجھنے کے لئے یہی مشاہدات کافی ہیں، یہ کوئی فرضی مثالیں نہیں ایسے واقعات اس بے دین معاشرے میں پیش آرہے ہیں اور آئے دن اخباروں میں چھپ رہے ہیں کہ فلاں مقام پر جوان لڑکی گھر سے نکل گئی فلاں جگہ لڑکی اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی اور فلاں شہر میں لڑکی نے عدالت میں پیش ہو کر اپنی پسند کی شادی کر لی اور والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، اس قسم کے شرمناک اور ناگفتہ بہ واقعات جنہیں بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے سنتے ہوئے انسان شرما جاتا ہے۔ مگر یہ واقعات سن کر آج کے مسلمان کو عبرت نہیں آتی اصل حقیقت یہ ہے کہ ایمانی حس ختم ہوگئی، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی، جیسے قرآن بعض لوگوں کی کیفیت بیان کر رہا ہے:

﴿فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور٥﴾ (۲۲. ۴۶)

ان منکرین کے چہروں کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہیں لیکن دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں، ظاہر روشن اور چمکدار ہے مگر باطن میں اندھیرا ہے اس لئے حق بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھیں کھول دیں۔ لڑکیوں کا گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنا دین و دنیا کی تباہی کا پیش خیمہ اور

عظیم فتنہ ہے، جیسے مثل مشہور ہے کہ چڑیا کا بچہ گھونسلے سے ایک بار باہر گر جائے تو دوبارہ گھونسلے میں نہیں ٹھہرتا چڑیا کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو بہت چھوٹا سا ہوتا ہے جیسے گوشت کا لوتھڑا پر نہیں ہوتے۔ یوں لگتا ہے کہ چھوٹی سی بوٹی پڑی ہے لیکن اس بوٹی کو بھی آرام نہیں آتا حرکت میں رہتی ہے تو حرکت کرتے کرتے اگر گھونسلے سے وہ بچہ نیچے گر پڑے اور مرنے سے بھی بچ جائے اور کوئی ترس کھا کر اٹھا کر گھونسلے میں رکھ دے تو حرکت کرتے کرتے تھوڑی دیر میں پھر نیچے آ گرے گا۔ آپ بار بار اٹھا کر رکھتے رہیں مگر وہ گرنے سے باز نہیں آئے گا، جب تک اس بوٹی میں جان ہے وہ گرتی ہی رہے گی۔ چڑیا کے بچے سے متعلق جو یہ مثل مشہور ہے یہ غلط نہیں بالکل صحیح ہے اور مشاہدہ پر مبنی ہے، یہی چڑیا والی مثال آج کل کی بے پردہ لڑکیوں پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے کہ ایک بار گھر سے باہر نکلیں باہر کی ہوا کھالی تو اب گھر کی چار دیواری میں انہیں قرار نہیں آئے گا، جب باہر گھوم پھر کر دیکھ لیا تو اب اسے گھر میں بند رکھنا ممکن نہیں اس لئے شروع ہی سے انہیں گھر کے اندر رکھیں باہر کی ہوا نہ لگنے دیں ورنہ معاملہ آپ کے قابو میں نہیں رہے گا۔

مروج پردہ کی حقیقت:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہماری لڑکی تو بہت نیک اور صالحہ ہے اسکول کالج میں باپردہ جاتی ہے اسے کیا خطرہ؟ سنئے! اسے کیا خطرہ ہے پہلی بات تو یہ کہ آج کل کے یہ فیشن ایبل پردے بھی نام کے پردے ہیں، نئے نئے کپڑے نکلے ہیں اتنے باریک اور پتلے کہ ان کا پہننا نہ پہننا برابر ہے بلکہ پہننے کے بعد عورت میں کشش اور بڑھ جاتی ہے یہ نام کا پردہ خود مردوں کو دور سے دعوت نظارہ دیتا ہے وہ گھور گھور کر اس کی طرف دیکھتے ہیں بعض عورتیں پورا چہرہ چھپانے کی بجائے آنکھیں بلکہ آدھا چہرہ ظاہر رکھتی ہیں۔ اس میں بھی وہی دعوت نظارہ کا سامان ہوتا ہے یہ آدھے چہرے کا پردہ بعض اوقات بے پردگی سے بھی زیادہ خطرناک ثابت

ہوتا ہے۔ یہ کہنے کو تو باپردہ ہیں مگر حقیقت میں بے پردہ ہیں ’’نیمے دروں نیمے بروں‘‘ والا معاملہ ہے یہ نیم پردہ عورتیں جو مردوں کو آنکھیں دکھاتی بازاروں میں گشت کرتی پھرتی ہیں یہ مردوں کے حق میں نقاب پوش ڈاکو ہیں جو عام چوروں ڈاکوؤں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر مان بھی لیں کہ واقعۃً یہ لڑکیاں باپردہ اسکول کالج جاتی ہیں اور ان کا پردہ بھی صحیح معنی میں پردہ ہے اس میں وہ خامیاں نہیں پائی جاتیں جو ابھی ذکر کی گئیں تو بھی یہ سوچئے کہ پردہ سے جو شریعت کا منشأ ہے وہ اس صورت میں کہاں پورا ہوتا ہے؟ شریعت کا منشأ تو یہ ہے کہ کسی اجنبی مرد کی نظر نہ عورت پر پڑے نہ اجنبیہ عورت کی نظر مرد پر پڑے۔ دونوں جانب سے پردہ ضروری ہے۔ اب بتایئے آپ کی صالحہ لڑکی اسکول کالج جاتے ہوئے اجنبی مردوں کو نہیں دیکھتی؟ یہ تو نہیں کہ یہ اسکول کالج شہروں سے باہر کہیں جنگلوں میں ہوں اور وہاں آتے جاتے راستہ میں کسی چیز پر نظر نہ پڑے، یہ تو ہیں ہی شہروں میں۔ جو بھی لڑکی اسکول جائے گی اسے لازماً بازار سے یا کم ازکم عام روڈ سے گزرنا ہوگا۔ بازاروں اور شہر سے گزرنے والے روڈوں کا حال سب کو معلوم ہے وہ کونسی گندگی ہے جو ان جگہوں میں نہیں پائی جاتی؟ فحش تصویریں، گانے اور ساز باجوں کی آوازیں، دوسرے تمام شیطانی کھیل انہیں جگہوں پر پائے جاتے ہیں ہر قسم کی خرافات کا مرکز یہی جگہیں ہیں پھر آگے پیچھے دائیں بائیں گزرنے والے اجنبی مردوں کا مسئلہ الگ۔ پردے میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ان نامحرم مردوں کی نظر اس لڑکی پر نہیں پڑے گی لیکن خود لڑکی نے تو آنکھیں بند نہیں کر رکھیں نہ ہی اس کے کانوں میں ڈاٹ ہیں، وہ بازار سے سب کچھ دیکھتی اور سنتی ہوئی گزرے گی، یاد رکھئے! جیسے مرد کا عورت کی طرف میلان ہوتا ہے ایسے ہی عورت کا بھی مرد کی طرف میلان ہوتا ہے، جیسے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ بے پردہ عورتیں بنی اسرائیل کی مچھلیاں ہیں ان سے دور بھاگئے اسی طرح اجنبی مرد بھی عورتوں کے لئے مچھلے ہیں، بازار سے گزرنے والی عورت کی جب ان پر نظر پڑے گی تو اس کے دل میں بھی وہی

خیالات آئیں گے جو مرد کے دل میں آتے ہیں۔ تو بتائیے اسکول کالج جانے والی لڑکی خواہ باپردہ ہو یا بے پردہ گناہوں سے کہاں محفوظ رہی؟ پھر یہ سارے گناہ اور مفاسد تو زائد کے ہیں خود اسکول کالج کے اندر جو کچھ ہوتا ہے بالخصوص مخلوط تعلیم والے اداروں کے اندر وہ آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں وہاں کا ماحول سب کو معلوم ہے۔

عذر لنگ:

کچھ لوگ یہ عذر تراشتے ہیں کہ اگر لڑکیوں کو اسکول کالج یا جامعات میں نہ بھیجیں اور گھروں میں ہی بٹھائے رکھیں تو یہاں فارغ پڑے پڑے ان کے خیالات اور خراب ہوں گے اس لئے انہیں مصروف رکھنے کے لئے گھروں سے باہر بھیجنا پڑتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے یہ کب کہا کہ لڑکیوں کو گھروں میں فارغ بٹھائیں میں تو کہتا ہوں کہ ان سے کام لیں صبح سے شام تک انہیں مصروف رکھیں اتنا کام لیں کہ یہ تھک کر چور ہو جائیں صبح اٹھتے ہی کام پر لگا دیں عشاء تک لگی رہیں جب نیند آنے لگے تو چھوڑ دیں، اب عشاء پڑھتے ہی سلا دیں، تھکاوٹ اتنی ہو کہ لیٹتے ہی آنکھ لگ جائے اور اٹھنے کا نام نہ لیں صبح پکڑ کر بلکہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھائیں اور نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی پھر کام پر لگا دیں شام تک کام میں جتی رہیں۔ یہ کر کے دیکھ لیں اس سے صحت بھی اچھی ہو گی ذہنی انتشار اور برے خیالات سے بھی محفوظ رہیں گی۔ برائی کا راستہ اختیار کرنا تو درکنار برائی کا خیال تک دل میں نہ لائیں گی اس پر لوگ کہتے ہیں کہ اتنا کام کہاں سے لائیں جس میں لڑکیوں کو بارہ گھنٹے مصروف رکھا جا سکے؟ باہر والے تو خود سوچ کر اس کا حل نکالیں، کراچی والوں سے کہتا ہوں کہ تم میں جن کی لڑکیاں بیکار اور فارغ ہوں انہیں یہاں ہمارے مکان میں لائیں خود لائیں اور اپنی نگرانی میں کام کرائیں آتے ہی پہلے اوپر کی چھتیں صاف کریں پھر پنکھے صاف کریں اس کے بعد ٹیوب لائٹیں اور ایک ایک

ملب صاف کریں پھر دیواریں صاف کریں پھر فرش صاف کریں پہلے اسے جھاڑو دیں پھر اس پر پوچھا لگائیں اس سے فارغ ہو کر کمروں کی کھڑکیاں دروازے، اور جالیاں صاف کریں پھر بھی وقت بچ جائے تو بستروں کی چادریں اٹھا کر دھوئیں، درمیان میں وقفہ نہیں کرنا ایک کام سے فارغ ہوتے ہی دوسرے کام میں لگ جائیں دوسرے سے چھوٹتے ہی تیسرے میں، اس طرح مسلسل کام پر کام کام کرتی رہیں، اگر مکان کے تمام کام پورے ہو گئے پھر بھی کچھ وقت بچ گیا تو نیچے اتر آئیں طلبہ کو ایک طرف کر دیں گے یہاں پورے دارالافتاء کی صفائی کریں یہ تو اتنا کام ہے کہ دس عورتیں آجائیں تو شام تک فارغ نہ ہوں، مرید کہلانا تو آسان ہے مگر مجاہدہ کرنا مشکل، اور یاد رکھیں! اصلاح مجاہدہ کے بغیر نہیں ہوتی، صرف بیعت ہو کر بھاگ جانا اور اس گھمنڈ میں رہنا کہ ہم فلاں بزرگ سے بیعت ہیں ان کے مرید ہیں خود فریبی ہے، مقصد تو کام ہے، کام کا مرید بننا مشکل ہے بہت مشکل۔ وہ قصہ مشہور ہے نا کہ ایک شخص کسی گرو کے پاس گیا اور کہا حضور! میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں مجھے چیلا بنا لیجئے۔ گرو نے کہا بیٹا چیلا بننا تو بہت مشکل ہے تو وہ جواب میں کیا کہتا ہے کہ چلئے اگر چیلا نہیں بناتے تو اپنا گرو ہی بنالیں، آج کل کے مرید اور مریدنیوں کا بھی یہی حال ہے یہ کہلاتے تو مرید ہیں مگر پیر بننا چاہتے ہیں، مریدوں سے تو ہم تھوڑی بہت نرمی کر لیتے ہیں کہ ٹھیک ہے بنے رہو رنگروٹ جیسے کیسے جڑے رہو مگر ان مریدات کا کیا کریں انہیں گرو بننا مشکل ہے اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دیں اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں، عقل بڑی مشکل سے آتی ہے ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

کہنے کو تو بہت سی باتیں ہیں سوچتا ہوں کہ کیا کہوں اور کیا چھوڑوں بس دعاء ہی کرتا ہوں آپ لوگ خود بھی دعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ فہم دین عطاء فرمائیں عقل

سلیم عطاء فرمائیں۔ عورتوں کا علاج بتارہا تھا کہ وہ گھر کے کام خود کیا کریں اور اگر کسی کے گھر میں کام نہیں تو اسے چاہئے کہ علاج کی خاطر عورتوں کو یہاں لے آئے، ہم مکمل پردے میں رکھتے ہوئے ان سے کام لیں گے، بلکہ کام بتادیں گے کہ یہ یہ کام ہیں اس ترتیب سے کرنے ہیں پھر لانے والا مرد خود اپنی نگرانی میں وہ کام کرائے ہمارے یہاں کام کرنے والے لوگ تو بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہیں اصل مقصد ان عورتوں کی اصلاح ہے۔

عورتوں کی گھریلو ذمہ داریاں:•

خواتین اپنے گھروں میں کام کرنا چاہیں تو بہت کام ہوتے ہیں مثلاً اس کا اہتمام شروع کردیں کہ آیندہ آٹا بازار سے خریدنے کی بجائے گیہوں لائیں اور گھر میں چکی پر پیس اپنے ہاتھ کا پیسا ہوا آٹا بالکل خالص ہوگا بازار کے آٹے میں تو ملاوٹ ہوتی ہے لہٰذا گیہوں لاکر گھر میں پیسنا شروع کریں اس میں بہت سے فائدے ہیں ایک فائدہ تو یہی کہ آٹا خالص ہوگا۔ دوسرا فائدہ یہ کہ مشین سے جو آٹا پسوایا جاتا ہے اس میں اصل جوہر تو جل جاتا ہے غذائیت باقی نہیں رہتی جبکہ چکی کے آٹے میں پوری غذائیت ہوتی ہے صحت کے لئے نافع ہوتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ کہ چکی پیسنے والی عورتوں کی ورزش ہوتی رہے گی تو صحت ٹھیک رہے گی۔ چوتھا فائدہ یہ کہ انہیں مشغولیت رہے گی فارغ نہیں بیٹھیں گی یہ فراغت ہی تو عورتوں کو تباہ کر رہی ہے اس سے ان کی جسمانی صحت اور دماغی صلاحیتیں بری طرح تباہ ہورہی ہیں۔ پانچواں فائدہ یہ کہ اس سے عجب اور کبر کا علاج ہوگا عورتیں عموماً کم حوصلہ ہوتی ہیں تھوڑا سا کوئی کمال اللہ تعالیٰ انہیں دے دیتے ہیں تو یہ پھولی نہیں سماتیں بہت اونچی پرواز کرنے لگتی ہیں ان کا دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے ایسی مثالیں میرے سامنے ہیں ایسی عورتوں کا بہترین علاج یہی ہے کہ گھر میں بیٹھ کر گیہوں پیستی رہیں پھر اسی آٹے کو گوندھ کر ہاتھ سے روٹی پکائیں پھر دیکھیں اس روٹی میں

کتنا مزا آئے گا اتنا مجاہدہ کرنے سے بھی اگر دماغ صحیح نہیں ہوتا تو ایسی عورتوں کا آخری علاج یہ ہے کہ منوں گیہوں اپنے ہاتھوں سے پیس پیس کر آٹے کی بوریاں طالبان کو بھیجنا شروع کر دیں یہ ظاہری اور باطنی بیماریوں کا بہترین علاج ہے۔عورتیں تو کم ظرف اور کم حوصلہ ہوتی ہیں بعض مردوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے انہیں اپنا کمال ہضم نہیں ہوتا ذراسی تعریف سن کر اترانے لگتے ہیں ان کا علاج بھی یہی ہے جو عورتوں کا بتا رہا ہوں۔ بات کہاں سے چلی تھی کہ اسکول کالجوں میں لڑکیوں کو اس لئے بھیجا جا رہا ہے کہ گھروں میں فارغ نہ بیٹھیں فارغ بیٹھنا لڑکیوں کے لئے تباہ کن ہے، ان کی صحت برباد ہو جاتی ہے سارا دن گھر میں بیٹھی بیٹھی یا لیٹی لیٹی جمائیاں لیتی رہیں اس سے ظاہر ہے کہ دماغ میں فتور آئے گا خیالات منتشر ہوں گے اور گناہوں کی طرف میلان بڑھے گا لہٰذا انہیں مشغول رکھنا ضروری ہے اس حد تک تو بات صحیح ہے لیکن مشغول کس کام میں رکھا جائے؟ اس میں مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہیں عام لوگوں کا رجحان تو یہ ہے کہ انہیں اسکول کالج میں بھیجو ان کا پورا وقت اسی ماحول میں گزرے فارغ نہ ہونے پائیں اور جو زیادہ مالدار عیاش طبقہ ہے ان کی عورتوں کا وقت سیر و تفریح میں گزرتا ہے کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ ان کا گھر میں بیٹھنا مضر صحت ہے باہر تفریح کریں گھومیں پھریں۔ لہٰذا بازاروں میں پارکوں میں اور روڈوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح گھومتے پھرتے رہنا ان کی صحت کے لئے ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائیں گی مر جائیں گی۔ تیسرا طبقہ جو دین سے کچھ نسبت رکھتا ہے وہ اسکول کالج کی تعلیم کے خلاف ہے اس نے متبادل راستہ جامعات کا نکالا ہے کہ لڑکیوں کو فارغ بٹھانے کی بجائے جامعات البنات بھیج دیا جائے پڑھ لکھ کر وہ عالمات فاضلات کہلائیں مگر شریعت کا فیصلہ ان تینوں کے خلاف ہے یہ بات تو درست ہے کہ لڑکیاں گھروں میں فارغ نہ بیٹھیں شریعت بھی اسے پسند نہیں کرتی مگر شریعت میں اس مسئلہ کا یہ حل نہیں کہ انہیں

اسکول کالج کے ماحول میں بھیج کر تباہ کیا جائے یا سیر وتفریح کے نام پر بے حیائی کی چھوٹ دے دی جائے، دینی جامعات میں اگرچہ اسکول کالجوں والی بے حیائی نہیں مگراتنی قباحت تو ہے کہ جوان لڑکیوں کو گھروں سے باہر بھیج دیا جاتا ہے یہ تو ہر فتنے کی جڑ ہے پہلے حدیث اس سے متعلق بیان کر چکا ہوں۔ اسلام عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی قطعًا اجازت نہیں دیتا، باقی رہے فارغ بیٹھنے کے نقصان تو ان کا بہترین حل یہ ہے کہ عورت گھر کی چاردیواری میں رہ کر گھر کے کام کرے، اسلام نے تقسیم کار کے طور پر خانگی امور کی ذمہ داری عورت پر اور خارجی امور کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے، دونوں اپنا اپنا کام انجام دیں۔

تقسیم نبوی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے بعد دونوں کے درمیان کام تقسیم فرمادیئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے باہر کے کام اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذمے گھر کے کام، دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوش دلی سے گھر کا کام کرتی تھیں چکی اس کثرت سے پیستیں کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے، آج کی عورتیں چکی پیسنا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں، دوسرے گھریلو کاموں سے بھی پہلو تہی کرتی ہیں اس لئے ان کی صحت ٹھیک نہیں رہتی اکثر بیمار رہتی ہیں گھر میں عورتوں کا فارغ بیٹھنا صرف طبی لحاظ سے ہی نہیں شریعت میں بھی ناپسندیدہ ہے لیکن ان کے وقت کا جو مصرف لوگوں نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق تجویز کیا ہے کہ اسکول کالجوں میں جا کر پڑھیں یا سیر وتفریح کے نام سے بے مہار گھومتی پھرتی رہیں یا یہ کہ جامعات البنات بنا بنا کر انہیں ان میں داخل کرادیا جائے یہ تجاویز بھی شرعًا صحیح نہیں، یہ تجاویز تو اس لئے اختیار کی گئیں کہ ان کا وقت مصروف رہے اور فارغ رہنے کی وجہ سے برے خیالات اور گناہوں کا

کار نہ ہوں لیکن انصاف سے بتایئے کیا اسکول کالج میں داخلے کے بعد لڑکیوں کے خیالات صحیح رہتے ہیں وہ گناہوں سے بچ جاتی ہیں یا یہ کہ خیالات پہلے سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور گناہوں پر جری ہو جاتی ہیں سوچ کر فیصلہ کیجئے۔ آج کے مسلمان نے جس چیز کو مرض کا علاج سمجھا ہے وہ تو خود خطرناک مرض ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مرض کا وہی علاج اختیار کیا جائے جو شریعت نے تجویز کیا ہے یعنی لڑکیوں کو باہر نکالنے کی بجائے انہیں گھر کی چار دیواری میں رکھا جائے اور انہیں گھر کے کام کاج میں مصروف رکھا جائے جس لڑکی کے بگڑنے اور خراب ہونے کا اندیشہ ہو اس سے زیادہ کام کروایا جائے پھر دیکھئے کیسے اصلاح ہوتی ہے اگر کوئی شریعت سے روگردانی کر کے اپنی طرف سے نیا علاج ایجاد کرے گا تو اس کی مثال بالکل وہی ہوگی جو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے کہ گدھے کی دم کے نیچے کانٹا لگ گیا جب درد نے اسے ستایا تو اس نے اپنے علاج کا سوچا اور خود ڈاکٹر بن بیٹھا، علاج کیا تجویز کیا کہ دم اٹھا اٹھا کر زور سے اس کانٹے پر لگانی شروع کی۔ وہ جس قدر مارتا ہے اسی قدر کانٹا جسم میں اترتا جاتا ہے اس علاج سے درد اور تکلیف میں اضافہ ہوتا چلا گیا جیسے ہی درد کی ٹیس اٹھے وہ دم اٹھا کر زور سے کانٹے پر لگائے، وہ اپنا علاج بھی کرتا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ آواز نکال کر چلاتا بھی جا رہا ہے حتیٰ کہ تھوڑی سی دیر میں پورا کانٹا جسم میں پیوست ہو گیا اور درد بھی پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا اپنے زعم میں وہ اپنا علاج کر رہا ہے، بے چارہ گدھا جو ٹھہرا، اس میں اتنی عقل کہاں سے آتی کہ کسی سے اپنا علاج کروالیتا وہ خود ڈاکٹر بن گیا نتیجہ یہ کہ تکلیف پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ یہی حال ان والدین کا ہے جو بزعم خود اولاد کے ہمدرد اور معالج بن کر انہیں اسکول کالج کے ماحول میں دھکیل دیتے ہیں مسلمان کا فرض ہے کہ کسی بھی کام میں اپنی مرضی چلانے کی بجائے شریعت کی طرف رجوع کرے کہ اس معاملے میں اللہ کا کیا فیصلہ ہے بس آنکھیں بند کر کے اس پر عمل شروع کر دے، یہ تو اسکول کالجوں کا رونا رو رہا ہوں، جامعات البنات بھی مفاسد

سے خالی نہیں، ان کے نقصان اور خرابیاں میرے علم میں ہیں اس لئے ان سے بھی منع کرتا ہوں، گھر کی چار دیواری میں رہ کر پڑھنے والی لڑکیوں اور جامعات سے فارغ ہونے والی لڑکیوں کے حالات کے درمیان اگر آپ موازنہ کر کے دیکھیں تو دونوں میں زمین وآسمان کا فرق محسوس کریں گے، گھر کے ماحول میں تربیت پانے والی لڑکیوں میں اطاعت اور خدمت کے جذبات غالب ہوتے ہیں جبکہ مروجہ جامعات البنات سے سند فراغ پانے والی عالمات وفاضلات کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے دوسروں کی خدمت کرنا ان کی شان علم کے خلاف ہوتا ہے۔ بعض تو ان میں ایسی خودسر ہوتی ہیں کہ کسی کے سامنے جھکنا نہ جانیں، والدین کے حکم کی پروا نہیں، شادی کے بعد شوہر کی بھی نافرمان، بے چارے شوہر کی عافیت اس میں ہوتی ہے کہ حاکم بننے کی بجائے ان کا محکوم بن کر رہے اگر شوہر عالم ہے تو خود کو اس سے بڑی عالمہ فاضلہ سمجھتی ہیں اور اگر شوہر عالم نہیں تو اسے تو کسی خاطر میں ہی نہیں لاتیں حقیر سمجھتی ہیں، لیکن گھر کے ماحول میں خود والدین کی نگرانی میں جو لڑکیاں تربیت پاتی ہیں وہ اگر عالمات بن جائیں تو بھی ان میں یہ تکبر نہیں آتا، خدمت کرنے میں وہ عار محسوس نہیں کرتیں، مجھے معلوم ہے کہ جامعات البنات کے ذمہ دار حضرات پر اور ان اداروں میں لڑکیاں بھیجنے والے والدین پر یہ باتیں یقیناً گراں گزریں گی بلکہ شاید ان کی سمجھ میں بھی نہ آئیں لیکن مجھ سے پوچھئے کتنی مثالیں کتنے حقائق اور واقعات میرے سامنے ہیں میں بار بار یہی کہہ رہا ہوں کہ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے گھر کی چار دیواری سے بڑھ کر کوئی جگہ موزوں اور مناسب نہیں اس تربیت گاہ سے باہر قدم رکھیں گی تو بننے کی بجائے مزید بگڑیں گی، نہ جانے یہ موٹی سی بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔

مثالی نمونہ:

لڑکیوں کو گھر میں رکھ کر تعلیم دی جائے اور گھریلو کام کاج کی ماہر بنایا جائے

اور گھر کے کام خود کرنے کی عادت ڈالی جائے یہ چیز عورتوں میں کمیاب ہوتی جا رہی ہے، خیر اب بھی اس کی مثالیں موجود ہیں گو کہ خال خال ہیں، کراچی کا دنیوی لحاظ سے ایک بہت اونچا خاندان میرے علم میں ہے جن کی لڑکیاں گھر کا تمام کام خود انجام دیتی ہیں، کوئی ملازمہ نہیں رکھی یہ وجہ نہیں کہ وہ مالی لحاظ سے کوئی کم درجہ کا خاندان ہے بلکہ بہت اونچے طبقے کے مالدار ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی لڑکیاں سارا کام خود کرتی ہیں، اللہ کرے دوسرے لوگ بھی ان کی تقلید شروع کردیں، اب بتائیے جامعات میں پڑھنے والی لڑکیاں جنہیں سالہا سال تک بیٹھے بٹھائے پکی پکائی روٹیاں ملتی رہیں اور کچھ بھی نہ کرنا پڑا۔ ان میں یہ جذبہ کہاں سے آئے گا کہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھائیں بلکہ دوسروں کو بھی کھلائیں، یہ نقصان ہے لڑکیوں کو گھر سے باہر نکالنے کا، عورت کا گھر سے نکلنا ہی حدیث کی رو سے باعث فتنہ ہے، مزید یہ کہ گھروں سے نکل نکل کر لڑکیوں کا ایک جگہ جمع ہونا یہ ایک مستقل فتنہ ہے، جہاں دو عورتیں اکٹھی ہوں سمجھ لیجئے خیر نہیں، اگر تین اکٹھی ہوں تو زیادہ خطرناک ہے چار ہوں تو اس سے زیادہ خطرناک، غرض جتنا بڑا اجتماع ہوگا وہ اتنا ہی خطرناک اور فتنہ پرور ہوگا۔ جامعات میں لڑکیوں کو بھیجنے والے والدین اپنی اولاد کو آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ وہاں کامیابی کی معراج یہ ہے کہ لڑکی خوب محنت کرکے پڑھ لکھ کر امتحان میں کامیاب ہوجائے اور سند فراغ حاصل کرکے عالمہ فاضلہ کہلا کر گھر آجائے، یہ کون سا کمال ہے، کامیابی کا یہی معیار اسکول کالج کی لڑکیوں میں بھی سمجھا جاتا ہے ان کا علم بھی کتابوں اور ڈگریوں تک محدود ہے، اصل چیز جس کا دونوں جگہ فقدان ہے سیرت و کردار ہے، پڑھ لکھ کر عالم بن جانا مدرس یا مقرر بن جانا کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ صحیح علم اور اس کے مطابق عمل کی توفیق ہوجائے۔

جامعات البنات میں گو وہ فتنہ نہیں جو اسکول کالجوں میں ہے مگر عمل کا فقدان تو یہاں بھی ہے، سالہا سال پڑھنے والی لڑکیوں کے بھی دل نہیں بنتے ظاہر

میں تبدیلی آجاتی ہے باطن میں کوئی انقلاب نہیں آتا یادرکھئے! انسان میں تبدیلی لانے بلکہ انقلاب برپا کرنے میں سب سے بڑا دخل ماحول کا ہے، انسان ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے انہیں گھر سے نکالنے کی بجائے گھر کے ماحول کو شریعت کے مطابق بنائیں، ایسا ماحول مہیا کیجئے کہ گھر کی چار دیواری ہی عورتوں اور بچوں کے لئے تربیت گاہ بن جائے، لڑکیوں کو باہر نکالنے کی ضرورت نہیں اپنے گھر کو ہی مدرسہ بنایئے اسی میں لڑکیاں پڑھیں اور تربیت پائیں مگر آج کل کے کم ہمت والدین کہتے ہیں یہ کام ہم سے نہ ہوگا۔ جو والدین لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے خواہش مند ہیں وہ سیدھے جامعات کا رخ کرتے ہیں خود کوئی دردسر مول لینا نہیں چاہتے اور جنہیں ابھی جامعات کا پتا نہیں یا ویسے لڑکیوں کو گھر سے نکالنے کے قائل نہیں وہ گھر میں رکھنے کے باوجود ان بے چاریوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہیں کرتے، بس گھروں میں پڑی پڑی سوتی رہیں خراٹے لیتی رہیں گھر کا کام نوکرانیوں کے سپرد ہے انہیں کوئی سروکار نہیں، اسی طرح پڑی پڑی جوان ہوجاتی ہیں شادیاں ہوجاتی ہیں مگر سیکھتی کچھ بھی نہیں دین کا علم تو اپنی جگہ کھانا پکانے کا بھی سلیقہ نہیں آتا نہ جھاڑ پونچھ اور صفائی نہ ہی کوئی اور کام، یہ اولاد سے دشمنی نہیں تو کیا ہے؟ پھر جب گھر میں پڑی پڑی بیمار ہوجاتی ہیں تو ڈاکٹر کے پاس بھاگتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب صحت خراب ہے بھوک نہیں لگتی موٹاپا بڑھتا جارہا ہے ڈاکٹر کہتا ہے نکلو گھر سے باہر اور خوب تفریح کرو جو بے دین عورتیں ہوتی ہیں وہ تو سنتے ہی نکل جاتی ہیں بلکہ اڑ پڑتی ہیں گویا پہلے سے منتظر تھیں، لیکن دین دار کہلانے والی خواتین کو نکلنے میں کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے، وہ ڈاکٹر کے مشورہ کے بعد فتوی بھی لیتی ہیں کہ طبیعت خراب رہتی ہے ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ باہر نکل کر کچھ تفریح کریں تو کیا پردہ کے ساتھ کچھ دیر کے لئے باہر نکل جایا کریں؟ یا بعض عورتیں پوچھتی ہیں کہ ہم گاڑی میں بیٹھے بیٹھے کچھ دیر گھوم لیا کریں؟ تو میں انہیں جواب دیتا ہوں کہ ڈاکٹر نے آپ کی غلط تشخیص کی ہے غلط علاج بتا دیا ہے،

آپ کی تکلیف اور پریشانی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آپ گھر میں کام نہیں کرتیں اور علاج بھی یہی ہے کہ گھر کے کام کیجئے خاص طور سے چکی پیسنا شروع کیجئے، سب بیماریوں کا علاج ہو جائے گا بالکل ٹھیک ہو جائیں گی، یہ علاج ایک بار کر کے دیکھئے رہا ڈاکٹر کا مشورہ تو وہ چونکہ خود بے دین اور آزاد ہے اس لئے اس نے مشورہ بھی ایسا غلط دیا جو دین کے خلاف ہے، ڈاکٹر بھی بے دین اور اس سے مشورہ لینے والی یہ عورتیں بھی عموماً بے دین، دونوں ایک دوسرے کے ہم مسلک اور ہم مزاج:

﴿الخبیث للخبیثین والخبیثون للخبیثت﴾

(۲۴. ۲۶)

ڈاکٹر کا مشورہ چونکہ بے دین اور بے پردہ عورتوں کے حسب منشأ ہوتا ہے اس لئے خوش ہو جاتی ہیں اور فوراً اس پر عمل شروع کر دیتی ہیں۔

مخلوق کی مختلف قسمیں:

اگر کسی کو اشکال ہو کہ اگر کوئی عورت بیمار ہو اور واقعۃً اسے چلنے پھرنے اور ہوا خوری کی ضرورت ہو تو کیا اس کے لئے بھی نکلنا جائز نہیں؟ کیا ایسی ضرورت مند عورت کو گھر میں بند رکھنا ظلم نہ ہوگا؟ اس کا جواب سنئے اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں انہوں نے اپنی مخلوق مختلف قسم کی پیدا فرمائی ہے اور ہر مخلوق کا ایک مخصوص مزاج رکھا ہے مثلاً مچھلی پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی، ان ڈاکٹروں کی طرح کوئی نادان اس مچھلی کو سمجھائے کہ تو تو ہر وقت پانی میں قید ہے خاص طور سے یہ سمندر کا پانی تو ہے بھی کڑوا اس میں رہنے کا کیا مزا۔ باہر نکل کر دیکھ دنیا میں کیا کیا رنگینیاں ہیں کیسے کیسے مزے ہیں چھوڑ اس پانی کو ذرا باہر نکل ہمارے ساتھ گھوم ہم تجھے شالیمار اور فلاں فلاں باغ کی سیر کرائیں انارکلی دکھائیں اور لال قلعہ کا نظارہ کرائیں یہاں

خشکی پر انواع واقسام کی مخلوق بستی ہے اس سے تمہیں ملائیں۔اور ہاں یہاں بنی اسرائیل کی مچھلیاں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں، آگے پیچھے دائیں بائیں ہر سو بکھری پڑی ہیں ان کا بھی تمہیں دیدار کرائیں، آپ گھنٹا بھر تقریر کریں اور خشکی کے وہ منافع اور فضائل بیان کریں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں لیکن انصاف سے بتائیے مچھلی اس کا کیا اثر لے گی؟ اس کی طرف سے تو ایک ہی جواب ہوگا کہ خشکی تمہیں مبارک ہو یہ ساری رنگینیاں یہ تمام نظارے اور مزے رکھو اپنے پاس، میرا تو جینا مرنا پانی میں ہی ہے تم تو پانی کو چھوڑ کر مستقل باہر آنے کی دعوت دے رہے ہو میں ایک لمحہ نکلنے کو بھی تیار نہیں۔اگر جبراً کسی نے پکڑ کر اس بے چاری کو پانی سے نکال دیا تو نتیجہ کیا ہوگا کہ تھوڑی ہی دیر میں تڑپ تڑپ کر جان دے دے گی اسے موت قبول ہے مگر پانی سے جدائی گوارا نہیں ؎

گرچہ در خشکی ہزاران رنگہا ست
ماہیان را با یبوست جنگہا ست

اس کے برعکس انسان یا کسی بھی خشکی کی مخلوق کو بہلا پھسلا کر پانی میں ڈال دیجئے اس کا نتیجہ بھی یہی دیکھیں گے کہ اس کا سانس رک جائے گا اور چند لمحوں میں ہی مر جائے گا اسی طرح کسی دیہاتی کو پکڑ کر شہر میں یا شہری کو دیہات میں چھوڑ دیں، یا گرم علاقے میں بسنے والے کو سرد علاقے میں اور سرد علاقے کے باشندے کو گرم علاقے میں لاکر چھوڑ دیں تو کیا نتیجہ نکلے گا کہ بے چارے کا جینا دوبھر ہو جائے گا اور یہی دہائی دے گا کہ اللہ! مجھے میرے ٹھکانے پر چھوڑ آؤ۔ان مثالوں سے کیا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کا ایک مخصوص مزاج بنایا ہے جو دوسری مخلوق کے مزاج سے نہیں ملتا، ایک مخلوق کو آپ دوسری مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے، ایک چیز ایک مخلوق کے لئے باعث راحت وآرام بلکہ مدار زندگی ہے مگر وہی چیز دوسری مخلوق کے لئے باعث ایذاء وپریشانی بلکہ موت کا پیغام ہے مرد وعورت بھی دو الگ الگ مخلوق ہیں ان کے مزاج ومذاق ایک دوسرے سے الگ، دائرہ کار الگ اور بہت

سے احکام الگ ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز مرد کے حق میں مفید ہو وہ عورت کے حق میں بھی مفید ہو۔

انسانوں کی دو قسمیں:

یہ تو ظاہری تقسیم تھی، باطنی اور روحانی لحاظ سے بھی انسان دو قسموں میں بٹے ہوئے ہیں ایک قسم اللہ کے بندے اور دوسری قسم شیطان کے بندے، عورتوں میں بھی کچھ اللہ کی بندیاں کچھ شیطان کی بندیاں، اللہ تعالیٰ نے عورت کی صحت وراحت رسانی کا پورا سامان اس کے گھر میں رکھ دیا ہے، خاوند کا گھر کتنا ہی تنگ وتاریک ہو ذرا سی کوٹھڑی ہو جس میں ہوا اور روشنی کا گزر بھی نہ ہو مگر اس میں رہنے والی اللہ کی بندی ہے تو اسی کوٹھڑی میں بند رہے گی اور صبر وشکر سے اپنا وقت گزارے گی اس کی صحت بھی بالکل ٹھیک رہے گی، اگر بالفرض بیمار پڑ گئی تو بھی اندر ہی رہ کر دواء دارو کرے گی اور ٹھیک ہو جائے گی گھر سے باہر نکلنے کی اسے ضرورت اور نہ ہی فرصت اس کے ذہن میں تو گھر سے باہر نکلنے کا تصور تک نہیں آتا وہی مچھلی والی مثال کہ بیمار ہو تندرست ہو پانی سے نکلنے کا نام نہیں لیتی پوری زندگی پانی میں اور موت بھی پانی میں قبر بھی اسی پانی میں، اللہ کی بندی کے لئے تو گھر کی چار دیواری، بمنزلہ پانی کے ہے۔ لیکن شیطان کی بندی بند رہنا قبول نہیں کرتی بڑے سے بڑا مکان بلکہ بنگلا ہو کوٹھی ہو مگر اسے بند رہنا قبول نہیں اس کا سانس گھٹتا ہے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے باہر نکل پڑتی ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ بازاروں میں گھومتی ہے یہ بیماری کا علاج ہو رہا ہے اور صحت کی حفاظت ہو رہی ہے، ارے ایسی صحت سے تو موت اچھی ہے۔

عورتوں کی دینداری کا تھرمامیٹر:

جو عورتیں یہ معلوم کرواتی ہیں کہ ہماری صحت ٹھیک نہیں رہتی ڈاکٹر صاحب نے تفریح کا مشورہ دیا ہے۔ میں انہیں یہ جواب دیتا ہے کہ ٹھیک ہے باہر نکل کر گھوم

پھر کر دیکھیں اگر باہر کی ہوا آپ کو موافق آ رہی ہے اور صحت پر اچھا اثر پڑ رہا ہے تو یہ اس بات کی پکی دلیل ہے کہ آپ اللہ کی بندی نہیں۔ اللہ آپ سے ناراض ہے اور شیطان خوش ہے لہٰذا گھر لوٹ کر توبہ کریں اللہ کو راضی کریں، اس گناہ سے باز آ جائیں اور اگر باہر کی ہوا موافق نہیں آتی اس سے صحت اور بگڑتی ہے طبیعت مزید خراب ہوتی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کی بندی ہیں اللہ آپ کے باہر نکلنے پر راضی نہیں وہ آپ کو مجبور کر کے گھر میں بٹھانا چاہتا ہے لہٰذا گھر میں آ کر قرار پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، باہر نکلنے کے باوجود آپ کا بیمار رہنا، تندرست نہ ہونا یہ بتا رہا ہے کہ آپ دیندار ہیں جسمانی طور پر بیمار سہی مگر روحانی طور پر تندرست ہیں گھر میں آرام سے بیٹھیں آپ کا علاج گھر میں ہی ہوگا۔ یہ ایک معیار اور تھرمامیٹر ہے دیندار اور بے دین عورتوں کی پہچان کا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ظلم نہیں ان کا ہر کام عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عورت کو وہ حکم دیں کہ گھر کی چار دیواری میں بند رہے باہر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اس کا کام گھر میں ہی محدود ہے، اسے پابند کریں گھر میں رہنے کا اور صحت کے اسباب رکھیں گھر سے باہر کی فضاء میں تفریح کرنے میں، یہ تو ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا خیال لانا بھی کفر ہے، لہٰذا عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت کی صحت کا راز گھر کی چار دیواری میں بند رہنے میں ہے، اگر بیمار پڑے تو علاج بھی اسی جگہ ہو ڈاکٹر کی بات پر کان نہ دھریں شریعت کی بات مقدم ہے۔

یہ تو عورتوں کی بات تھی مردوں کے مزاج میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا ہے، ہر مرد کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ ضروری نہیں رکھا کہ اس کی صحت تفریح کرنے پر موقوف ہو۔ بعض مردوں کو باہر کی ہوا موافق آتی ہے اور بعض کو اپنے گھر کی، اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے سے جیسا کام لینا چاہتے ہیں اور جس جگہ لینا چاہتے ہیں اس کی طبیعت اس کے موافق بنا دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، علاج کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت وقدرت کارفرما ہے، ایک ہی قسم کی

مخلوق اور ایک ہی قسم کی بیماری مگر ایک کا علاج ایک دواء سے ہوتا ہے دوسرے کا علاج دوسری دواء سے، یہ حقیقت بھی عام مشاہدات سے ثابت ہے کہ اللہ کے بندوں کو حلال طیب غذاؤں اور دواؤں سے فائدہ ہوتا ہے اور نافرمانوں کو حرام وناپاک چیزوں سے۔

ڈاکٹر جس چیز کو عورتوں کے لئے ضروری کہہ رہے ہیں وہ تو مردوں کے لئے بھی ضروری نہیں، اس کی ایک مثال تو میں ہوں میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، میری زندگی آپ کے سامنے گزر رہی ہے میرے لئے اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرما دیا ہے کہ ایک جگہ بیٹھ کر کام کرو (اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ حضرت اقدس کو گوشہ خلوت میں بٹھا کر آپ کی آواز کو پوری دنیا میں پہنچا رہے ہیں۔ جامع) ہر وقت ایک کمرے میں بند رہتا ہوں بس مسجد میں نماز کے لئے اور مسجد میں حلقۃ العلماء میں دوپہر کو آدھے گھنٹے کے لئے آتا ہوں اور عصر کے بعد بیان بھی مسجد ہی میں (مسجد اتنی قریب کہ اس کے دروازے کے اوپر تقریباً سامنے ہی اوپر کی منزل میں حضرت اقدس کے کمرے کا دروازہ ہے درمیان میں صرف زینہ ہے وہ بھی بہت تنگ اور ہر طرف سے بالکل بند پھر مسجد بھی کسی وسیع میدان میں نہیں اور کچھ کشادہ حالت میں نہیں بلکہ دارالافتاء کی قدیم بہت مختصر سی ڈبیا جیسی عمارت میں بند بہت چھوٹی سے مسجد ہے جس کی آواز اللہ کے فضل وکرم سے پوری دنیا میں گونج رہی ہے۔ جامع) وضوء وغیرہ کے لئے مکان کے برآمدے کی طرف جاتا ہوں یا صبح وشام پانچ دس منٹ کے لئے برآمدے سے باہر کھلی چھت پر جاتا ہوں جس سے یہ مقاصد ہوتے ہیں:

1. باہر سامنے علماء، طلبہ، مجاہدین، الرشید ٹرسٹ اور ضرب مؤمن کے عملہ کو دیکھنا، ان کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔
2. اللہ کی مختلف قسم کی مخلوق کو دیکھ کر اسباق معرفت حاصل کرنا۔

③ درختوں پودوں اوران کے پھول پتیوں سے محبوب حقیقی کی معرفت ومحبت میں ترقی کی کوشش کرنا اس وقت یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

گلستاں میں جاکر ہر ایک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

④ آسمان کی طرف دیکھ کر بذریعہ تفکر دل بنانے کی کوشش کرنا، پرندوں کی پروازوں کو بھی غور سے دیکھتا ہوں اوراپنے اللہ کی قدرت کوسوچتا ہوں۔

⑤ اللہ کی مخلوق کودیکھ کران کے لئے اوراپنے لئے دعاء کرنا دل پر ہاتھ رکھ کر یوں دعاء کرتا ہوں:

﴿اللهم ارحم عبادک﴾ (تین بار)

پھر یوں کہتا ہوں: یااللہ! تو نے میرے دل میں اپنی مخلوق کے لئے جو رحمت رکھی ہے اس کے صدقے سے تو میرے قلب اور قالب پر اپنی رحمت کاملہ واسعہ بالغہ نازل فرما۔ سر پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں: ''زفرق تاقدم'' پھر دل پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں:

﴿اللهم ثبت قلبی علی دینک واهدنی من عندک، وافض علی من فضلک واسبغ علی من رحمتک وانزل علی من برکاتک، اللهم نور قلبی بنور معرفتک ابدا یا الله یا الله یا الله تین بار لا اله الا الله مع ضرب خفیف وشغل، پھر آخر میں محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم﴾

یہ تفصیل اس لئے بتادی کہ شاید سننے والوں میں سے کسی کے کام آجائے۔ کچھ مدت تک فجر کے بعد روزانہ تقریباً آدھا گھنٹا اورخمیس کے دن صبح کی بجائے

عصر کے بعد جہاد کی مشق کرنے اور دوسروں کو جہاد کی تربیت دینے کے لئے باہر نکلنے کا معمول رہا ہے جواب کئی سالوں سے بالکل متروک ہے۔ صبح وشام صرف چند منٹ یہ کام کر کے پھر کمرے میں آجاتا ہوں چوبیس گھنٹے اسی میں بند ہوں زندگی کا ایک بڑا حصہ اسی میں گزار دیا لیکن صحت دیکھ لیجئے ابھی بھی جوان ہوں اور بحمد اللہ صحت مزید بہتر ہو رہی ہے، عجیب بات یہ کہ باہر نکلتا ہوں تو بیمار پڑ جاتا ہوں کمرے میں بند رہوں اپنے کام میں مصروف رہوں تو بالکل تندرست اور توانا رہتا ہوں ڈاکٹروں سے پوچھیں تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی وہ الٹی بات کریں گے کہ اندر بیٹھنے والے کو بیمار پڑنا چاہیے یہ تندرست کیوں ہے؟ انہیں اتنا شعور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر شخص سے جدا ہے۔

یہاں ایک طالب علم ہمارے عزیز ہیں، وہ عید کی چھٹیوں میں لاہور اور فیصل آباد میں رشتہ داروں سے ملنے چلے گئے وہاں جا کر بیمار پڑ گئے اس لئے فیکس بھیجا کہ جمعہ تک میری چھٹی بڑھا دی جائے۔ چھٹی بڑھا دی گئی مگر وہ جمعہ کو نہ آئے ہم انتظار میں تھے کہ ابھی تک کیوں نہیں پہنچے رات فون آ گیا کہ وہ اور زیادہ بیمار ہو گئے ہیں، جو صاحب فون پر بات کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ پنجاب کی ہوا اس بچے کو موافق نہیں آئی اس لئے بیمار پڑ گیا تو وہ کہنے لگے نہیں نہیں پنجاب کی ہوا تو اتنی عمدہ اور اتنی بہتر ہے کہ کراچی کی ہوا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، لوگ پنجاب سے کراچی آتے ہیں تو بیمار پڑ جاتے ہیں یہاں سے کوئی پنجاب جائے تو اور تندرست ہو جاتا ہے، لوگوں میں مشہور ہے کہ پنجاب کا پانی بھی کراچی کے گھی سے زیادہ طاقتور ہے۔ میں نے فون پر جب یہ کہا کہ شاید انہیں آب وہوا موافق نہیں آئی تو وہ پنجاب کی صفائی پیش کرنے لگے کہ یہاں کی آب وہوا تو بڑی صحت افزاء اور مفرح ہے۔ میں نے کہا ہمارے لئے تو کراچی کی آب وہوا ہی صحت افزاء ہے دیکھئے میں کتنے عرصے سے کراچی میں بیٹھا ہوں میری صحت گرنے کی بجائے اور ابھی ہو رہی ہے قوت میں اضافہ ہو رہا ہے ایک مجاہد کو دیکھ لیتا ہوں تو گویا ایک کلو

خون بڑھ جاتا ہے مجاہدین کے غلبہ اور فتوحات کی خبریں سنتا رہتا ہوں اور خون بڑھتا رہتا ہے۔

کفرستان سے متعلق غلط تأثر:

یہ غلط مشہور ہوگیا کہ صحت بنانے کے لئے باہر نکلنا ضروری ہے اور بے دین لوگوں نے بیرونی ممالک انگلینڈ، امریکا، کینیڈا اور نہ جانے دوسرے کون کون سے ممالک ویسٹ انڈیز اور باربڈوز وغیرہ سے متعلق مشہور کر رکھا ہے کہ معاذ اللہ! وہ دنیا کی جنت ہیں ان کی کھلی فضاء ہر طرف لوگوں کی چہل پہل جگہ جگہ سمندر کے نظارے پھر فضاء ایسی صاف کہ گرد وغبار کا کہیں نام ونشان نہیں نہ دھوپ کی تپش وقفے وقفے سے بارش کھلی سڑکیں، کشادہ پارک، بڑے بڑے باغ اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں گھوم پھر کر دیکھیں تو جنت کا نظارہ محسوس ہوتا ہے یہ تو بیرونی منظر تھا کھانے پینے کے مزے ان پر مستزاد ہیں خالص اور عمدہ غذائیں، جو بھی وہاں جاتا ہے اس کی صحت اچھی ہو جاتی ہے یہ تو لوگوں کا تأثر ہے مگر میرا حال سنئے میں ان کفرستانوں میں تین ہفتے کے ارادے سے گیا تھا کہ اللہ کے باغیوں تک اللہ کے فرمان پہنچا کر ان کو فرماں بردار بناؤں، بغاوت چھوڑ کر اطاعت کا راستہ اختیار کریں یہ مقصد لے کر صرف تین ہفتے کے لئے گیا تھا مگر وہاں جانے کے بعد بیان کے مطالبے اتنے زیادہ ہوگئے کہ تین ہفتوں کی بجائے تین مہینے صرف ہوگئے، جو لوگ وہاں جانے کے لئے رالیں ٹپکاتے ہیں اور ان ملکوں کو جنت نظیر سمجھتے ہیں ان کے خیال میں تو تین ماہ میں میری صحت بہت اچھی ہو جانی چاہئے تھی مگر کیا بتاؤں یہ تین ماہ مجھ پر کس طرح گزرے، صحت اتنی گر گئی اتنی گر گئی کہ زندگی میں کبھی نہ گری تھی، اس دوران میں دعاء کرتا تھا کہ یا اللہ! اس کفرستان میں میری موت نہ آئے اس کفرستان سے کسی طرح نکل جاؤں تو موت آئے یا اللہ! اس کفرستان میں موت آگئی تو کیا بنے گا دعائیں کرتا تھا۔ اسی کفرستان میں وہ ٹورنٹو والا قصہ بھی پیش آیا جو

سنا تا رہتا ہوں۔ عبرت کے لئے پھر سن لیجئے میں حکیموں ڈاکٹروں سے بہت بچتا ہوں دوسروں کو بھی ان سے حتی الامکان دور رہنے کی تلقین کرتا ہوں مگر ٹورنٹو پہنچ کر خود ان کے ہتھے چڑھ گیا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پنہاں تھی جو بعد میں سامنے آئی، وہاں رہتے ہوئے ایک دن مجھے کولہے کے اوپر گردے کے مقابل ذرا سا درد محسوس ہوا مجھے معلوم تھا کہ یہ کوئی خطرے کی چیز نہیں بس ایسے ہی ذرا اعصابی یا ریاحی درد ہے پہلے بھی کبھی کبھی ہوتا رہا ہے مگر اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عبرت کا سبق دینا مقصود تھا اس لئے میزبان کے سامنے بیٹھے بیٹھے میری زبان سے نکل گیا کہ یہاں کولہے پر ذرا سا درد محسوس ہو رہا ہے وہ بے چارے فکر مند ہو گئے اور فوراً ڈاکٹر کو بلوالیا ڈاکٹر بھی معمولی درجے کا نہیں مشہور اور بہت بڑے ہسپتال کا مالک، بظاہر دیکھنے میں نیک لگتا تھا، ڈاکٹر کا نام سنتے ہی مجھے کوفت ہونے لگی مگر میزبان کی خاطر صبر کرلیا سوچا ڈاکٹر آ کر دیکھ لے گا اور ہلکی پھلکی سی دواء دے کر چلا جائے گا اس میں کون سی پریشانی کی بات ہے مگر ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا کہ ذرا میرے ہسپتال میں چلیں وہاں صحیح معاینہ ہوگا یہ سنتے ہی میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے یا اللہ خیر! یا اللہ خیر!! یا اللہ خیر!!! سوچا ہسپتال میں جا کر بنے گا کیا خلاصی کا آسان سا راستہ موجود تھا کہ جانے سے انکار کردوں مگر میزبان کا پاس خاطر منظور تھا کہ وہ کیا کہیں گے کہ ہم نے اتنے بڑے ڈاکٹر کو بلوایا وہ ہسپتال چھوڑ کر آیا اس کا معاینہ کیا اور اب یہ جاتا نہیں پھر ڈاکٹر بھی کیا کہے گا کہ میں اپنا ہسپتال چھوڑ کر بڑی محبت اور عقیدت سے آیا ہوں مگر یہ ہسپتال جانے پر تیار نہیں، یہ باتیں سوچ کر ان کی مروت میں چلا گیا راستہ میں بھی وہی فکر کہ یا اللہ خیر! یا اللہ خیر!! بہت دعائیں کرتا رہا جیسے ہی ہسپتال میں پہنچے تو کہنے لگے کہ آپ کا الٹرا ساؤنڈ ہوگا۔ یا اللہ خیر! الٹرا ساؤنڈ؟ میں تو اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ الٹرا ساؤنڈ صرف عورتوں کا ہوتا ہے حمل کا احساس ہوتے ہی ہسپتال پہنچ جاتی ہیں اور جب تک بچے کی ولادت نہ ہو

ہسپتال کے چکر ہی کاٹتی رہتی ہیں بار بار الٹراساؤنڈ کراتی ہیں اور ہر مرتبہ نئی پریشانی لے کر آتی ہیں کہ کسی کا بچہ الٹا ہے کسی کا ٹیڑھا کسی کا بڑا کسی کا چھوٹا، کسی نہ کسی بہانے ہسپتال پہنچی ہوئی رہتی ہیں میں یہ باتیں سنتا رہتا تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ الٹراساؤنڈ تو ہے ہی بچے جننے والی عورتوں کے لئے۔ ہاں ایک نئی بات بھی سنی ہے کہ داڑھی منڈے مردوں کے پیٹ سے بھی بچے نکل رہے ہیں آپ لوگوں نے کہیں اخباروں میں پڑھا ہوگا لیکن ڈاڑھی والا مرد کبھی بچہ نہیں جن سکتا کسی ڈاڑھی والے سے متعلق کبھی ایسی خبر کسی نے نہ سنی ہوگی نہ آیندہ سنے گا، یہ کام عورتوں کا ہے یا زنانہ صورت مردوں کا۔ ڈاکٹر نے مجھے کہہ دیا کہ آپ کا الٹراساؤنڈ ہوگا یہ سن کر میں ڈر گیا کہ یااللہ! میرا الٹراساؤنڈ کیوں؟ لیکن انکار بھی نہیں کرسکتا تھا، میزبان کی خاطر سب کچھ برداشت کررہا تھا، آخر انہوں نے اس مخصوص کمرے میں بھیج دیا جہاں الٹراساؤنڈ کیا جاتا ہے۔ وہاں کا عملہ بھی بڑی محبت اور عقیدت سے پیش آیا بڑے احترام سے ایک جگہ لٹا دیا اور پیٹ اور سینے پر لئی جیسی کوئی سفید سی چیز ملنے لگے گھن تو بہت آرہی تھی مگر بکرا بے چارہ قصاب کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو کیا کرسکتا ہے دل ہی دل میں کڑھتا رہا ان لوگوں نے الٹراساؤنڈ کرکے نتیجہ ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا ڈاکٹر صاحب کہنے لگے آپ کے پتے میں بہت سی پتھریاں ہیں۔ ایک دو نہیں بہت سی پتھریاں نہ جانے کتنی جیسے ہی ڈاکٹر نے یہ بات کہی میں نے ایک دم بہت زور سے ہاتھ جھٹک کر گرجدار لہجے سے کہا کہ ایک بھی نہیں۔ وہ حیرت سے میرا منہ تکنے لگے کہ عجیب مریض ہے، وہ الٹراساؤنڈ دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور میں سنتے ہی فوراً اتنی شدت سے انکار کررہا ہوں ڈاکٹر صاحب کی حیرت اور پریشانی دور کرنے کے لئے میں نے پوچھا کہ الٹراساؤنڈ کا نتیجہ کبھی غلط بھی ہوسکتا ہے؟ کہنے لگے ہاں سو میں سے ایک۔ حالانکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ غلط بھی ہوتا ہے۔ میں نے تو صرف ان کی تسلی کے لئے یہ جملہ کہہ دیا جواب میں انہوں نے تسلیم کرلیا کہ

ہاں غلط ہو سکتا ہے مگر ایک فیصد۔ میں نے کہا سو میں سے ایک نتیجہ غلط ہوتا ہے وہی میری طرف آ گیا ہے، ناوے نتائج جو درست ہوتے ہیں وہ آپ کے دوسرے مریضوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پھر کہنے لگے ہزار میں سے ایک غلط ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہزار میں ایک غلط ہو یا لاکھ میں سے ایک بہرحال وہ غلط میری طرف آ گیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر سر جھکانے کے بعد ذرا دبی زبان سے بولے: ''یہ ایمر جنسی ہے اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ یہیں آپریشن کروا لیجئے ورنہ کراچی پہنچتے ہی پہلی فرصت میں کسی ہسپتال سے رابطہ کیجئے'' میں نے کہا کہ کچھ ہے ہی نہیں تو آپریشن کس لئے۔

اس کے بعد جب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہاں میرے میزبان نے باتوں باتوں میں بتایا کہ یہاں مستشفی الاحد میں کی بڑے بڑے ڈاکٹر ان کے بیٹوں کے شاگرد ہیں یہ سن کر مجھے خیال آیا کہ یہاں بھی دکھا لینا چاہئے میں نے میزبان کو ٹورنٹو کا سارا قصہ بتایا تو وہ مجھے مستشفی الاحد لے گئے انہوں نے کئی ایکسرے لے کر بتایا کہ کچھ بھی نہیں پتا بالکل صاف ہے میں نے کہا کہ ٹورنٹو والے کیوں کہتے تھے کہ پتے میں بہت سی پتھریاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ پھر ایک اور کام کرتے ہیں آپ کل پھر آئیں ساتھ دودھ کا ایک گلاس اور دو انڈے لائیں انڈے دودھ میں حل کر کے پلائیں گے پھر ایکسرے لیں گے دوسرے دن گئے انڈے دودھ میں حل کر کے پلائے، پھر انہوں نے ایک نہیں کئی کئی ایکسرے لئے پھر کہنے لگے کچھ بھی نہیں بالکل صاف ہے پھر ایکسرے لینے والے بہت ہی پرتپاک لہجے سے اچھل کر کہنے لگے:

﴿انت شاب فتزوج﴾

''آپ جوان ہیں شادی کیجئے۔''

میں بھی اچھل کر ایک دم کھڑا ہو گیا اور بڑے جوش سے کہا:

﴿اتزوج دحین فی مدینة الرسول صلی اللہ علیه

وسلم﴾

''ابھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شادی کرتا ہوں۔''

ایسے ہی ذرا لطیفے کی بات ہوگئی ورنہ شادی تو ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔

زہے شادی کہ قربانش کنم ہر شاد مانی را
خوشا مستی کہ گرد یار چون پر کار می رقصم

تعلق مع اللہ کی دولت جسے نصیب ہو جائے اس کے سامنے دنیا بھر کی شادیاں ہیچ ہیں گرد ہیں اللہ تعالیٰ اپنے تعلق کی دولت نصیب فرما دیں اس کے آگے دنیا بھر کی خوشیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ ہے ڈاکٹروں کا حال میں جو ڈاکٹروں سے بچنے اور ہسپتالوں سے دور رہنے کی وصیت کرتا ہوں یہ یونہی بلا وجہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے میرے مشاہدات اور تجربات ہیں یہ تو ایک واقعہ بتا دیا مزید واقعات چھیڑ دوں تو ختم ہی نہ ہوں اسی واقعہ سے سبق لیجئے اتنا بڑا ماہر ڈاکٹر اور وہ بھی اپنے اندازے سے نہیں کہہ دیا الٹراساؤنڈ کروا کے اس میں دیکھ کر پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہے آپ کے پتے میں بہت سی پتھریاں ہیں اسے اتنا پختہ یقین ہے کہ مریض کو مہلت دینے کو بھی تیار نہیں بس ابھی ابھی آپریشن کرا لیجئے ایمرجنسی ہے، کوئی اور مریض ہوتا تو اسی وقت آپریشن کے لئے تیار ہو جاتا ڈاکٹر بھی تیار بیٹھے ہیں چیر پھاڑ شروع کر دیتے لیکن میں نے ڈاکٹر کی بات کو پوری قوت کے ساتھ رد کر دیا پھر مدینہ منورہ میں ڈاکٹروں نے سو فیصد تصدیق کر دی کہ واقعۃً کچھ بھی نہیں۔ اس سے سبق لیجئے بغیر کسی شدید مجبوری کے ڈاکٹروں کا رخ نہ کیجئے اور جب تک ممکن ہو ایکسرے اور الٹراساؤنڈ وغیرہ کے چکر سے بھی بچیئے، علاج میں اعتدال اختیار کریں۔ (اس بارے میں حضرت اقدس کا وعظ ''علاج یا عذاب'' دیکھیں۔ جامع)۔

ڈاکٹروں کا غلط مشورہ:

بات یہ ہو رہی تھی کہ بے دین اور بے کار عورتیں گھر میں پڑی پڑی بیمار ہونے لگتی ہیں تو بے دین ڈاکٹروں سے مشورہ لیتی ہیں وہ یہ علاج بتاتے ہیں کہ گھر سے باہر نکل جائیں اور گدھیوں اور کتیوں کی طرح روڈوں پر بازاروں میں گلی کوچوں میں گھومتی پھرتی رہیں۔ غیر مردوں کا خوب نظارہ کریں اور نظارہ کرائیں بس ٹھیک ہو جائیں گی یہی آپ کے مرض کا علاج ہے۔ میں نے بتایا کہ اسلام اس تعطل اور بیکاری سے روکتا ہے اس کا حکم کہ گھر کا کام عورتیں اپنے ہاتھ سے انجام دیں مگر آج کل کی اکثر عورتیں اسلام کے اس اہم حکم کو پس پشت ڈال چکی ہیں اس لئے بیماریوں کا شکار ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے بیمار پڑ جاتی ہیں پھر ڈاکٹر بھی علاج وہ بتاتے ہیں جو سراسر اسلام کے خلاف ہے جس میں اسلام کا مذاق ہے کہ عورتیں گھروں سے باہر نکل کر بے پردگی کا خوب خوب مظاہرہ کریں اس کے نتیجے میں تندرست ہو جائیں گی بے دینی کا علاج بے دینی کے ذریعے ہو رہا ہے گویا یہ علاج بالمثل ہے۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ یہ ڈاکٹر عورتوں کو تفریح کا مشورہ دے رہے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ مردوں کے لئے بھی تفریح ضروری نہیں عورتوں کے لئے تو ہے ہی ناجائز مردوں کے لئے گو حدودِ شریعت کے اندر جائز ہے مگر ان کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری نہیں۔ اس کے بغیر بھی مرد تندرست اور زندہ رہ سکتے ہیں اور زندہ ہیں۔ میری مثال آپ کے سامنے ہے چند فٹ کے ایک کمرے میں بند ہوں اور دن رات کا اکثر حصہ اسی میں گزرتا ہے کوئی سیر نہیں کوئی تفریح نہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ بالکل تندرست اور ہشاش بشاش ہوں۔ ارے اللہ کے بندو! تفریح چلنے پھرنے یا دیکھنے سننے میں نہیں بلکہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں، حقیقی تفریح اور مسرت تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے تعلق اور ذکر و فکر میں ہے۔ میں کمرے میں بند ہوں بس اپنے کام سے کام رکھتا ہوں کوئی مقوی دوائیں بھی نہیں

کھاتا ہاں شہد اور دودھ استعمال کر رہا ہوں یہی میری دواء اور یہی میری غذاء ہے کہیں تفریح کے لئے نہیں نکلتا لیکن صحت بحمد اللہ تعالیٰ تفریح کرنے والوں سے بھی اچھی ہے۔ انوار الرشید جلد اول عنوان ''آتش عشق'' میں ''نسخۂ اصلاح'' کے نام سے میری ایک نظم ہے اس کا ایک شعر ہے آپ لوگ بھی یاد کرلیں۔

مری جاں کی راحت مرے دل کی فرحت
یہ شیر وشکر ہیں مرے تن میں ساری

دو تین روز ہوئے میں یہی شعر پڑھ رہا تھا تو خیال آیا کہ اب تو شیر وشکر کی بجائے شیر وشہد استعمال کر رہا ہوں۔ دودھ میں شکر کی بجائے شہد ملاتا ہوں۔ اس لئے شعر میں ترمیم کرنی پڑی اب دوسرا مصراع اس طرح پڑھتا ہوں ع

حلیب وعسل ہیں مرے تن میں ساری

حلیب دودھ اور عسل شہد یہاں راحت وفرحت سے مراد وہی حقیقی راحت اور فرحت ہی ہے جو تعلق مع اللہ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے یہ دولت اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرما دیں۔ جسے یہ فرحت نصیب ہو جائے وہ تو ایسا مست اور خوش وخرم ہوگا کہ دنیا کی تفریح وسیر کا دل میں خیال لانا بھی گوارا نہ کرے گا۔ الحمد للہ! میں اپنے کمرے میں بند رہتا ہوں مگر صحت مند اور خوش ہوں۔ بیماریوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے بچا رکھا ہے۔ یہ طرح طرح کی بیماریاں عموماً انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہیں جو کام نہیں کرتے سیر وتفریح کے شائق رہتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے ہسپتال انہی لوگوں کے دم سے آباد ہیں۔ یہ بڑے قیمتی لوگ ہیں جن کے دم سے نہ معلوم کتنے ہسپتال چل رہے ہیں اور کتنے ڈاکٹر پل رہے ہیں۔

ہر کام میں اعتدال:

ایک بار لکھتے لکھتے مجھے دماغ میں جھٹکا سا محسوس ہوا سوچا کسی معالج سے مشورہ کر لینا چاہئے۔ کسی ایلوپیتھک سے مشورہ کرتے ہیں تو وہ لمبے چکر میں ڈال

دے گا کہ ایکسرے کرایئے الٹرا ساؤنڈ کرایئے خون ٹیسٹ کرایئے یہ کرایئے اور وہ کرایئے پہلے سے بھی زیادہ پریشان کردے گا۔ یک نہ شد دو شد۔ اس لئے سوچا کسی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے مشورہ کرتے ہیں ان کے ہاں ٹیسٹوں کا چکر بھی نہیں ہوتا اور دوائیں بھی ہلکی پھلکی بے ضرر قسم کی ہوتی ہیں۔ یہ سوچ کر ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو فون کیا مگر وہ بھی میری بات سنتے ہی جھٹ سے بولے کہ گلشن اقبال میں فلاں ہسپتال ہے انہوں نے بہت ہی قیمتی قسم کی کروڑوں روپے کی جدید ترین مشینیں باہر سے منگوائی ہیں آپ دیر نہ کیجئے فوراً وہاں پہنچئے یہ برین کا معاملہ ہے برین کا، فوراً پہلی فرصت میں جا کر معاینہ کروایئے۔ میں نے ان سے تو کچھ نہیں کہا مگر دل میں سوچا کہ انہوں نے کروڑوں کی جو مشینیں خریدی ہیں وہ میرے لئے تھوڑا ہی خریدی ہیں ان کے لئے اور بکرے بہت ہیں مجھے ذبح کرنا کیا ضروری ہے۔ اس کے بعد میں نے غور کیا کہ یہ جھٹکا کیوں محسوس ہوا۔ تو یہ وجہ سمجھ میں آئی کہ دماغی محنت بہت کرتا ہوں اور سوتا کم ہوں۔ بس آسان سا علاج ہے کہ دماغی کام کچھ کم کردو اور آرام زیادہ کرو۔ چنانچہ میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ نیند کی مقدار بڑھا دی تو کام کی مقدار از خود کم ہو گئی۔ پہلے تو یہ تھا کہ کام کرتے کرتے تھک گیا تو کچھ دیر سو گیا کبھی تین گھنٹے کبھی چار یا پانچ گھنٹے۔ جبکہ طبی اصول کے مطابق عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو جائے اور دماغی محنت زیادہ ہو تو روزانہ آٹھ گھنٹے سونا ضروری ہے۔ اس لئے میں نے آٹھ گھنٹے سونے کا معمول بنا لیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ علاج کارگر ثابت ہوا پھر کبھی دماغ کا ایسا عارضہ نہیں ہوا۔

حاصل یہ کہ عورتوں کے لئے گھر سے نکلنا سراسر نقصان ہے دنیا کا بھی نقصان آخرت کا بھی نقصان۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ باہر نکلنے سے اور گھومنے پھرنے سے ان کی صحت ٹھیک ہو گی۔ تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں انہوں نے طرح طرح کے انسان پیدا فرمائے اور ہر ایک کا مزاج بھی دوسرے سے مختلف رکھا ضروری نہیں کہ بیمار ہونے والا فرد امریکا میں ہی جا کر صحت یاب ہو

کسی کو وہاں کی آب و ہوا موافق کسی کو یہاں کی آب و ہوا موافق۔ یہاں رہنے والوں میں کسی کو کراچی کی آب و ہوا موافق کسی کو لاہور کی۔ بلکہ کسی کا گھر سے نکلنا موافق کسی کا گھر میں بیٹھے رہنا موافق، جب مردوں کے حالات اس قدر مختلف ہیں اور ایک مرد کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے تو عورتوں کو مردوں پر قیاس کرنا اور مردوں کا علاج عورتوں پر منطبق کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ میں اپنا حال بتا چکا ہوں کہ باہر نکل کر تندرست ہونے کی بجائے بیمار ہو جاتا ہوں۔

محبوب ترین سفر:

سفر سے دل بہت گھبراتا ہے البتہ دو سفر مجھے موافق ہیں صرف دو سفر، یہ ایسے سفر ہیں کہ ساری عمر بھی جاری رہیں تو بھی ان سے جی نہ بھرے وہ کون سے ہیں؟ ایک تو حرمین شریفین کا سفر، دوسرا جہاد کا سفر، سفر جہاد پر نکلتا ہوں تو کچھ نہ پوچھئے کہ کیا حالت ہوتی ہے، صحت بھی بہتر سے بہتر ہو جاتی ہے اور طبیعت میں ایسا انشراح ایسی بشاشت کہ گویا اڑا جا رہا ہوں۔ دوسرے عام قسم کے سفر بیماری کا باعث بنتے ہیں مگر یہ دو سفر باعث صحت وراحت ہیں۔ سفر جہاد پر کبھی نکلوں تو صرف جسم ہی مصروف سفر نہیں ہوتا دل و دماغ بھی محو پرواز ہوتے ہیں۔ خیالات اور خوابوں میں بھی جہاد کے مناظر دیکھتا ہوں بلکہ خواب میں جہاد کا سفر تو یہاں گھر میں بھی جاری رہتا ہے۔ آج بھی خواب میں جہاد کا تذکرہ رہا صبح کا معمول ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سات ساڑھے سات بجے تک تو کچھ لکھنے پڑھنے کا کام کرتا رہتا ہوں پھر پونے نو بجے تک سوتا ہوں آج جیسے ہی سویا تو ایک عجیب خواب دیکھا سندھ میں چونکہ کافی عرصہ رہا ہوں اس لئے وہاں کا پورا نقشہ ذہن میں ہے حیدر آباد سے مشرق کی طرف دو قصبے ہیں جن کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔ خواب میں وہی دونوں قصبے سامنے ہیں اور ایک بڑے مجمع میں لوگوں کو بتا رہا ہوں کہ ان دو قصبوں کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں صرف چھ میل کی مسافت ہے۔ پیدل بھی بآسانی یہ

مسافت طے کی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ذرا سا فاصلہ طے کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے سفر سے طبیعت اکتا جاتی ہے لیکن خوست، قندھار، ہرات، کابل اور دوسری طرف مظفر آباد اٹھ مقام اور کشمیر کے دور دراز شہروں کا سفر جوان قصبوں کی بنسبت ہزاروں گنا طویل اور مشکل ہے وہ میرے لئے بالکل آسان ہے۔

بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالیٰ جسے جیسا چاہیں بنا دیں۔ تفریح ہر ایک کے لئے مفید نہیں بالخصوص عورتوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اگر کسی کو اصرار ہے کہ باہر نکل کر تفریح کرنے سے عورتوں کی صحت ٹھیک ہو جاتی ہے تو چلئے اس کی بات ایک حد تک مان لیتے ہیں شاید باہر نکل کر گھومنے پھرنے سے کوئی عورت صحت مند ہو گئی ہو گی مگر یہ پکی بات ہے کہ یہ عورت دیندار نہیں رہے گی صحت کے ساتھ ساتھ بے دینی کی سند بھی اسے مل جائے گی۔ کسی عورت کو شبہہ ہو تو یہاں دارالافتاء سے یہ سند لکھوالے اور اگر باہر نکل کر کسی خوش نصیب عورت کی صحت خراب ہو گئی تو اسے یہ سند مل جائے گی کہ یہ عورت پکی دیندار ہے دیندار عورت کی صحت باہر نکل کر خراب ہو جاتی ہے بے دین عورتوں کی ٹھیک ہوتی ہے۔ بس یہ اصول یاد رکھیں اور اگر لکھوانا چاہیں تو میں لکھ بھی دوں گا خلاصہ ایک بار پھر لوٹا دوں کوئی مانے نہ مانے سنا دینا ہمارا کام ہے۔ سن لیجئے ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

لڑکیوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیں کبھی نہ نکلنے دیں کسی قیمت پر بھی نہ نکلنے دیں کہیں نہ نکلنے دیں نہ کسی اسکول میں نہ کالج میں نہ ہی کسی جامعہ اور مدرسہ میں۔ انہیں دین و دنیا کی تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں گھر میں رکھیں ان کا باہر نکلنا خود ان کے لئے بھی وبال ہے اور والدین کے لئے بھی، گھر میں رہنا کوئی نقصان یا پریشانی کی بات نہیں بلکہ یہ پیدا ہی اسی لئے کی گئی ہیں کہ گھروں میں رہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اس کی تقسیم ہے کسی کو دخل دینے کا کیا حق؟ اللہ تعالیٰ نے باہر کے کاموں کے لئے مرد کو اور گھریلو کاموں کے لئے عورت کو پیدا فرمایا ہے۔ اگر مرد خود

عورتوں کو باہر بھیجیں تو یہ اس قابل ہیں کہ ان کے دماغ کا آپریشن کیا جائے۔ عورت کا گھر میں رہنا اس کے لئے باعث عزت وفخر ہے اور باہر نکل کر بازاروں اور گلیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرنا ذلت اور رسوائی کی بات ہے۔

در پر کسی کے بیٹھ بھی رہ پاؤں توڑ کر
اے دل خراب وخوار کیوں دربدر ہے تو

کتنی پیاری بات کہہ رہا ہے شاعر کہ در در کی ٹھوکریں کھانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور بیٹھیں کیسے؟ پاؤں توڑ کر۔ پاؤں توڑ کر اللہ تعالیٰ کے دروازے پر بیٹھ جائیں تو کام بنے گا ع

اے دل خراب وخوار کیوں دربدر ہے تو

اے خراب وخوار دل تو کیوں نکل کر دربدر دھکے کھا رہا ہے اور ذلتیں برداشت کر رہا ہے دنیا بھی تباہ کر رہا ہے آخرت بھی تباہ کر رہا ہے کہاں تک ذلیل وخوار ہوتا رہے گا ایک دروازے کو پکڑ کر بیٹھ جا انشاء اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت دونوں میں سرخرو ہوگا۔

فساد کی اصل وجہ:

لڑکیوں کے حق میں گھر سے بڑھ کر کوئی مدرسہ نہیں اسکول کالجوں کے ساتھ ساتھ دینی مدارس اور جامعات سے بھی منع کر رہا ہوں۔ اسکول اور کالج تو تھے ہی شیطانی کارخانے دینی اداروں پر بھی زوال آنا شروع ہو گیا ہے۔ ان کی تعلیم قیل وقال تک محدود ہو کر رہ گئی ہے اور یہ بات تو سو فیصد سچی حقیقت اور آزمودہ ہے کہ نیکی کا جذبہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کئے بغیر نہیں پیدا ہوسکتا، اسکول کالجوں کا بتایا تھا کہ ان اداروں سے نکلنے والے لوگوں میں دینی معلومات کی کمی نہیں، گو علماء کے مقابلہ میں ان کا علم صفر کے درجے میں ہے تاہم یہ دین سے بالکل نابلد نہیں ہوتے حلال وحرام اور جائز وناجائز کا تو انہیں علم ہوتا ہے ان کی بے عملی کا سبب بے علمی نہیں

بلکہ بری صحبت ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پڑھنے والے پڑھانے والے دونوں بے عمل اور باغی، پڑھتے کیا ہیں۔

نام پہ تیرے جان فدا ہو
کوئی نہ دل میں تیرے سوا ہو

زبان سے اس کی رٹ لگا رہے ہیں مگر عمل یہ ہے۔

نام پہ تیرے جان فدا ہو
کام نہ تیرا اک بھی ادا ہو

پڑھانے کی حد تک کافی کچھ انہیں پڑھایا جاتا ہے اسلامیات کا مستقل سبق ہوتا ہے جس میں بہت سی قرآنی سورتیں، احادیث، سیرت کا حصہ اور تاریخی معلومات ہوتی ہیں لیکن بیچاروں کا مبلغ علم اور منتہائے مقصود یہی معلومات ہیں اس سے آگے کوئی مقصد نہیں۔ ان کی معلومات پر ایک قصہ یاد آیا، ایک خاتون نے اپنے حالات میں لکھا کہ میں مجاہدین کا کھانا پکا رہی تھی تو آنکھوں میں کچھ تکلیف شروع ہوگئی اس کے علاوہ بھی کوئی تکلیف بتائی کہ آنکھیں دکھنے لگیں اور یہ یہ بیماری لاحق ہوئی اس لئے میری والدہ کہنے لگیں کہ آپ کھانا نہ پکائیں گھر میں کوئی اور پکا لے گا۔ میں نے جواب دیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے گردے میں درد تھا وہ اسی حال میں جہاد کے لئے نکل گئے اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ گردے کا درد تو بڑا سخت اور تکلیف دہ ہوتا ہے جسے ہوجائے سے کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا تڑپنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ خاتون کہنے لگیں صلاح الدین ایوبی نے ایسی سخت تکلیف اور بیماری میں جہاد ترک نہ کیا میں ذرا سی بیماری کا بہانہ کر کے مجاہدین بھائیوں کا کھانا پکانا چھوڑ دوں یہ نہیں ہوسکتا۔ اس لڑکی کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ کالج کی تعلیم یافتہ ہے اس ماحول میں وہ بڑا عرصہ رہی ہے گریجویٹ۔ بذریعہ خط اپنے حالات کی اطلاع دیتی تھی یہ واقعہ جو ابھی بتایا اس نے خط میں لکھا تو میں نے خط کے جواب میں پوچھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا جو قصہ آپ نے لکھا ہے یہ کہاں پڑھا؟

انہوں نے بتایا کہ کالج میں دوران تعلیم پڑھا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اسکول کالج کی کتابوں میں عمدہ اور قیمتی مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ مزید تعجب اس پر ہوا کہ ایسے ایسے مضامین پڑھ کر بھی وہ اتنا عرصہ شیطان کی بندی بنی رہی، یہ باتیں پڑھتے ہی رحمٰن کی بندی کیوں نہ بنیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے حالات میں بتایا تھا کہ کالج کے دوران اور اس کے بعد بھی بہت عرصے تک وہ دین سے بہت دور تھیں، بعد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی تو تمام گناہوں سے توبہ کر کے رحمٰن کی بندی بن گئیں۔

ہدایت کا عجیب سبب:

ان کی ہدایت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ یوں تو لمبا واقعہ ہے بس مختصر سا بتاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو خود ہی ہدایت کا کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرما دیتے ہیں۔ ہدایت کا کوئی نہ کوئی بہانہ بن جاتا ہے۔ انہیں ہدایت اس طریقے سے ہوئی کہ کسی بیماری کے علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس گئیں، گئیں تو جسمانی علاج کے لئے تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے روحانی علاج کا انتظام بھی ساتھ ہی فرما دیا۔ ڈاکٹر کی میز پر رسالہ ''ٹی وی کا زہر'' رکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر متاثر ہوئیں دل پر چوٹ لگی گھر واپس آ کر بھائی کو بھیجا اور یہ رسالہ منگوایا اس کا مطالعہ کیا پھر یہاں سے دوسرے مواعظ منگوائے ان کا مطالعہ کیا تو بے پردگی اور دوسرے گناہوں سے توبہ کر لی اور بھی بہت سے لوگوں کے عجیب عجیب واقعات ہیں ہدایت پر آنے کے۔ اس وقت وہ بیان نہیں کرتا۔ بعد میں انہوں نے جب اپنے حالات کی اطلاع دی تو میں نے تعجب سے پوچھا کہ اس قسم کے مضامین بھی آپ کالج میں پڑھتی رہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان تک کی پروانہ کی گردے کی تکلیف میں بھی جہاد جاری رکھا۔ ان واقعات سے بھی آپ متاثر نہ ہوسکیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں بتایا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں

اس سے بھی بڑھ کر عجیب عجیب مضامین کتابوں میں پڑھتی تھی مگر کچھ اثر نہ لیتی تھی اثر لینا اور عمل کرنا ہمارا مقصد ہی نہ تھا بس معلومات میں اضافہ کے طور پر پڑھتے تھے۔ کتابوں میں سب کچھ پڑھتی تھیں مگر عمل کا کوئی ارادہ نہ تھا دل میں یہی تھا کہ کرنا ورنا کچھ نہیں بس پڑھتے جاؤ اور آگے گذرتے جاؤ۔ ہاں زبان سے خوب نعرے لگاؤ وہی بات کہ ؎

نام پہ تیرے جان فدا ہو
کام نہ تیرا اک بھی ادا ہو

بات کچھ آئی سمجھ میں؟ کہ صرف پڑھنا پڑھانا اصلاح کے لئے کافی نہیں جب تک کہ انسان کو اچھی صحبت اور اچھا ماحول میسر نہ ہو، یہ تو کالج کی بات تھی یونیورسٹیوں میں اس سے بھی زیادہ پڑھایا جاتا ہے۔ اسلام کے بارے میں بہت کچھ معلومات انہیں حاصل ہوتی ہیں لیکن عمل دیکھ لیجئے۔ سیرت اور کردار کی تبدیلی تو دور کی بات ہے سب کچھ پڑھ جانے اور ساری ڈگریاں سمیٹنے کے باوجود مسلمانوں کی صورت تک اختیار نہیں کرتے۔ اب لیجئے دینی مدارس اور جامعات کو۔ خواہ جامعات البنین ہوں یا جامعات البنات عمل میں سب کا حال یکساں ہے۔ یہ لوگ دین پڑھنے پڑھانے کے باوجود عمل سے کیوں دور ہیں؟ اس پر میرا ایک مستقل وعظ ہے "علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا" اس میں اس کی وجوہ تفصیل سے بتادی ہیں۔ خلاصہ یہی ہے کہ صرف دین کا پڑھ لینا کافی نہیں پڑھنے کو خواہ دنیا بھر کی کتابیں پڑھ جایئے مگر جب تک نیک بندوں کی صحبت اختیار نہ کریں گے عمل کی توفیق نہ ہوگی کورے کے کورے رہیں گے۔ فارغ التحصیل علماء کے حال پر ہی ایک نظر ڈال لیجئے کس قدر عبرت کی بات ہے کہ سالہا سال علمی ماحول میں گزار کر علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور دوسرے بہت سے علوم وفنون پڑھ کر بلکہ بعض لوگ سالہا سال یہ علوم پڑھا کر بھی عمل سے بالکل کورے نظر آتے ہیں یوں لگتا ہے کہ گویا انہوں نے یہ علوم پڑھے ہی نہیں عملی ماحول میں آتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھلتی

ہیں۔ بہت سے فارغ التحصیل دستار بند مولوی صاحبان یہاں آ کر داخلہ لیتے ہیں اور بیانات سننے کے بعد کہتے ہیں ہمیں تو اب پتا چلا کہ پردہ بھی فرض ہے۔ نماز کے مسائل تک کا پتا نہیں حالانکہ یہ سب چیزیں پڑھی ہوئی ہوتی ہیں ایک بار نہیں بار بار پڑھتے ہیں ایک مسئلہ نور الایضاح میں پڑھا پھر وہی مسئلہ قدروی میں پڑھا پھر کنز میں پھر شرح الوقایہ میں پھر شرح النقایہ میں پھر ہدایہ میں، اس طرح پڑھتے پڑھتے زندگی کا بہت بڑا حصہ گزر گیا مگر عمل کی توفیق آخر وقت تک نہیں ہوئی۔ ان پڑھنے پڑھانے والوں میں سے شرعی پردہ کتنے لوگوں کے ہاں ہوتا ہے؟ سب کو معلوم ہے حالانکہ یہ مسئلہ فقہی کتابوں میں ہی نہیں نص قرآن میں موجود ہے۔ آخر قرآن مجید کا ترجمہ کس مولوی نے نہیں پڑھا؟ سب نے پڑھا ہے سورۂ نور اور سورہ احزاب میں صاف طور پر پردے کے احکام مذکور ہیں۔ مگر یوں لگتا ہے کہ آج کے مسلمان نے ان سورتوں کو قرآن سے ہی نکال دیا ہے، جیسے سننے میں آیا ہے کہ بعض نادان اس کوشش میں ہیں کہ مساجد سے درس قرآن کا سلسلہ بند کر دیا جائے ان کے خیال میں قرآن میں بہت سے مضامین ایسے ہیں جن پر عمل کرنا عام لوگوں کے لئے مشکل ہے اس لئے درس کا سلسلہ بند کر دیا جائے لوگوں کو یہ مضامین نہ سنائے جائیں بالخصوص جہاد کی آیات اور وہ آیات جن میں منکرات پر نکیر کی گئی ہے امت ان مضامین کی متحمل نہیں اس لئے یہ سخت مضامین نہ سنائے جائیں۔ ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ سنانے سے ہی کسی چیز کی اہمیت دل میں آتی ہے اہمیت پیدا ہونے کے بعد پھر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو چیز بیان ہی نہ کی جائے سنائی ہی نہ جائے اس پر عمل کی توفیق کیا خاک ہو گی؟ مولوی صاحبان جو یہاں آ کر داخلہ لیتے ہیں اور دین کی باتیں بار بار ان کے کان میں پڑتی ہیں تو یوں لگتا ہے کہ گویا پہلے یہ احکام ان کے علم میں ہی نہ تھے۔ الحمد للہ! یہاں کے ماحول سے فوراً متاثر ہوتے ہیں جب مصالحہ لگ جاتا ہے تو اپنے ماحول میں جا کر جہاد شروع کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بالخصوص پردے کے معاملے میں سخت مخالفت کا

سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ شرعی پردہ کا اہتمام کرتے ہیں تو پورا خاندان آڑے آتا ہے ان میں اچھے اچھے باریش اور مولوی صورت بھی ہوتے ہیں جو اسے سمجھاتے ہیں کہ مولانا آپ کو کیا ہوگیا؟ دارالافتاء سے کیا پڑھ کر آئے ہیں؟ حکمت سے کام لیجئے دین میں ایسی سختی نہیں، طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں مگر وہ کسی کی بات پر کان نہیں دھرتا بیوی کو شرعی پردہ کرا کر ہی چھوڑتا ہے۔

دینی غیرت کا نمونہ:

ایک مولوی صاحب پنجاب سے یہاں پڑھنے آئے۔ الحمدللہ! بیان سنتے رہے باتیں اچھی طرح ذہن نشین ہوگئیں مصالحہ لگ گیا جیسے ہی گھر پہنچے بیوی کو پردہ کا حکم دیا وہ کہتی ہے نہیں کروں گی۔ مولوی کے والدین نے بھی مزاحمت شروع کر دی ایک شور برپا ہوگیا۔ او مولوی تینوں کی ہوگیا؟ او مولوی تینوں کی ہوگیا؟ (ارے مولوی تجھے کیا ہوگیا؟) مولوی نے سوچا یہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانیں گے اٹھایا ڈنڈا اور دو چار رسید کر دیئے بیوی کو، اب سب کے دماغ درست ہوگئے اچھا مولوی جی معاف کردو، معاف کردو۔ بیوی نے شرعی پردہ شروع کر دیا، یہ ڈنڈا بڑی بابرکت چیز ہے۔ اس نے بڑے بڑے خر دماغ لوگوں کے دماغ درست کر دیئے۔ جب مولوی صاحب واپس آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ اب دارالافتاء میں آکر آپ کو معلوم ہوا کہ پردہ کرانا فرض ہے اور ڈنڈا اچلا کر آپ نے یہ فرض زندہ کیا۔ دارالافتاء میں آنے سے پہلے بھی تو آپ مختلف مدارس میں سالہا سال پڑھتے رہے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، حدیث پڑھی، فقہ پڑھی کیا وہاں آپ کو پردے کا حکم نظر نہ آیا؟ سورۂ نور اور احزاب کی جو پردہ کے بارے میں واضح آیات ہیں بار بار آپ کے سامنے آئی ہوں گی ان پر آپ کیسے گزرتے رہے؟ انہوں نے صاف صاف بتایا کہ مسئلہ پہلے سے معلوم تھا، قرآن میں بھی پڑھا تھا حدیث میں بھی فقہی کتابوں میں بھی پردہ کا حکم پڑھا تھا مگر مسئلہ کی اہمیت دل میں نہیں تھی بڑے بڑے

مولویوں کے ہاں بھی پردہ کا حکم پڑھا تھا مگر مسئلہ کی اہمیت دل میں نہیں تھی بڑے بڑے مولویوں کے ہاں بھی شرعی پردہ کا کوئی اہتمام نہیں، اس لئے ہم سمجھتے رہے کہ ایسے احکام صرف پڑھنے پڑھانے تک محدود ہیں۔ انسان جس ماحول میں رہتا ہے آہستہ آہستہ اس میں ڈھل جاتا ہے، وہ مولوی صاحب بھی ایسے ہی ماحول میں رہتے تھے جس میں پردہ کا کوئی تصور نہ تھا نہ بڑوں میں نہ چھوٹوں میں، لیکن یہاں آئے تو یہاں کا ماحول مختلف پایا، اس سے متأثر ہوئے اور گھر پہنچ کر پردہ کی آواز اٹھائی۔ ان کی بیوی اور والدین کے لئے چونکہ یہ آواز غیر مانوس تھی اس لئے مخالفت پر اتر آئے لیکن ڈنڈے کی برکت سے سارا مسئلہ حل ہوگیا۔ یہ تمام باتیں سوچنے کی ہیں وہ مولوی صاحب سالہا سال دینی مدارس کے ماحول میں رہ کر آئے تھے اسکول کالج کے ماحول میں رہتے تو ہم کہتے چلئے یہ بے دینی کے ماحول میں رہے اس لئے انہیں پردے کا خیال نہیں آیا لیکن مدارس تو دین کے قلعے ہیں ان میں تو پڑھایا ہی دین جاتا ہے، قرآن کی تفسیر پڑھائی جاتی ہے، حدیث اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں لیکن عمل کا یہ حال ہے کہ سالہا سال اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی فرائض کے تارک ہیں، شرعی پردہ کوئی سنت یا مستحب تو نہیں بلکہ فرض ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ تعلیم ہے مگر نیکی کا ماحول نہیں نیک لوگوں کی صحبت نہیں، یہ پردہ کی تو ایک مثال دی ہے ورنہ بات صرف پردے تک محدود نہیں، نماز جو روزانہ پانچ بار پڑھتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں، نماز میں ہاتھ ہلانے کا مرض عام ہے صرف عوام ہی نہیں مدارس کے طلبہ بلکہ اساتذہ بھی اس میں مبتلا ہیں مجھے اس حرکت سے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ کوئی شخص پچھلی صفوں میں ایسی حرکت کرتا تو بھی اس کی حرکت نظر آجاتی تھی نماز کے بعد اسے سمجھاتا تھا اب صرف اگلی صف میں جو شخص ہاتھ ہلاتا ہے خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف مجھ سے کتنی ہی دور ہو تو بھی مجھے اس کا ہاتھ نظر آجاتا ہے لوگ سمجھتے ہوں گے شاید یہ نماز میں دائیں بائیں دیکھتا رہتا ہے۔ ایسی بات نہیں نظر سجدہ کی جگہ مرکوز رہتی ہے لیکن پھر بھی کوئی

ہاتھ ہلاتا ہے تو مجھے نظر آجاتا ہے سلام کے بعد تنبیہ کر دیتا ہوں، جو مولوی نماز میں ہاتھ ہلاتے ہیں یا ڈاڑھی سے کھیلتے رہتے ہیں ان پر زیادہ تعجب ہوتا ہے لیکن پوچھنے پر جب وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نئے ہیں دارالافتاء میں پہلی بار آئے ہیں تو تعجب نہیں ہوتا، ان بیچاروں کو معذور سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ شکر کیجئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں پہنچا دیا انشاء اللہ تعالیٰ یہاں رہتے رہتے سب کچھ سیکھ جائیں گے۔

علماء کی حالت زار:

اب یہاں بھی سوچئے ہاتھ ہلانے کا مسئلہ کسی مولوی کو اس کی طرف توجہ نہیں؟ نورالایضاح سے لے کر ہدایہ تک یہ مسئلہ پڑھتے ہیں کسی مولوی سے پوچھئے تو مسئلہ بتا بھی دے گا کہ بلا عذر ایک بار ہاتھ ہلانے سے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہو جاتی ہے اور اگر اتنی جلدی جلدی تین بار ہاتھ ہلایا کہ دو حرکتوں کے درمیان تین بار سبحان ربی الاعلی کہنے کے برابر فاصلہ نہیں ہوا تو اسی وقت نماز ٹوٹ گئی نئے سرے سے پڑھنا ضروری ہے لیکن اس کے باوجود ہاتھ ہلانے سے باز نہیں آتے بلا عذر بلا وجہ پوری نماز میں ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں بار بار سمجھانا پڑتا ہے تو کہیں یہ عادت چھوٹتی ہے اب بتائیے بڑے بڑے دارالعلوم اور جامعات سے پڑھ کر آنے والوں کا یہ حال ہے تو عوام کا کیا حال ہوگا؟ یہاں جو مولوی صاحبان آکر تمرین افتاء کے شعبے میں داخلہ لیتے ہیں سب سے پہلے تو ان کی نماز درست کروانی پڑتی ہے نماز کی کوئی ایک آدھ بات نہیں پوری نماز نئے سرے سے سکھانی پڑتی ہے نماز میں سب سے پہلا کام تو پاؤں سیدھے رکھنے کا ہے سوچئے یہ کون سا علمی مسئلہ ہے بالکل سادہ سی بات ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پاؤں بالکل قبلہ رو ہونے چاہئیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ایڑیوں اور پنجوں کے درمیان فاصلہ برابر رکھیں گے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ دونوں پنجوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ رکھتے ہیں اور دونوں ایڑیوں کے درمیان فاصلہ کم رکھتے ہیں ایک

پنجہ شمال کی جانب جارہا ہے تو دوسرا جنوب کو، یہ کیفیت صرف جہلاء کی نہیں علماء بلکہ بڑے بڑے علامے بھی اس مرض کا شکار ہیں پڑھتے پڑھاتے بوڑھے ہوجاتے ہیں پاؤں قبر میں لٹک جاتے ہیں لیکن سیدھے نہیں ہو پاتے۔ کسی کو میری بات کا اعتبار نہ ہو تو خود مشاہدہ کرلے کسی بھی مسجد میں جاکر کوئی سی نماز پڑھیں نمازیوں کے پاؤں دیکھ لیں ان کا رخ کس طرف ہے؟ مقتدیوں کے بھی دیکھیں خود امام صاحب کے بھی دیکھیں شاذ ونادر کوئی اللہ کا بندہ ہوگا جس کے پاؤں بالکل سیدھے قبلہ رخ ہوں ورنہ اکثر لوگوں کے پاؤں ٹیڑھے ترچھے شمال جنوب کو جاتے نظر آئیں گے۔ یہ مسئلہ نورالایضاح سے لے کر اوپر تک تمام کتابوں میں لکھا ہے کسی مولوی سے پوچھئے تو جواب بھی صحیح دے گا، مگر عمل اس کے خلاف ہوگا، اس کی وجہ صرف وہی ہے جو اس مولوی صاحب نے صاف صاف بیان کردی کہ مدارس میں عمل مقصود ہی نہیں، بس یونہی پڑھتے پڑھاتے رہو۔ یہ تو قیام کا حال تھا۔ ذرا آگے چلئے قراءت کیسے کرتے ہیں؟ قراءت مسنونہ کی مقدار حدیث میں بتائی گئی ہے کہ سفر یا اس قسم کی اور کوئی مجبوری نہ ہو تو نماز فجر اور ظہر میں طوال مفصل (سورۂ حجرات سے بروج تک) عصر وعشاء میں اوساط مفصل (بروج سے لم یکن تک) اور مغرب میں قصار مفصل (لم یکن سے آخر تک) پڑھیں (ترمذی) یہی تفصیل فقہ کی سب کتابوں میں بھی سب پڑھتے اور پڑھاتے رہتے ہیں مگر قراء حضرات بلکہ بہت سے علماء کرام بھی نمازوں میں قراءت کیسے کرتے ہیں؟ پہلی رکعت میں کسی لمبی سورت کی چند آیات اور دوسری رکعت میں کسی اور لمبی سورت کا کوئی ٹکڑا۔ حالانکہ قراءت مسنونہ کا جو مسئلہ ابھی بتایا گیا سب مولویوں کو معلوم ہے قاری بھی جانتے ہیں فقہ کی عربی کتابوں کے علاوہ تعلیم الاسلام میں بھی یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ تعلیم الاسلام تو تمام مدارس میں چھوٹے بچوں کو پڑھائی جاتی ہے گویا مسئلہ بچپن سے پڑھا ہوا ہے مگر عمل کی توفیق بڑھاپے تک بھی نہیں ہوتیں۔ سری نمازوں میں تو نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں؟ بس تین چار منٹ میں نمٹا دیتے ہیں، جہری نمازوں میں تو نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں؟

بس تین چار منٹ میں نمٹا دیتے ہیں، جہری نمازوں کا یہ حال ہے جو بتا رہا ہوں کہ قراءت مسنونہ کی بجائے بڑی سورتوں کے ٹکڑے پڑھ دیتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ جب جاہ، کہ مغرب میں اگر تبت یدا اور قل ھو اللہ پڑھ دی تو مقتدی کیا کہیں گے کہ امام صاحب کو یہی چھوٹی چھوٹی سی سورتیں یاد ہیں۔ کوئی بڑی سورت آتی ہی نہیں، مقتدیوں کے ذہن میں یہ بات آگئی تو پھر ہماری خیر نہیں، ان کی نظروں میں ہم گر جائیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں یہ بڑے عالم اور فاضل ہیں قرآن پر پورا عبور ہے لیکن سورۂ کوثر اور اخلاص پڑھ دی تو وہ سمجھیں گے یہ کوئی عالم نہیں عام سے میاں جی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہیں لوگوں کا اعتماد بحال رکھنے کے لئے سنت کے خلاف قراءت کرتے رہتے ہیں، کبھی سورۂ بقرہ سے پڑھ رہے ہیں کبھی سورۂ کہف سے اور کبھی سورۂ مؤمنون سے غرض پورے قرآن میں سے چند ٹکڑے گھوم پھر کر پڑھتے رہیں گے تاکہ لوگوں کے دلوں پر رعب اور ہیبت رہے کہ پورا قرآن انہیں از بر ہے جہاں سے چاہیں جب چاہیں پڑھ دیں۔ اسی طرح تکبیرۂ تحریم میں رفع یدین، رکوع، سجدہ اور رکوع سے سجدہ کی طرف جانے کا طریقہ کوئی ادا بھی سنت کے مطابق نہیں، قیام میں پاؤں ٹیڑھے رکھتے ہیں تو سجدے میں ہاتھ ٹیڑھے، انگلیاں قبلہ رخ سیدھی نہیں رکھتے۔

اصل بات کیا چل رہی تھی کہ اصلاح کے لئے صرف اداروں کا وجود اور کتابوں کا پڑھنا پڑھانا کافی نہیں، اصل چیز نیک ماحول اور نیک بندوں کی صحبت ہے اس کے بغیر اصلاح اعمال بالخصوص باطن کا تزکیہ ناممکن ہے لوگوں نے مدارس کی تعلیم کو اصلاح کے لئے کافی سمجھ لیا ہے مدارس تو پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور دن بدن زیادہ ہوتے جا رہے ہیں ہماری بھی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید برکت دے اور صحیح طریقے سے انہیں کام کرنے کی توفیق دے لیکن کیا وجہ ہے کہ مدارس کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود ان کے فضلاء میں دینداری نظر نہیں آتی بلکہ اس طبقے میں دینی لحاظ سے انحطاط پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ چونکہ مردوں پر تمام علوم

کمال حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اس لئے ان کے نقائص کی وجہ سے مردانہ مدارس کو بند کرنا جائز نہیں بلکہ مدارس کو جاری رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کی پوری کوشش کرنا فرض ہے۔ عورتوں پر تمام علوم اسلامیہ کی تکمیل کوئی فرض واجب نہیں گھر میں رہ کر بھی بقدر ضرورت علم حاصل کرسکتی ہیں اس لئے جامعات البنات کے فسادات کے پیش نظر یہ سلسلہ صحیح نہیں لیکن آج کل مدارس کے ساتھ ساتھ جامعات البنات کا سلسلہ بھی زوروں پر ہے والدین کو شوق ہے کہ ان کی لڑکیاں عالمات بن جائیں، لیکن وہی المیہ جو مدارس کا بتا رہا ہوں یہاں بھی ہے، پڑھانے والے دینی علوم پڑھا دیں گے پڑھنے والیاں پڑھ جائیں گی مگر عمل کہاں سے آئے؟ تجربہ تو یہ ہے کہ عورتوں کا اجتماع خواہ وہ کسی عنوان سے ہو دنیا کے نام پر ہو یا دین کے نام پر فتنہ سے خالی نہیں ہوتا اس لئے شریعت نے انہیں پنج وقتہ نماز کی جماعت، جمعہ، عیدین، جنازہ غرض تمام مواقع اجتماع سے الگ رہنے کا حکم دیا ہے۔ لڑکیوں کو عالمہ بننے کا شوق ہے اس لئے دن رات محنت کرتی ہیں سالہا سال وقت صرف کرتی ہیں پھر کوئی پڑھ کر عالمہ بن جاتی ہے کوئی درمیان میں رہ جاتی ہے، عالمہ بننے والیوں کا وہی حال جو مدارس کے علماء کا ہے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ طلبہ مدارس میں سالہا سال پڑھنے کے بعد جب یہاں آتے ہیں انہیں کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا زندگی میں پہلی بار سن رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مسئلہ پڑھا ہوا ہوتا ہے، کسی ایک کتاب میں نہیں فقہ کی ساری کتابوں میں ہوتا ہے، مگر چونکہ اس پر عمل نہیں ہوتا اس لئے استحضار نہیں رہتا۔ اس کی کئی مثالیں دے چکا ہوں ایک اور مثال ان سے بھی عجیب تر سنئے لفظ اللہ میں مد نہیں پورے قرآن میں سورۂ فاتحہ سے والناس تک جہاں کہیں لفظ اللہ آیا ہے اس پر مد نہیں جس کسی نے قرآن مجید حفظ بلکہ ناظرہ پڑھا ہے اسے معلوم ہے کہ لفظ اللہ پر مد نہیں اگر یقین نہ آئے تو ابھی قرآن مجید کھول کر دیکھ لیں شروع میں بسم اللہ لکھی ہے اس کے بعد الحمد للہ شروع ہوتی ہے دونوں میں لفظ اللہ موجود ہے مگر اس پر مد نہیں لکھی، نہ بڑی نہ چھوٹی یوں آگے کھول کھول کر پورے

قرآن میں دیکھتے جائیں، کہیں ایسا نہ کریں کہ آپ لوگ خود اپنی طرف سے مد لکھ دیں کہ کاتب بھول گیا چلئے ہم اس کی اصلاح کردیں خود کچھ نہ لکھیں۔ بس قرآن کھول کھول کر دیکھتے جائیں ہر جگہ لفظ اللہ بغیر مد کے ہے مگر صورت حال یہ ہے کہ اکثر مسلمان خواہ وہ مدارس کے علماء ہوں یا اسکول کالجوں کے پڑھے ہوئے، دیہاتی ہوں یا شہری، پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ سب نے اجماع کیا ہے کہ لفظ اللہ کو بہت کھینچ تان کر مد کے ساتھ پڑھیں گے۔ کسی بھی مسجد میں جا کر اذان سن لیجئے یا امام کی اقتداء میں نماز اداء کیجئے جب بھی اللہ اکبر کہیں گے تو مد کے ساتھ، شاذ و نادر کوئی مؤذن یا امام ہوگا جو اس لفظ کو صحیح طریقے سے اداء کرے، ورنہ اکثر لوگوں کا یہی حال ہے۔ اذان میں جتنی بار یہ لفظ آتا ہے مؤذن کھینچ کھینچ کر لمبی سے لمبی مد کرتا ہے پھر لطف کی بات یہ کہ اس قسم کا غلط خواں مؤذن عوام میں بہت مقبول ہوتا ہے بجائے اس کے کہ اسے اس فحش غلطی پر جس کا روزانہ دسیوں بار ارتکاب کرتا ہے تنبیہ کی جائے اس کی اصلاح کی جائے اسے داد ملتی ہے۔ کہتے ہیں یہ مؤذن صاحب بڑی اچھی اذان دیتے ہیں ان کی قراءت لاجواب ہے ایسے موذن کی قدر کی جائے اسے تنخواہ زیادہ سے زیادہ دی جائے کہیں بھاگ نہ جائے پھر ایسا مؤذن کہاں ہاتھ آئے گا۔ بالکل یہی حال غلط خواں ائمہ کا ہے تکبیرۂ تحریم شروع کریں گے تو لفظ اللہ کو خوب کھینچتے ہیں اس کے بعد تکبیرات انتقالال میں بھی اسی طرح اس لفظ کو بگاڑتے ہیں خاص طور سے قومہ کے بعد جب سجدہ میں جائیں گے یا سجدہ سے قیام کی طرف آئیں گے تو لفظ اللہ کو بہت کھینچیں گے، کیونکہ ان میں فاصلہ ذرا لمبا ہے اور اٹھتے بیٹھتے بھی ذرا آرام سے ہیں تو اس دوران سارا زور حرف ''ل'' کو کھینچنے پر صرف ہوتا ہے کہ جتنی لمبی مد کر سکتے ہو کرلو۔ کس کس مسئلے کا رونا رویا جائے قراءت جس طریقے سے کی جاتی ہے وہ ابھی بتا چکا ہوں، مسنون قراءت کرنا گویا اپنی ہتک سمجھتے ہیں، خاص طور سے مغرب میں بہت اوپر سے کسی لمبی سورت سے ایک ٹکڑا پڑھیں گے حالانکہ اس نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کا حکم ہے۔ پھر المیہ یہ کہ سالہا

سال سے جس غلطی میں مبتلا ہیں اس کا احساس بھی نہیں، احساس ہو تو اصلاح کی فکر کریں۔ یہ چیزیں مدارس یا جامعات میں پڑھنے سے نہیں پیدا ہوتیں۔ اس کے لئے صالح ماحول کی ضرورت ہے وہ جب تک پیدا نہیں کیا جائے گا کسی کی اصلاح نہیں ہوگی، علماء وفضلاء ہوں یا علامہ صاحبان ہوں یا مسٹر ہوں سب کے لئے اصلاح کا واحد راستہ یہی ہے اور سب کو اس کی ضرورت ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں، انسان میں فکر ہو تو اصلاح بالکل آسان ہے، فکر ہی نہ ہو تو ساری عمر گزر جائے اصلاح نہیں ہوگی۔

عالمگیر مرض:

نماز میں ہاتھ ہلانے کا مرض صرف پاکستان میں نہیں سعودیہ میں بھی دیکھا ہے۔ شاید یہاں کے لوگوں نے یہ مرض وہاں منتقل کیا تو یہ مرض ملک گیر نہیں عالمگیر ہے۔ ایک بار مدینہ منورہ میں نماز میں ایک شیخ میرے برابر کھڑے ہوگئے اور پوری نماز میں مسلسل ہاتھ ہلاتے رہے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے ان سے مصافحہ کیا۔ شاید کسی کو اشکال ہو کہ نماز کے بعد تو مصافحہ بدعت ہے پھر میں نے کیسے مصافحہ کیا؟ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مصافحہ نماز کی نسبت سے کیا جائے جیسے اہل بدعت کرتے ہیں تو بدعت ہے اور اگر نماز سے اس کا تعلق نہ ہو مثلاً کسی سے ملاقات ہی اس وقت ہو تو یہ مصافحہ بدعت نہیں۔ میں نے اس مقصد سے مصافحہ کیا کہ انہیں مسئلہ سمجھانا ہے اس لئے پہلے انہیں مانوس کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ مصافحہ کرتے ہی وہ میری طرف متوجہ ہوگئے بڑے انبساط اور خندہ پیشانی سے بات کرنے لگے، جب وہ مانوس اور بے تکلف ہوگئے تو میں نے ان سے پوچھا: نماز میں ہاتھ ہلانے سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ وہ جواب میں کہتے ہیں لا ’’کچھ بھی نہیں‘‘ میں نے پوچھا پھر آپ پوری نماز میں ہاتھ کیوں ہلاتے رہے؟ بڑے اچھے انسان تھے، کوئی اور ہوتا تو تاویلیں شروع کر دیتا یا ناراض

ہو جاتا کہ جاؤ اپنا کام کرو تم کون ہوتے ہو سمجھانے والے، انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی، پہلی بات میں نے پوچھی کہ یہ ہاتھ ہلانا کیا ہے فرض واجب یا سنت؟ تو صاف اعتراف کیا کہ کچھ بھی نہیں، ایک فضول حرکت ہے، پھر جب دوسری بات پوچھی کہ آپ بار بار کیوں ہاتھ ہلاتے رہے؟ تو دیکھئے کیسا اچھا جواب دیا۔ کہنے لگے کہ جب کوئی انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس سے اچک لیتا ہے۔ خود ہی اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ مجھ پر شیطان کا اثر ہو گیا، ان میں یہ سلامت طبع اور اعتراف حق کی صفت دیکھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی اور موقع کی مناسبت سے ان کے سامنے میں نے ایک حدیث کا ٹکڑا پڑھا کہ ایک شخص نماز میں ہاتھ ہلا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه﴾ (فتح الباری ص ۱۷۹ ج ۲)

اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی پر سکون رہتے۔ یہ اعضاء کی حرکت بتا رہی ہے کہ دل میں خشوع نہیں دل پر غفلت کا پردہ پڑا ہے اس لئے اعضاء میں بھی سکون نہیں خشوع نہیں وہ حرکت میں ہیں، میں نے تو حدیث کا صرف ایک ٹکڑا پڑھا جو ان کے مناسب حال تھا لیکن یہ سن کر انہوں نے پوری حدیث پڑھ دی، مجھے خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ! یہ تو عالم معلوم ہوتے ہیں حدیثیں بھی انہیں یاد ہیں، غلطی انسان سے ہو جاتی ہے، اب انہیں تنبیہ ہو گئی، آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس غلطی کا اعادہ نہ کریں گے، یہ سوچ کر میں مطمئن ہو گیا لیکن جب اٹھ کر سنتیں پڑھنے لگے تو یہ دیکھ کر مجھے صدمہ ہوا کہ پھر انہوں نے وہی حرکت شروع کر دی، دیکھئے وہی بات بار بار سامنے آجاتی ہے کہ کسی کی اصلاح اور ہدایت کے لئے نرا علم کافی نہیں جب تک اصلاحی ماحول میسر نہ ہو اصلاح نہیں ہو سکتی۔ انہیں معلوم تھا میں نے تنبیہ کی تو انہوں نے غلطی اور شیطانی تصرف کا اعتراف کیا، مزید یہ کہ میں نے حدیث کا ٹکڑا پڑھا تو انہوں نے پوری حدیث پڑھ دی، معلوم ہوا صاحب علم ہیں سب کچھ جانتے ہیں علم پڑھ لیا لیکن عمل والوں کی صحبت نصیب نہیں ہوئی

نتیجہ دیکھ لیجئے کہ بار بار تنبیہ کے باوجود اسی وقت اسی جگہ پھر اسی غلطی کو دہرا رہے ہیں گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ میں نے سوچا یوں ان کی اصلاح ہوتی نظر نہیں آ رہی صرف مسئلہ بتا دینا ان کے لئے کافی نہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ انہیں نسخہ بتا دیا جائے۔ وہ استعمال کریں اور آہستہ آہستہ صحت یاب ہوں یہ سوچ کر میں نے انہیں نسخہ بتایا کہ آپ دوسرے لوگوں کو اس مسئلہ کی تبلیغ کیا کریں، نماز میں جسے ہاتھ ہلاتے دیکھیں اسے منع کر دیں جب دوسروں سے کہیں گے اور بار بار کہیں گے تو خود اپنے دل پر بھی اثر ہوگا، کیونکہ جو کچھ انسان زبان سے بولتا ہے اس کے اپنے کان بھی سنتے ہیں تو ظاہر ہے جو بات بار بار زبان پر آئے گی کان میں پڑے گی ساتھ یہ بھی خیال آئے گا کہ دوسروں کو تو منع کر رہا ہوں خود عمل کیوں نہیں کرتا، اس لئے وہ دل پر اثر انداز ہوگی اور بالآخر عمل میں آجائے گی۔ میں نے یہ نسخہ انہیں بتایا کہ آپ دوسروں کے سامنے اس مسئلہ کی تبلیغ شروع کر دیں، دوسرا کوئی عمل کرے یا نہ کرے لیکن آپ کے عمل میں ضرور آجائے گی۔ اس کے جواب میں وہ کیا کہتے ہیں کہ آج کل لوگ اچھی بات کا بھی برا اثر لیتے ہیں انہیں سمجھایا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں گویا آپ نے نصیحت نہیں کی لٹھ مار دیا۔ میں نے کہا آپ اندیشہ نہ کریں ایک بار کہہ دیں بس پھر خاموش ہو جائیں، اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو آپ کا کیا بگڑے گا؟ آپ کو زبان سے ہی برا بھلا کہے گا لٹھ نہیں مارے گا، آپ کو تبلیغ کا بھی ثواب مل گیا اور اس کی بدعنوانی پر صبر کرنے کا بھی، سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ ذرا سی بات کہہ دینے پر دہرا اجرا۔ آپ صرف اس کا اہتمام کریں کہ جسے ہاتھ ہلاتے دیکھیں ایک بار نرمی اور محبت سے کہہ دیں کہ بھائی نماز میں ہاتھ مت ہلاؤ یہ بری بات ہے، اس سے نماز خراب ہوتی ہے اتنا کہہ کر خاموش ہو جائیں اس سے الجھیں نہیں۔

علم بلا عمل:

جب تک دینی ماحول اور صالح معاشرہ میسر نہ ہو اصلاح ناممکن ہے۔ قرآن وحدیث میں بھی اس پر زور دیا گیا ہے اور تجارب بھی یہی بتاتے ہیں، انسان میں اندر کی تبدیلی نہ پڑھنے پڑھانے سے آتی ہے، نہ قانون اور ڈنڈے کے زور سے آتی ہے، نہ زبانی وعظ ونصیحت سے آتی ہے، جب تک اس وعظ ونصیحت کا عملی نمونہ اس کے سامنے نہ ہو، اس کے بغیر صرف زبانی وعظ وتقریر خشک قانون کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کہتے ہیں کہ ایک بار محکمہ ریلوے کا ایک بڑا افسر لاہور سے چلا اور کراچی تک تمام اسٹیشنوں کا دورہ کرتا آیا ہر اسٹیشن پر رک کر ماتحت افسروں کو سخت ہدایات دیں تقریر کی اور ہر اسٹیشن پر بڑے بڑے اشتہار لگواتا گیا کہ رشوت خور پر لعنت ہے اور رشوت دینے لینے والے دونوں جہنمی، مگر واپسی میں تمام ماتحت افسروں سے رشوت لیتا گیا، یہ ہے خالی تقریروں اور نعروں کا نتیجہ، بتایئے جس نے رشوت کے خلاف تقریریں کیں بڑے بڑے اشتہار لگوائے کیا اسے رشوت کے گناہ ہونے کا علم نہیں تھا؟ جن لوگوں نے یہ تقریریں سنیں اور یہ اشتہار پڑھے کیا انہیں بھی علم نہ تھا کہ رشوت کتنی بڑی لعنت ہے؟ لیکن سوچئے کہ یہ علم دونوں کے کیا کام آیا؟ اگر یہ افسر رشوت کے خلاف نہ تقریر کرتا نہ اشتہار لگواتا کچھ بھی نہ کرتا صرف چند دن اللہ کے کسی نیک بندے کی صحبت میں بیٹھنا اسے نصیب ہو جاتا تو ایسی حرکت کبھی نہ کرتا، یہ تو اس نے جبرًا اپنے ماتحتوں سے رشوت وصول کی، اگر کوئی خود دیتا تو بھی قبول نہ کرتا۔

خلاصہ یہ کہ تعلیم مقصود نہیں اصل مقصد اپنی اصلاح ہے اور انسان بننا ہے، مگر آج لوگوں نے اس مقصد کو نظر انداز کر کے پڑھنے پڑھانے کو مقصد بنا لیا ہے، جو طبقہ اسکول کالجوں کی طرف جا رہا ہے ان کا مقصد ڈگریاں ہیں۔ والدین کی انتہائی آرزو اور کوشش ہے کہ ان کے بیٹے بیٹیاں میٹرک کرلیں پھر ایف اے اور بی اے کرلیں اس سے آگے ایم اے پھر ڈبل ایم اے کرلیں یہ ڈگریاں انہیں مل گئیں تو بس یوں سمجھیں کہ دونوں جہانوں کی دولت ہاتھ آگئی، کتنی پست سوچ ہے، ان کے

مقابلہ میں دینی رجحان رکھنے والے لوگوں کی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ اولاد دینی علم حاصل کر لے یہ تو اچھی سوچ ہے مگر ان کی یہ سوچ بھی ناقص اور محدود ہے، پہلے طبقے کی طرح انہوں نے بھی علم کو مقصد سمجھ لیا ہے، ان لوگوں کی سوچ بی اے، ایم اے کی ڈگریوں تک محدود تھی جبکہ ان کی سوچ دورۂ حدیث کی سند تک محدود ہے، یہ نہیں سوچتے کہ اصل مقصود اس سے آگے ہے وہ ہے پڑھے ہوئے علم پر عمل کرنا اور یہ دولت صالح ماحول کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، دینی مدارس میں اسی ماحول کی کمی ہے، جس کا اثر ان کے فضلاء میں ظاہر ہو رہا ہے، لڑکیوں کے جو جامعات وجود میں آ رہے ہیں اور لوگ اپنی لڑکیاں دھڑا دھڑ ان میں بھیج رہے ہیں ان کا بھی یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس ماحول میں ہماری لڑکیاں نیک بن جائیں گی ان کی مکمل اصلاح ہو جائے گی بلکہ یہاں بھی وہی ڈگریوں والا جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لڑکی عالمہ فاضلہ بن جائے اسے سند مل جائے، اگر مقصد لڑکیوں کی اصلاح اور صحیح تربیت ہے تو گھر سے دور جامعات میں بھیجنے کی کیا ضرورت؟ لڑکیوں کی بہترین تربیت گھر میں بٹھا کر والدین خود کر سکتے ہیں اور بقدر ضرورت تعلیم بھی گھر میں دی جا سکتی ہے، والدین اس کار خیر اور بہت بڑا فریضہ انجام دینے کے لئے خود کیوں تیار نہیں ہوتے؟ اگر گھر میں رکھ کر خود تعلیم و تربیت دیں تو یہ کسی بھی جامعہ کی تعلیم سے بہت اچھی تعلیم ہوگی، والدین تھوڑی سی محنت کریں اور تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ آخری بات یہ کہ اگر کسی جامعہ میں بھیجنے پر ہی مصر ہیں تو میرے رسالہ ''اکرام مسلمات'' کا ایک بار ضرور مطالعہ کریں اور اس میں درج شرطوں کی رعایت ملحوظ رکھیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین

والحمدللہ رب العٰلمین

ليلة القدر

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ــ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: لیلۃ القدر

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۳ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

لیلۃ القدر

(۲۶، رمضان ۱۴۱۹ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

﴿انا انزلنہ فی لیلۃ القدر ○ وما ادرٰک مالیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر خیر من الف شھر ○ تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر ○ سلم ھی حتی مطلع الفجر ○﴾

آج لیلۃ القدر کے بارے میں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں کیونکہ عوام وخواص

اس بارے میں بہت سی خرافات و بدعات میں مبتلا ہیں۔

لیلۃ القدر کی کوئی تاریخ متیقن نہیں:

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ لیلۃ القدر کوئی خاص رات ہے جیسے لوگوں نے بنا رکھا ہے کہ بس ستائیس رمضان کی شب لیلۃ القدر ہے اور آگے پیچھے کوئی رات نہیں، اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لیلۃ القدر سارے ہی رمضان بلکہ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سارے سال میں کوئی نہ کوئی رات ایسی ہوتی ہے جو لیلۃ القدر ہے پھر زیادہ تر احتمال یہ ہے کہ پورے رمضان میں کوئی رات ہے اس بارے میں حدیث کی مختلف روایات ہیں:

1. رمضان کے آخری عشرے میں (متفق علیہ)
2. آخری عشرے کی طاق راتوں میں (بخاری)
3. آخری ہفتے میں (متفق علیہ)

یہ سب ارشادات بدرجہ احتمال ورجحان ہیں کوئی قطعی فیصلہ نہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے علامات کی بناء پر ستائیسویں رات کی تعیین فرمائی ہے، یہ ان کا اپنا قول ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح روایت نہیں۔ بہرحال کسی رات کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں۔

لیلۃ القدر کی تاریخ متعین نہیں:

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر ہمیشہ ایک ہی تاریخ میں ہوتی ہے، اگرچہ یہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کونسی تاریخ ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں وہ بدلتی رہتی ہے کبھی کوئی کبھی کوئی۔

لیلۃ القدر کا علم نہ ہونے میں بہتری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا تھا کہ فلاں رات ہے، علم دیا تھا کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر معین فرما دی کہ ہمیشہ وہی ہوا کرے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ علامات بتادی تھیں جن کے ذریعہ رات ہی میں پتا چل جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا تھا مگر بعد میں واپس لے لیا۔ فرمایا کہ یہ علم واپس اٹھائے جانے میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کا علم نہ ہونے میں کوئی چھوٹی سی بہتری نہیں بہت بڑی بہتری ہے کہ دینے کے بعد واپس لے لیا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے حالات سے خوب علیم وخبیر ہیں وہ جانتے ہیں کہ بندوں کی بہتری اسی میں ہے کہ انہیں اس رات کا علم نہ ہو۔

لیلۃ القدر کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہوا:

جب اس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہوا تو دوسرا کون ہے جسے اس کا علم ہو جائے۔ لوگ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ رات کون سی ہے۔ کوشش کرتے کرتے جو چیز دل ودماغ پر سوار ہوتی ہے اس میں نفسیاتی اثر شامل ہو جاتا ہے، کچھ علامات لوگوں نے خود ہی بنا رکھی ہیں۔ ایک خاتون نے کئی سال پہلے مجھے بتایا کہ جو رات گذری ہے وہی لیلۃ القدر تھی پھر مجھ سے پوچھنے لگیں کہ آپ کا کیا خیال ہے، میں نے کہا آپ نے دیکھ لی بس وہی کافی ہے، ولیۃ اللہ نے دیکھ لی بس وہی کافی ہے، ہم جیسے لوگوں کو کیا معلوم کہ کون سی ہے۔ ایک نے تو ابھی اسی رمضان میں میرے بارے میں بتادیا کہ اسے خبر تو ہے مگر بتاتا نہیں، بتائے گا بھی نہیں مگر پکی بات ہے کہ اسے معلوم ہے۔ ایسے ایسے لوگ ہیں۔

بعض کتابوں میں کچھ علامات لکھی ہیں ان کی حقیقت بھی سن لیجئے:

❶ ''قیل'' لکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے کہا ہے، یہ کچھ معلوم نہیں کہ کس نے کہا ہے۔

❷ اگر کوئی ایسی علامات دیکھنے کا دعویٰ کرے تو اس کے سچے ہونے کی کیا دلیل ہے۔ دنیا میں جھوٹے مدعیوں کی کمی نہیں۔

❸ شاید اسے اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کوئی تصرف کر رہا ہو۔

❹ رات بھر جاگنے اور عبادت میں حدود شرعیہ سے تجاوز کی وجہ سے دماغ میں فتور آ گیا ہو۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کسی ذاکر نے لکھا کہ رات میں اندھیرے کمرے میں ذکر کرتا ہوں تو آسمان پر ستارے نظر آتے ہیں، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دماغ خراب ہو رہا ہے ذکر چھوڑ دو اور دماغ کا علاج کرواؤ۔

خود میرے علم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو لیلۃ القدر کو دیکھنے کے دعوے کرتے تھے بعد میں ان کا دماغ خراب ہو گیا۔

❺ قوۃ متخیلہ کا تصرف ہو سکتا ہے، یہ پوری دنیا کے مسلمات و مشاہدات میں سے ہے۔

❻ بہتر سے بہتر توجیہ کی جائے تو کشف کہا جا سکتا ہے جو حجت شرعیہ نہیں، علاوہ ازیں لیلۃ القدر کے بارے میں کشف پر عمل کرنے میں کئی مفاسد ہیں۔

کشف سے لیلۃ القدر معلوم کرنے کے مفاسد:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں کشف کے ذریعہ لیلۃ القدر کا علم ہو جاتا ہے۔

کشف ہوا ہے کہ فلاں تاریخ کو لیلۃ القدر ہوگی، ایسا کہنے میں بہت فسادات ہیں:

❶ کشف حجت نہیں:

کشف کے غلط ہونے اور اس میں التباس اور اشتباہات ہونے کی کئی وجہیں ہیں ان میں سے ایک قوت متخیلہ کا تصرف ہے، دماغ کے خیالات منکشف ہو جاتے ہیں۔

❷ تعارض:

ایک بزرگ کو کشف ہوا کہ فلاں تاریخ کو لیلۃ القدر ہے، دوسرے بزرگ کوئی اور تاریخ بتائیں۔ اس طرح لوگوں کا بزرگوں پر سے اعتبار اٹھ جائے گا اور ان کا دین برباد ہوگا لوگ کہیں گے یہ سارے ہی ایسے ہیں اپنی طرف سے باتیں بناتے رہتے ہیں۔

❸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تفوق:

لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف نہیں ہوا بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا علم دیا تھا مگر پھر اللہ نے یہ علم سلب فرما لیا پھر فرمایا کہ اسی میں بہتری ہے۔ البتہ رات گذرنے کے بعد ظاہر ہونے والی کچھ علامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں جس سے پتا چلا کہ جو رات گذر گئی وہ لیلۃ القدر تھی۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو علم نہ ہوا اب اگر کوئی بزرگ یہ کہتا ہے کہ اسے لیلۃ القدر کے بارے میں کشف ہوا ہے تو بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تفوق یعنی بڑے ہونے کا دعویٰ ہے، کسی کی یہ نیت نہ ہو تو بھی لوگوں کو شبہہ ہو سکتا ہے کہ یہ بڑا ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

۴ کشف غبی کو زیادہ ہوتا ہے:

کشف زیادہ تر غبی، نیم پاگل اور کند ذہن لوگوں کو ہوتا ہے اور جو پورا پاگل ہو اسے تو کشف بہت زیادہ ہوتا ہے تو جو لوگ کشف کی بات کرتے ہیں وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ غبی ہیں، کند ذہن ہیں، نیم پاگل ہیں شاید کبھی پورے پاگل بھی ہو جائیں۔

۵ توجہ الی اللہ میں نقصان:

کشف یکسوئی سے ہوتا ہے، ذہین شخص کو یکسوئی کے لئے اپنی توجہ مرکوز کرنا پڑے گی، چونکہ ذہین میں یکسوئی بہت مشکل سے ہوتی ہے اس لئے اسے کافی محنت کرنا پڑے گی تو جتنی دیر میں ذہن کو مرتکز کر کے کشف کے ذریعہ لیلۃ القدر معلوم کرے گا اتنی دیر وہ توجہ الی اللہ کیوں نہیں کرتا عبادت کی کمیت، کیفیت، تعلق مع اللہ اور اللہ کی محبت بڑھانے کی کوشش کرے، اتنا بڑا مقام چھوڑ کر لیلۃ القدر معلوم کرنے کے لئے مراقبہ کر کے اپنا فائدہ کر رہا ہے یا نقصان؟ اللہ کے بندے! اللہ کی طرف توجہ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ اس کا علم نہ ہونے میں حکمت ہے اور یہ اس کے خلاف بیٹھ کر توجہ مرتکز کر کے اسے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

۶ کشف باعث غفلت:

کسی کو کشف ہو گیا یا کھینچ کھینچ کر لایا کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے تو اس میں اس کا اپنا بھی نقصان اور جن کو بتائے گا ان کا بھی نقصان ہو گا کہ باقی راتیں غفلت میں سو سو کر گذار دیں گے، لوگ اسی لئے تو جاگتے ہیں کہ لیلۃ القدر مل جائے، شاید آج مل جائے، شاید آج مل جائے، کمیت زیادہ نہیں ہو پاتی تو کیفیت ہی سہی، اللہ

کی طرف متوجہ ہو جاؤ ہو سکتا ہے کہ آج کی رات لیلۃ القدر ہو۔

❼ کشف غلط ہونے کی صورت میں نقصان:

اگر کشف غلط ہوا تو اور بھی نقصان ہے۔اس کے کشف میں آج کی رات ہے اور درحقیقت کل کی رات ہے تو جو لیلۃ القدر تھی وہ رات سو کر گذار دی کتنا بڑا نقصان ہے۔ جو رات لیلۃ القدر نہیں تھی اس میں عبادت کرنے میں تو کچھ نقصان نہیں لیکن اصل رات تو سو کر ضائع کر دی۔

❽ مسلمانوں میں باعث انتشار:

مسلمانوں کے دو گروہ بن جائیں گے، ایک بزرگ نے کہا فلاں رات لیلۃ القدر دوسرے نے کوئی دوسری رات بتائی تو اس سے دو گروہ بن جائیں گے جس سے سخت انتشار کا خطرہ ہے۔

❽ طریق اکابر کے خلاف:

اکابر علماء میں کبھی یہ بات سننے میں نہیں آئی کہ کسی کو کشف ہوا ہو کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے۔

❿ حدیث میں وعید:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ شروع کیا اس کو اپنے اس عمل کا ثواب اسے بھی ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس کے کہنے سے یہ عمل کریں گے ان سب کا ثواب اسے بھی ملے گا اور جو دین میں کوئی برا طریقہ شروع کرے گا خواہ قول ہو یا عمل، اس برائی اور گمراہی کا عذاب اسے بھی ہو گا اور قیامت تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا عذاب اس پر بھی ہو گا۔

⓫ کشف پر عمل خطرہ کفر:

ضعیف حدیث کا درجہ کشف سے ہزاروں ہزاروں گنا زیادہ ہے۔ ضعیف حدیث پر یقین کرنے سے کفر پر موت کا خطرہ ہے کیونکہ بعض مرتبہ مرتے وقت کچھ باتیں منکشف ہونے لگتی ہیں تو اگر کسی نے ساری زندگی کسی ضعیف حدیث پر عمل کیا اور مرتے وقت اس پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ یہ حدیث ثابت نہ تھی تو شیطان ایسے میں اس شخص کو یہ سمجھائے گا کہ دیکھا ساری زندگی جس کام میں ثواب سمجھ کر اس پر اتنی محنت کرتے رہے اس میں کوئی ثواب نہیں صرف یہی ایک چیز نہیں بلکہ یہ سارے کا سارا دین ایسا ہی ہے، اس طرح شیطان کے بہکانے سے مرتے وقت کافر ہوجانے کا خطرہ ہے، جب ضعیف حدیث کے بارے میں یہ بات ہے تو کشف تو کسی شمار میں ہی نہیں اس پر عمل کرنے میں کتنا زیادہ خطرہ ہوگا۔

سب سے بڑی عبادت:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں رہا تو دوسرا کون ہے کہ اسے علم ہوجائے، اس لئے لیلۃ القدر کی علامات تلاش کرنے کی بجائے یہ سوچیں کہ اگر یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ یہ رات لیلۃ القدر ہے تو آپ کیا کریں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہوجائے تو میں اس میں کیا کہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعاء کریں:

﴿اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی﴾

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

''یا اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرمادے۔''

اشکال:

ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ ادھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا علم ہے ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے مرتفع فرما دیا پھر یہ کیونکر فرمایا کہ کوئی لیلۃ القدر کو پالے تو یہ دعاء کرے۔اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگ پا بھی لیتے ہیں، پتا چل بھی جاتا ہے۔

جواب:

اس کی حقیقت سنئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کا علم مرتفع نہ ہوتا، اور اس کے معلوم ہونے کا کوئی امکان ہوتا پھر اگر آپ پا لیتے اور معلوم ہو جاتا تو کرنے کا کام کیا تھا؟ وہ یہ تھا کہ صرف عبادات نافلہ پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اس سے بھی زیادہ گناہوں سے معافی مانگنے کا اہتمام کرے، آیندہ کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح بھی کرے قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمائے ہیں کہ اللہ غفور رحیم ہے، غفور رحیم کن لوگوں کے لئے؟

﴿الذین تابوا واصلحوا﴾

وہ لوگ جو گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور آیندہ کے لئے گناہ چھوڑ دیتے ہیں۔اگر کسی کا گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہیں ایسے ہی کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! معاف کر دے، یا اللہ! معاف کر دے تو وہ تو ایسے ہوگا کہ جیسے کوئی دنیا میں کسی کو تکلیف پہنچاتا رہے مخالفت کرتا رہے، اسے نقصان پہنچاتا رہے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا رہے کہ بھائی مجھے معاف کر دے۔بار بار یہی عمل کرتا رہے۔

غرض یہ کہ اگر پتا چل جاتا اس کا علم مرتفع نہ ہوتا پھر اس میں کرنے کا کام یہ تھا کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آیندہ کے لئے ہر قسم کے گناہوں کو چھوڑنے

کا اللہ سے عہد کریں اور یہ دعاء کریں کہ یااللہ! ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جب تک ہماری حیات ہے ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے نفس وشیطان کے مکاید، برے ماحول، برے معاشرے سے ہماری حفاظت فرما، ہماری پوری کی پوری زندگی اپنی مرضی کے مطابق بنادے۔

بعض روایات میں رات گذر جانے کے بعد ظاہر ہونے والی کچھ علامات کا ذکر ہے مگر اولاً تو یہ علامات یقینی نہیں، دوسری بات یہ کہ رات گذر جانے کے بعد علامات تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ جنہیں جو عبادت کرنی تھی کرلی اور جنہوں نے رات غفلت میں گذار دی وہ اسے دوبارہ نہیں پاسکتے، رات گذر جانے کے بعد علامات معلوم ہونے سے صرف ناقص محبت والوں کو یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ اگر اس رات میں انہیں عبادت کی توفیق مل گئی تو وہ شکر گذار بندے بننے کے لئے اور زیادہ عبادت کریں گے، کامل محبت والوں کی ایسی ہمت افزائی کی ضرورت نہیں اور عوام کا یہ نقصان ہے کہ وہ مطمئن ہوکر بیٹھ جاتے ہیں باقی راتیں غفلت میں گذار دیتے ہیں۔

لیلۃ القدر کا علم مرتفع ہونے کی مصلحتیں:

لیلۃ القدر کے علم کو مرتفع کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کا علم اٹھالیا یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، علماء نے اس کی کئی مصلحتیں لکھی ہیں، پوری مصلحتیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں بہر حال علماء نے کچھ مصلحتیں بتائی ہیں:

① غفلت سے بچانے کے لئے:

اگر پتا چل جاتا کہ لیلۃ القدر ہے تو اس رات میں تو ساری رات عبادت کرتے رہتے اور دوسری راتوں میں سوتے رہتے، تراویح بھی نہ پڑھتے شاید فرض

نماز بھی نہ پڑھتے بس ایک رات میں ہی بخشش ہو جائے گی۔ لیلۃ القدر کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہر رات کے بارے میں لیلۃ القدر ہونے کا امکان ہے اس لئے ہوشیار رہو، ہوشیار رہو، ہر وقت ہوشیار رہو۔

اے خواجہ چہ پرسی از شب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است. اگر قدر بدانی

ارے اللہ کے بندے! تو کیا نشانیاں طلب کرر ہا ہے کہ شب قدر کی نشانی، شب قدر کی نشانی پھر باہر نکل نکل کر دیکھ رہا ہے کہ شب قدر آج ہے یا نہیں۔ اگر تیرے دل میں کچھ فکر آخرت ہے، اگر تیرے اندر کچھ اللہ کی محبت ہے تو ہر شب شب قدر ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہر لمحہ شب قدر ہے کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے۔

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی
باشد کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

اپنے محبوب کی رضا کی طلب میں سرگرداں رہیں، ایک حکمت تو یہ ہوئی کہ جب پتا نہیں ہوگا تو ہر وقت یہ احتمال ہوگا کہ شاید آج ہی لیلۃ القدر ہے تو لگے رہیں گے ٹوٹی پھوٹی کوشش جتنی ہو سکتی ہے، جیسی ہو سکتی ہے اس میں کمی نہ کریں۔

② سخت عذاب سے بچانے کے لئے:

دوسری حکمت علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر پتہ چل جاتا تو بہت سے لوگ اس میں بھی گناہ نہ چھوڑتے اور نہیں تو کم از کم ڈاڑھی تو منڈا ہی لیتے یا کاٹ لیتے، جس کو منڈانے کٹانے کی لت پڑ جاتی ہے وہ پھر کہاں اس کے بغیر رہ سکتا ہے یہ مرض لاعلاج معلوم ہوتا ہے البتہ اگر افغانستان کے طالب کا روشن دماغ تھپڑ لگ جائے تو دماغ بالکل درست ہو جائے گا اس کے بغیر اس مرض کا جانا مشکل ہے، اسی طرح عورتیں اس رات کا علم ہو جانے کے بعد بھی بے پردہ رہتیں افطار میں اور بوقت سحر ہنس ہنس کر دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی اور زادوں سے مجلس بازی کرتی

رہتیں، غیبت کرنا، ٹخنے ڈھانکنا اور دوسرے بے شمار گناہ جنہیں آج کا مسلمان گناہ ہی نہیں سمجھتا وہ سب کچھ کرتا رہتا، لیلۃ القدر میں بھی اللہ کی بغاوتوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آتا تو اس پر عذاب بہت سخت ہوتا کہ ارے نالائق! تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے پھر بھی اللہ کی بغاوت نہیں چھوڑ رہا، اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑ رہا، اس پر بہت سخت عذاب ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے لیلۃ القدر کا علم واپس لے کر بندوں کو سخت عذاب سے بچالیا۔

یہ جو میں نے بتایا کہ روزانہ ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر جتنی عبادت کر سکتے ہیں کریں جیسے لیلۃ القدر میں سب سے بڑی عبادت یہ بتا چکا ہوں کہ گناہوں سے توبہ کریں اور آیندہ ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے کی دعاء کریں، اسی طرح دوسرے اوقات میں بھی سب سے بڑی عبادت یہی ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے آیندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا اللہ سے وعدہ بھی کریں اور حفاظت کی دعاء بھی کریں کہ یا اللہ! اگر تیری دستگیری نہ ہوگی تو ہم نہیں بچ سکتے: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یا اللہ! ہر گناہ سے بچنا اور نیکی کا کام کرنا تیری دستگیری کے سوا نہیں ہوسکتا۔ ایسے دعائیں کیجئے یہ تمام عبادات کی بنیاد ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لیلۃ القدر کو پالو تو اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ اس کے بعد جو مزید عبادت کر سکتے ہیں کریں اس کی کوئی تعیین نہیں۔

نفل عبادت کرنے میں غلطیاں:

نفل عبادت کرنے میں لوگ کئی قسم کی غلطیاں کرتے ہیں:

پہلی غلطی:

پہلی خرابی ہے عبادت میں تعیین، اس رات میں کسی قسم کی عبادت کی تعیین نہیں نفل نماز پڑھیں، تلاوت کریں، درود شریف پڑھیں، ذکر اللہ کریں یا قلب کو

اللہ کی طرف متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات، عظمت شان، جلالت شان ایسی چیزوں کو سوچ سوچ کر اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں اتارنے اور بڑھانے کی کوشش کریں۔

دوسری غلطی:

مساجد میں عبادت کرتے ہیں۔ جس رات کے بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی مبارک رات ہے اس رات عبادت کے لئے گھروں سے نکل کر مساجد میں جمع ہو جاتے ہیں جبکہ نفل عبادت مسجد میں کرنے میں زیادہ ثواب سمجھنا دین پر زیادتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفل عبادت کا ثواب مسجد کی بجائے گھر میں زیادہ ہے خواہ یہ عبادت نفل نماز ہو، خواہ تسبیحات ہوں، خواہ تلاوت ہو یہ حکم سب کو شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے نوافل اپنے گھر میں پڑھتے تھے حالانکہ گھر میں پڑھنے میں بہت مشکل ہوتی تھی کیونکہ کمرا بہت چھوٹا تھا اتنی گنجائش نہیں تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سو رہی ہوں تو آپ سجدہ کر سکیں اس لئے جب آپ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے وہ پاؤں سمیٹ لیتیں تو آپ سجدہ کرتے جب آپ سجدہ سے فارغ ہوتے تو وہ پھر پاؤں پھیلا لیتیں۔ جبکہ سوئے ہوئے شخص کی تو بہت زیادہ رعایت کرنا چاہئے کہ اس کی نیند میں خلل نہ آئے، پھر یہ بھی کہ مسجد کوئی دور نہ تھی بلکہ حجرۂ مبارکہ سے قدم باہر نکالیں تو مسجد نبوی میں پہنچ گئے اور اس مسجد کی فضیلت بھی کتنی کہ ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے بعض روایات میں دس ہزار کا ذکر ہے، اتنا ثواب اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نفل عبادت کیا کرتے تھے تاکہ امت کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے۔ لیکن عوام نے یہ بدعت گھڑ لی کہ نفل عبادت کا ثواب مسجد میں زیادہ سمجھتے ہیں۔

عذر لنگ:

کئی لوگ یہ عذر بیان کرتے ہیں:

❶ گھروں میں نیند آتی ہے:

اللہ کے بندو! عبادت اتنی ہی کرنی چاہئے جتنی شرح صدر سے طیب خاطر سے ہوسکے، ذوق وشوق سے ہوسکے، اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت تو وہی قبول ہے، اللہ کے قانون کے خلاف مسجد میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب سمجھنے کی بدعت کی تائید اختیار کر کے اگر آپ ساری رات بھی جاگتے رہے، ساری رات بھی روتے رہے تو ثواب نہیں عذاب ہے عذاب، کر رہے ہیں اللہ کی نافرمانی اور سمجھ رہے ہیں کہ بہت بڑا کام کرلیا، پوری رغبت سے جتنی دیر ہوسکتا ہے کریں اس کے بعد سو جائیں۔ اگر عبادت کرتے کرتے نیند آگئی تو یہ سونا بھی عبادت ہے۔

❷ بچے تنگ کرتے ہیں:

دوسرا عذر یہ بتاتے ہیں کہ گھر میں بچے ہوتے ہیں، شور مچاتے ہیں کوئی ادھر سے چیختا چلاتا تو کوئی ادھر سے روتا ہے، یہ بھی بہت بڑی حماقت کی بات ہے۔

بچے باعث رحمت:

بچوں کے رونے پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے ایک روایت ہے:

﴿لولا شباب خشع وبهائم رتع وشيوخ ركع واطفال رضع لصب عليكم العذاب صبا﴾ (كشف الخفاء)

''اگر خشوع کرنے والے جوان اور گھاس چرنے والے چوپائے اور جھکی کمر والے بوڑھے اور دودھ پیتے بچے نہ ہوتے تو تمہیں عذاب سے تباہ کر دیا جاتا۔''

یہ روایت ضعیف ہے لیکن اصول شرعیہ وعقلیہ کے مطابق ہے۔ چار قسم کی مخلوق نہ ہوتی تو گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو تباہ کر دیتے، ان چاروں پر اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو ذرا مہلت دے رہے ہیں۔
ان چار قسموں میں سے ایک دودھ پیتے بچے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کو رحم آجاتا ہے۔ جس مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے لوگ انہیں چھوڑ کر مسجد میں بھاگ جاتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے عبادت صحیح نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ تھے۔ ایک بار حضرت مفتی صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت! میرا بچہ روتا ہے تعویذ دے دیں۔ فرمایا:

''میاں! رونا تو چاہئے ہم بڑوں کو ہم نہیں روتے تو بچوں کو تو رونے دیں۔''

آج کل کی بیماریوں میں ایک بہت بڑی بیماری یہ ہے کہ لوگ بچوں کو رونے نہیں دیتے، ذرا رویا بس شیطان کی ٹونٹی منہ میں ٹھونس دی۔

ایک خرابی تو یہ کہ بچوں کو رونے نہیں دیتے، اللہ کی رحمت کو روک دیتے ہیں ان کے رونے پر تو اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

دوسری خرابی یہ کہ بچوں کو ورزش نہیں کرنے دیتے، رو کر بچہ ورزش کرتا ہے رونے سے اس کی آواز، سینہ، ہاتھ پاؤں غرض تمام اعضاء کی اندرونی بیرونی ورزش ہوتی ہے، یہ لوگ ورزش کرنے نہیں دیتے کہ کہیں زیادہ طاقت آگئی تو خدانخواستہ جہاد پر نہ چلا جائے، ڈرتے ہیں کہیں شہید نہ ہو جائے۔

تیسری خرابی یہ کہ بچہ بیٹ کرنے کے لئے روتا ہے تو ماں اسے مزید چوگا دے دیتی ہے، فوراً شیطان کی ٹونٹی اس کے منہ میں ٹھونس دیتے ہیں بار بار کھلا پلا کر

بچہ کا معدہ خراب کر دیتے ہیں تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔

گھروں کو ذکر اللہ سے آباد رکھیں:

گھروں میں عبادت کیا کریں ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی کرلیا کریں کہ یا اللہ! کوئی بچہ روئے تو تیری رحمت کا سبب بن جائے۔ بچوں کو رونے پر تو اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اس لئے نفل عبادت اپنے گھروں میں کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو گھروں کو قبریں مت بناؤ'' (متفق علیہ) مطلب یہ ہے کہ جیسے قبرستان میں خاموشی ہوتی ہے، لوگ قبرستان کو ''خانۂ خموشی'' کہتے ہیں، اسی طرح جس گھر میں ذکر اللہ نہ کیا جائے وہ قبرستان کی طرح ویران ہوتے ہیں، گھروں کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھنا چاہئے، گھروں میں ذکر اللہ جاری رہنا چاہئے، نفل نماز، تلاوت، ذکر، تسبیحات وغیرہ گھروں میں کیا کریں۔ یہ جو فرمایا کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے، قبرستان میں بظاہر خاموشی ہوتی ہے مگر قبروں کے اندر حیات برزخیہ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کے بندے اپنی قبروں کے اندر وہی عبادت کرتے ہیں جو اپنی حیات میں کیا کرتے تھے۔

تیسری غلطی:

مساجد میں جمع ہو کر لوگ نوافل کی جماعت کرتے ہیں یہ بہت بڑی بدعت ہے۔ نفل کی جماعت گناہ ہے لیکن آج کا مسلمان گناہ کر کے، ایسی بدعات اختیار کر کے، شریعت پر زیادتی کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسے اللہ سے محبت ہے۔

چوتھی غلطی:

بہت سے لوگ طبیعت پر جبر کر کے جاگتے ہیں، چائے پی پی کر، نسوار لے

لے کر، چٹکیاں لے لے کر، اٹھک بیٹھک کرکے اور نجانے کیا کچھ کرتے ہوں گے، اس طریقہ سے جاگ کر عبادت کرتے ہیں، لوگوں کے خیال میں رات کو عبادت کی فضیلت بس اسی کو ملتی ہے جو پوری رات جاگے، یہ غلط ہے۔ آپ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں یا اپنے نفس کی، اگر کوئی اپنے نفس کی عبادت کرتا ہے وہ تو جتنی چاہے عبادت کرلے یہ عبادت اس کے لئے جہنم کا ذریعہ ہے، اللہ کے ہاں اس کا کچھ بھی اجر نہیں۔ عبادت تو وہ ہے جو اللہ کی عبادت ہو اور اللہ کی عبادت وہی ہے تو اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت تو یہ ہے کہ پوری رغبت سے، پورے اشتیاق سے، ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہوکر جتنی کرسکیں کریں اور جب تھکاوٹ یا بے رغبتی محسوس ہو تو چائے وائے پی کر، نسوار لے کر نہ جاگیں بلکہ آرام کریں، سوجائیں۔

لیلۃ القدر جاگنے کی رات یا عبادت کی؟:

عام طور پر لوگ لیلۃ القدر کو جاگنے کی رات کہتے ہیں اور ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ تمام رات جاگیں خواہ اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے نسوار کھانی پڑے لونگ یا کالی مرچ چبانی پڑے، چائے پینی پڑے یا پھر جو بھی طریقہ جاگنے کا ہو وہ اختیار کیا جائے خواہ فجر کی نماز ہی قضاء ہوجائے لیکن رات کو تو بہرحال جاگنا ہے کیونکہ بقول ان کے یہ جاگنے کی رات ہے، اللہ کے بندو! کچھ تو عقل سے کام لو، لیلۃ القدر جاگنے کی نہیں عبادت کی رات ہے۔ انشراح کے ساتھ عبادت کریں جب نیند آنے لگے تو سوجائیں یہ نہ ہو کہ ساری رات جاگیں اور فجر کی نماز کے لئے مسجد کی جماعت چھوڑ دیں یا نماز میں جھومتے رہیں۔

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ کھلی چھٹی مل گئی سوتے رہو۔ اس پر ایک قاری صاحب کا قصہ بھی سن لیجئے، مدینہ منورہ میں ایک قاری صاحب نے مجھے بتایا کہ کسی عالم نے انہیں ایک آیت بتائی ہے جسے پڑھنے سے تہجد میں آنکھ کھل جاتی

ہے۔ میں نے کہا واہ! قاری جی صاحب واہ! جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو آپ نے کسی بزرگ سے کوئی آیت یا کوئی وظیفہ پوچھا تھا کہ حضرت جی! کوئی وظیفہ بتادیں کہیں ساری رات سوتے میں ہی نہ گذر جائے، وقت پر آنکھ کھل جائے۔ خواہش نفس کی خاطر تو ساری رات جاگتے رہے کسی وظیفہ کی ضرورت نہ پڑی، تیرے دل میں اللہ کی محبت اتنی بھی نہیں جتنی بیوی کی خواہش ہے۔ حاصل یہ ہے کہ چائے پی کر، نسوار کھا کر، چٹکیاں لے کر جاگنے کی بجائے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ کی محبت پیدا کرنے کا نسخہ:

اللہ کی محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

﴿الرحمٰن فاسئل به خبیرا۝﴾ (۲۵۔ ۵۹)

کسی باخبر سے تعلق رکھیں، اپنے حالات بتایا کریں، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے کی کوشش کریں، کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کریں، جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے، توبہ کر لیتا ہے اللہ کی رحمت اس پر متوجہ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے، بجائے اس کے کہ یہ بندہ اللہ سے محبت کرے اللہ کو اس کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے، فرمایا:

﴿یایها الذین اٰمنوا من یرتدمنکم عن دینه فسوف یأتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه﴾ (۵۔ ۵۴)

اگر اللہ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے پیدا فرمائیں گے کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے ذکر فرمایا اور بندوں کی محبت کو بعد میں، جو شخص اللہ کی نافرمانیوں سے بچتا ہے اللہ کو اس سے محبت ہوتی ہے۔ بندہ اگر سچی توبہ کر لے اور اللہ

تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچے تو اللہ کی طرف سے اس کے لئے
کیسی کیسی بشارتیں ہیں، فرمایا:

﴿یایتها النفس المطمئنة ۝ ارجعی الی ربک
راضیة مرضیة ۝﴾ (۸۹۔۲۷،۲۸)

میرے بندے! دنیا میں تو مجھے راضی کرنے کے لئے کوشش کرتا تھا آج تیری رضا ہماری رضا سے مقدم ہے، پہلے: راضیۃ۔ فرمایا بعد میں: مرضیۃ۔ ایسے ہی فرمایا: یحبھم ویحبونہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان فرمایا کہ مجھے ان سے محبت ہے اور اس محبت کا اثر بندے کے قلب پر پڑتا ہے تو اس کے قلب میں اللہ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

یہ محبت پیدا کرنے کے نسخے ہیں انہیں استعمال کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ محبت پیدا ہو جائے گی پھر تو لوگ آپ کو پکڑ پکڑ کر سلائیں گے اور آپ کہیں گے ۔

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

اللہ تعالیٰ سب کو عقل عطاء فرمائیں، اپنی مرضی کے مطابق بنالیں، اور شریعت کے مطابق لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک
ورسولک محمد
وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین
والحمدللّٰہ رب العٰلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ

فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ

اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ۝

جو لوگ ایمان دار ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو، واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے (النساء-۷۶)

مدارس کی ترقی کا راز

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: مدارس کی ترقی کا راز

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رمضان ۱۴۲۱ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

مدارس کی ترقی کا راز

(۱۴۰۴ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

فقد قال الامام الحافظ الحجة الرحلة امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبداللّٰہ محمد بن اسمعیل بن ابراھیم بن المغیرة بن بردزبة الجعفی البخاری رحمہ اللّٰہ تعالٰی ونفعنا بعلومہ

امین. باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقول اللّٰہ عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ. وبالسند المتصل منا الیہ قال حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراھیم التیمی انہ سمع علقمۃ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالی عنہ وعنھم علی المنبر یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لا مرئ مانویٰ فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ.

وفی طرق اخریٰ فمن کانت ھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ فھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھجر الیہ.

وبہ قال حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعنھم قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان

اللّٰہ العظیم.

اخلاص سے خالی اعمال کا کوئی وزن نہیں:

یہ دو حدیثیں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں ان میں پہلی حدیث صحیح بخاری کی سب سے بڑی حدیث ہے اور دوسری حدیث صحیح بخاری کی سب سے آخری حدیث ہے، یہ حدیثیں اس مناسبت سے پڑھی ہیں کہ ویسے تو ہر عمل میں اخلاص اور تصحیح نیت ضروری ہے مگر خاص طور پر جن حضرات کا علمی مشغلہ ہے، جن سے اللہ تعالیٰ علم دین کی خدمت لے رہے ہیں ان کے لئے اخلاص و للّٰھیت بہت زیادہ ضروری ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حدیث سب سے پہلے درج فرمائی کہ علم دین کا مشغلہ رکھنے والے سب سے پہلے اپنی نیت درست کرلیں اور سوچ لیں کہ یہ کام اگر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور ذخیرۂ آخرت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی باعث برکت ہے اور اگر خدانخواستہ اخلاص نہیں تو یاد رکھیں کہ آخرت کی بربادی تو ہے ہی دنیا میں بھی ایسے کام میں کبھی ترقی نہیں ہوتی انسان خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ پہلی حدیث سے تو یہ مقصد تھا، اس کے بعد پوری کتاب میں دین کے سارے اعمال بیان فرما کر سب سے آخر میں اخلاص و تصحیح نیت کا ایک نسخہ درج فرمادیا جس سے نیت میں خلوص پیدا ہوگا، احادیث میں بیان کردہ تمام احکام پر عمل کی توفیق ہوجائے گی، وہ نسخہ یہ ہے کہ قیامت کے روز ہمارے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے ان کا وزن ہوگا پھر اس کے مطابق ثواب وعذاب، جنت یا جہنم۔ ہر انسان سوچے اور تھوڑی دیر کے لئے روزانہ سوچنے کا معمول بنالے کہ میرے تمام اعمال ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہیں، نہ معلوم وہاں کیا وزن نکلے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے خیال میں یہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ آخرت کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کر رہے ہیں، جنت کی نعمتیں لوٹ رہے

ہیں لیکن وہاں پہنچ کر یہ حقیقت کھلے کہ تمہارے اعمال میں اخلاص نہیں تھا لہٰذا یہاں ان کا کوئی وزن نہیں، اس طرح سارا کیا کرایا دھرا رہ جائے، جب یہ سوچنا شروع کریں گے اور اس فکر میں لگ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اخلاص کی دولت عطاء فرمائیں گے اعمال درست ہو جائیں گے ضائع ہونے سے بچ جائیں گے، جب اخلاص پیدا ہو گیا تو دینی کام کرنے والوں بالخصوص اہل مدارس کو کیا کرنا چاہیئے یا یوں کہیں کہ پھر اخلاص کیا کچھ کرواتا ہے، مخلص آدمی میں سب سے پہلے تو یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ میرا مقصود حقیقی کیا ہے، مثلاً پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ ہے تو ظاہر ہے کہ پڑھنا پڑھانا خود مقصود نہیں بلکہ اس سے مقصد عمل ہے، علم حاصل کیا جاتا ہے عمل کرنے کے لئے۔

اعمال کے دو شعبے:

پھر اعمال کے دو شعبے ہیں، ایک تو وہ اعمال جو ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ اسی طرح ظاہری گناہوں سے بچنا مثلاً آنکھ کے گناہ، زبان کے گناہ، کانوں کے گناہ، ہاتھ پاؤں سے سرزد ہونے والے گناہ ان تمام گناہوں سے بچا جائے۔

دوسرا شعبہ باطنی اعمال سے متعلق ہے یعنی وہ اعمال جن کا تعلق دل سے ہے، یہ بھی بہت ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا، ان کی محبت اور عظمت، شوق وطن آخرت، قناعت وغیرہا۔ اسی طرح دل کے گناہ بھی ہیں مثلاً مال کی محبت، جاہ کی محبت، حسد، کبر عجب۔ کبر اور عجب میں فرق یہ ہے کہ کبر میں انسان خود کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر تصور کرتا ہے اسی کو اردو میں تکبر کہتے ہیں اور عجب یہ ہے کہ انسان خود کو اچھا سمجھے دوسروں پر نظر نہ جائے لیکن اپنے تصور میں مگن ہو کہ ہم ہی اچھے ہیں۔ سو اعمال کی دو قسمیں بیان ہوئیں ظاہری اور باطنی، فرمایا:

﴿وذروا ظاهر الاثم وباطنه﴾ (٦. ١٢٠)

''ظاہری گناہوں کو چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی۔''

اور فرمایا:

﴿لا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ (٦. ١٥١)

''ظاہری منکرات کے قریب بھی نہ پھٹکو اور باطنی منکرات کے قریب بھی۔''

اور فرمایا:

﴿قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ (٧. ٣٣)

''کہہ دیجیئے کہ میرے رب نے دونوں قسم کے گناہ حرام فرما دیئے ہیں ظاہری گناہ بھی اور باطنی گناہ بھی۔''

ان ظاہر و باطن کے مجموعۂ اعمال کے احکام کا نام فقہ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ''توضیح'' میں فقہ کی یہ تعریف منقول ہے:

﴿معرفة النفس مالها وما عليها﴾

یعنی انسان اپنے فائدے اور اپنے نقصان کی باتیں معلوم کرلے کہ آخرت کے لئے کون کون سے اعمال مفید ہیں اور کون کونسے مضر۔

تصوف کی حقیقت:

اصل تعریف کے لحاظ سے فقہ دونوں قسم کے احکام کو شامل ہے مگر باطن کے اعمال چونکہ بہت اہم اور مہتم بالشان ہیں اس لئے ان کو الگ نام سے موسوم کیا گیا یعنی تصوف، گو کہ بعد کے غلط کار صوفیوں نے اس کی ہیئت تبدیل کردی اور اس کو کچھ سے کچھ بنا دیا مگر اس کی اہمیت اور عظمت سے کسی کو انکار نہیں، تصوف کا خلاصہ

صرف اتنا ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بن جائے اور یہ فقہ کا اہم شعبہ ہے، الگ نام سے کسی کو مغالطہ نہ لگ جائے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بعض چیزوں کی اہمیت جتانے کے لئے ان کا الگ نام رکھا جاتا ہے جیسے ع

فان المسک بعض دم الغزال

مشک وکستوری بھی ایک قسم کا خون ہے مگر صرف خون کہنے سے اس کی کچھ فضیلت ذہن میں نہیں آتی اس لئے اس خون کا الگ نام رکھ دیا مشک، دیکھئے ہے یہ بھی خون مگر عام خون سے اسے کوئی مناسبت نہیں وہ نجس اور یہ پاک، وہ بدبودار اور یہ سراپا خوشبو، اسے کوئی استعمال کرے تو مرجائے یا بیمار پڑ جائے، اسے استعمال کرنے والا مریض بھی تندرست وتوانا اور جوان بن جائے، تھے تو فقہ کے یہ دو شعبے مگر لوگوں نے کیا ظلم کیا کہ فقہ کے اس دوسرے اہم شعبے کو جو درحقیقت فقہ کی روح ہے، اس کا جوہر ہے فقہ کی تعریف سے نکال دیا اس کا مفہوم اڑا دیا اب فقہ کے نام سے اس شعبے کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا صرف احکام ظاہرہ کا نام فقہ پڑ گیا۔

آج کے مولویوں کا علمی وعملی تنزل:

پھر احکام ظاہرہ کے ساتھ کیا سلوک کیا، نور الایضاح سے شروع ہوئے ہدایہ تک پہنچ گئے پانچ سال تک فقہ پڑھتے رہے مگر فقہی مسائل پھر بھی نہ آئے بلکہ اب تو یہ حال ہوگیا کہ کتابوں کے صحیح نام تک نہیں بتا سکتے، سالہا سال پڑھ پڑھ کر ہمارے پاس آتے ہیں ہم پوچھتے ہیں ہدایہ کے متن کا نام کیا ہے؟ یہ کس کتاب کی شرح ہے؟ کوئی قدوری کی شرح بتاتا ہے کوئی جامع صغیر کی، وہی بات ہوئی کہ ساری رات یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا قصہ سنتے رہے صبح پوچھتے ہیں کہ زلیخا مرد تھا یا عورت تھی، فقہ ظاہر کا تو یہ حشر کیا، اگر نہ پڑھی ہوتی تو بھی اچھا تھا کہ کم از کم خود کو جاہل تو سمجھتے اور یہ احساس تو ہوتا کہ ہمیں مسئلے نہیں آتے، مگر فقہ پڑھ کر مولوی کہلوا

کراس پندار میں مبتلا ہو گئے کہ ہمیں سب کچھ آتا ہے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اگرچہ کوئی ایک مسئلہ بھی صحیح طور پر نہ بتا سکیں (دوسرے عام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا) مجلس میں مولوی حضرات زیادہ ہیں یہ بیان انہی کے لئے ہو رہا ہے یہ اپنی برادری بیٹھی ہے میٹھی کڑوی انہی کو بیٹھا سنا رہا ہوں، آپ لوگ کہیں علماء سے بدظن نہ ہو جائیں آپ کا فرض ہے کہ ہر حال میں علماء پر اعتماد رکھیں، مولوی کیسا ہی گیا گزرا ہو، علم صحیح نہ ہو، عمل بھی نہ ہو مگر عوام کے لئے واجب الاحترام ہے، واجب التعظیم ہے جیسا تیسا بھی ہے مگر عالم ہے لوگوں میں مشہور ہے کہ سید اگر کافر ہو جائے تو بھی سید ہی ہے، یہ بات تو غلط ہے کہ کوئی کافر ہو جائے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے مگر اس سے اتنا سبق حاصل کیا جائے کہ عالم دین جیسا کچھ ہو بہر حال عالم دین ہے، دین کی بقاء علماء کی ذات سے وابستہ ہے، دین کا وقار علماء کے وجود سے ہے، غرض یہ سارے نقائص سارے عیوب اپنی برادری کے سامنے کہہ رہا ہوں ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے مگر آپ لوگ ہرگز بدگمان نہ ہوں بلکہ یہ سوچیں کہ ہماری تمام تر صلاحیت ہمارے دین و دنیا کی کامیابی علماء ہی سے ہے، غرض کسی بھی عالم کو برا نہ سمجھیں یہ الگ بات ہے کہ ہر مولوی صاحب سے مسئلہ نہ پوچھیں سوچ سمجھ کر ماہر سے مسئلہ دریافت کریں مگر ادب واحترام سب کا کریں دل میں علماء کی عظمت اور ان کے ساتھ محبت اس بات کی علامت ہے کہ دل میں دین کی عظمت ہے، دین سے محبت ہے، اور جس دل میں علماء کی محبت و عظمت نہیں یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ دل دین کی محبت و عظمت سے یکسر خالی ہے۔

غرض بات یہ چل رہی تھی کہ فقہ ظاہر کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ نور الایضاح سے ہدایہ تک پہنچ گئے مگر نماز کے مسائل بھی اب تک معلوم نہیں دوسرے مسائل تو الگ رہے، اس کی ایک موٹی سی مثال دیتا ہوں کہ نماز میں دوران قیام پاؤں کی کیا کیفیت ہونا چاہئے؟ مسئلہ یہ ہے کہ جتنا فاصلہ ایڑیوں کے درمیان ہو اتنا ہی پنجوں کے درمیان ہونا چاہئے دونوں کے درمیان فاصلہ بالکل برابر ہونا چاہئے، مگر

لوگ یوں کھڑے ہوتے ہیں کہ ایڑیوں کے درمیان تو بالکل کم فاصلہ ہوتا ہے اور پنجوں کے درمیان بہت زیادہ، اس طریقے سے (دونوں ہاتھوں سے کیفیت بیان فرمائی) ایک پاؤں شمال کے رخ کو جا رہا ہے تو دوسرا جنوب کو، قبلہ سے دونوں پھرے ہوئے۔ حالانکہ نماز میں کوشش کر کے ایک ایک عضو کا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہئے، جس حد تک اعضاء کو قبلہ رخ کیا جائے اسی حد تک حضور الی اللہ کی توفیق ہوتی ہے، نماز مقبول ہوتی ہے، یہ صرف ایک مثال ہے، مولوی صاحبان فقہ کی ساری کتابیں پڑھا گئے پڑھ گئے عمر گزار دی مگر اب تک نماز میں کھڑا ہونا بھی نہ آیا دوسرے مسائل تو اپنی جگہ رہے، ایک بار ایک بہت بڑے جامعہ کے ایک عالم نے فجر کی نماز پڑھائی عالم بھی ایسے ویسے نہیں بہت بڑے محدث، شیخ الحدیث، ایک ایک حدیث پر گھنٹوں گھنٹوں بولنے والے، نماز میں ایک سجدہ بھول گئے، کسی مقتدی نے فتح (لقمہ) دیا تو ان کو بھی خیال آ گیا، سجدۂ سہو کر کے تدارک کر لیا، نماز کے بعد یہ سوال کھڑا ہوا کہ سجدۂ سہو سے نماز ہو گئی یا نہیں؟ ان محدث صاحب سے بھی پوچھا گیا انہوں نے جواب میں فرمایا ''چونکہ ایک سجدہ نماز میں فرض ہے دوسرا واجب جو رہ گیا تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے کر دی گئی لہٰذا نماز ہو گئی'' بعد میں اتفاقاً کسی نے یہ مسئلہ میرے سامنے پیش کیا، میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، اتنے بڑے علماء اور ایسے محدثین کی یہ حالت ہے تو دوسرے مولویوں کا تو کیا پوچھنا، معلوم نہیں کہاں سے مسئلہ نکال لیا کہ ایک سجدہ فرض ہے دوسرا واجب، مزید حیرت و افسوس یہ کہ میں نے مولویوں کی ایک مجلس میں یہ قصہ بیان کیا تو وہ حضرات کہنے لگے ''ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ پہلا سجدہ فرض ہے دوسرا واجب'' خوب سمجھ لیجئے کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں، اگر ایک سجدہ چھوٹ گیا تو سجدہ سہو سے نماز نہیں ہوگی، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا ہوا سجدہ نماز کے دوران جب بھی یاد آ جائے کر لیں اور چونکہ اس فرض میں تأخیر ہو گئی اس لئے آخر میں سجدہ سہو بھی کریں دونوں کام کرنے سے نماز ہو گی، حاصل یہ ہے کہ فقہ باطن کو تو بالکل اڑا دیا اس کا نام تک لینا گوارا نہیں اور

فقہ ظاہر کی یہ کیفیت کہ ایسے بدیہی مسائل سے بھی واقفیت نہیں۔

مدارس کی علمی و عملی پستی کا علاج:

مدارس میں دونوں چیزوں پر خاص توجہ فرض ہے، فوراً تدارک کیا جائے ورنہ اس ساری محنت سے کیا فائدہ؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقہ ظاہر پڑھانے والے حضرات جو کتابیں بھی پڑھائیں مقام درس بہشتی زیور میں بھی دیکھ کر آئیں اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ مفتی بہ قول کونسا ہے؟ یوں تو فقہ بہت بڑا سمندر ہے بہشتی زیور دیکھنے سے کام کی بات نکل آئے گی کہ فتویٰ اس قول پر ہے مسئلہ کی تقریر کر کے طلبہ کو آخر میں بتا دیا جائے کہ ''مسئلہ تو آپ لوگوں نے یوں پڑھ لیا اس بارے میں مختلف اقوال اور ان کے عقلی و نقلی دلائل معلوم کر لئے مگر ان تمام اقوال میں مفتی بہ قول صرف یہ ہے'' اس کے بعد جب امتحان ہو تو فقہ کے امتحان میں کامیابی کا مدار بھی اسی کو بنایا جائے کہ جو طالب علم مفتی بہ قول بتا دے وہ کامیاب اور جو مفتی بہ قول نہ بتا سکے خواہ مسئلے کی طویل تقریر کر دے دلائل کے انبار لگا دے مگر کامیاب نہ کیا جائے، کامیاب تو جبھی ہو جب نماز روزے کے مسئلے معلوم ہوں وہ تو اسے معلوم نہیں فقہ ظاہر کا تدارک تو اس طریقے سے کیا جائے، باقی رہی فقہ باطن اس کا طریقہ یہ ہے کہ طلبہ پر لازم قرار دیا جائے کہ وہ ایسی کتابیں مطالعے میں رکھیں جن سے دل میں نرمی پیدا ہو آخرت کا خوف پیدا ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، دنیا کی فنائیت کا استحضار ہو ایسی کتابیں طلبہ کے مطالعے میں رہیں اور نگرانی بھی کی جاتی رہے کہ دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟ کبھی کبھی درمیان سے کوئی مضمون پوچھ لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ استاذ کو دکھانے کے لئے کتاب کھول کر بیٹھے رہیں۔ اس موضوع پر مشکوٰۃ یا حدیث کی کسی بھی دوسری کتاب کی ''کتاب الرقاق'' بہترین انتخاب ہے اور اردو کتب میں حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑی مؤثر ہے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ و ملفوظات بھی اصلاح نفس کے بہترین سامان ہیں،

بہر حال کوئی نہ کوئی کتاب اس موضوع کی طلبہ کے مطالعہ میں لازم قرار دی جائے جس سے ان میں فکر آخرت پیدا ہو، دل بنے، اگر دل نہیں بنتا تو صرف زبانی پڑھانے سے کیا ہاتھ آئے گا؟ سارے احکام بتا دیئے جائیں ساری کتابیں رٹا دی جائیں عمل کچھ بھی نہیں ہوگا، اگر عمل بھی کروالیں تو پھر خلوص نہیں ہوگا جس کے بغیر کوئی عمل قبول ہی نہیں پھر فائدہ کیا ہوا؟

ایک بار بہت بڑے جامعہ میں بیان کرنے کا اتفاق ہوا، جامعہ پر یاد آ گیا کہ جو ادارہ جامعہ ہوتا ہے وہ مدرسہ نہیں ہوتا اور جو مدرسہ ہوتا ہے وہ جامعہ نہیں ہوتا، آجکل یہ سلسلہ چل پڑا ہے کہ ''مدرسہ دینیہ عربیہ جامعہ'' آجکل کی اصطلاح میں لفظ مدرسہ کے معنی ہیں پرائمری اسکول اور جامعہ کے معنی یونیورسٹی، اگر کسی سرکاری ادارے کا نام رکھ دیا جائے ''پرائمری اسکول یونیورسٹی'' تو ہر شخص حیرت سے پوچھے گا کہ یہ اگر اسکول ہے تو یونیورسٹی کیسے بن گیا اور یونیورسٹی ہے تو اسکول کیسے بن گئی؟ مگر مدارس میں ہر جگہ یہ اجتماع ضدین نظر آ رہا ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ مدرسہ اور جامعہ کا جوڑ کیا ہے؟ یہاں باہر جو لکھا ہوا ہے اس میں سے جامعہ کا لفظ مٹا دیجئے مدرسہ کا لفظ کافی ہے (اسی مدرسہ میں یہ بیان ہوا تھا، جامع) مدارس سے آج یہ دونوں کام چھوٹ گئے نہ فقہ ظاہر رہی نہ فقہ باطن، صرف طلبہ کا ہجوم ہے چندے کی بھی فراوانی ہے، عمارتوں کی تعمیر بھی دھڑا دھڑ جاری ہے مگر حالت وہی کہ نماز روزے کے مسائل تک معلوم نہیں اور نہ ہی دل میں کوئی تبدیلی۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے اور کس مقصد کے لئے ہو رہا ہے؟

تفصیل کے ساتھ جب یہ بیان ہو چکا تو جامعہ کے مہتمم صاحب فرمانے لگے بڑا اہم بیان تھا سبحان اللہ! بیان کیا کیا حق ادا کر دیا، غلطی ہوگئی ٹیپ کر لینا تھا۔ میں نے کہا دلوں میں بھر لیجئے اور آج ہی سے عمل شروع کر دیجئے، بیان سے یہی مقصد ہے، بیس سال ہوگئے اس قصے کو مگر کیا مجال کہ ایک قدم بھی عمل کے لئے بڑھایا ہو، جہاں کہیں مدارس والے بیان کے لئے کہتے ہیں میں کہتا ہوں یہ باتیں

ضرور بیان ہوں گی اب آپ کی مرضی ہے چاہیں تو بیان رکھیں چاہیں نہ رکھیں، اللہ کے لئے کچھ تو سوچئے مدرسے میں اتنی مدت رہ کر طالب علم کو نہ دین کے مسائل آئیں نہ اس کا دل بنے، آخر اتنا بڑا کام کیوں ہو رہا ہے یہ ساری بھاگ دوڑ کس مقصد کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

اخلاص کی حقیقت:

بات یہ چل رہی تھی کہ جب آدمی میں اخلاص آجاتا ہے تو وہ کیا کام کرواتا ہے، دو باتیں تو بیان ہو چکیں تیسری بات یہ کہ مخلص انسان سوچتا ہے کہ مجھے نام پیدا کرنا مقصود نہیں نہ ہی شہرت درکار ہے، میں تو جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں، جب مطمح نظر ان کی نظر و خوشنودی ٹھہری تو کام بھی اتنا ہی کرنا چاہئے اور اسی طریقے سے کرنا چاہئے جو ان کی رضا کے مطابق ہو، شریعت کے دائرے میں ہو، یہاں تین باتیں سمجھ لیجئے۔

❶ کام کی کمیت کیا ہو؟

❷ کیفیت کیا ہو؟

❸ ہیئت کیا ہو؟

کمیت کا مطلب ہے کام کی مقدار۔ جب اخلاص پیدا ہوتا ہے تو یہ فکر دامنگیر ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے دین کا کام زیادہ سے زیادہ کروں، استاذ کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس، شاگرد کو طلب علم کی فکر کہ جہاں تک ہو سکے خوب سے خوب محنت کروں غرض دینی کام کی مقدار بڑھانے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔ کیفیت کا مطلب ہے کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے انجام دینا، دینی کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت سے سرشار ہو کر اس کا خوف اور فکر آخرت دل میں رکھ کر پوری تندہی اور جانفشانی سے کام میں لگ جاتا ہے۔ اور ہیئت کا مطلب یہ کہ کام خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو اپنا خیال دل سے نکال دے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورا﴾ (۱۷.۱۹)

''اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔''

جو لوگ آخرت کے طلب گار ہیں **وسعی لھا سعیھا** اور آخرت کی کوشش جیسی اللہ تعالیٰ نے متعین فرمادی اس کے مطابق کرتے ہیں **فاولئک کان سعیھم** مشکورا ایسے لوگوں کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے بارآور ہے، اگر کوئی شخص طالب آخرت تو ہو اور آخرت کی کوشش بھی خوب کرے مگر اس کی یہ کوشش اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے خلاف ہے، وہ اپنے خیال کے مطابق کر رہا ہے تو یہ ساری کوشش بیکار ہے۔ ہیئت وہ ہو جو شریعت نے بتادی **وسعی لھا سعیھا** اس کی کوشش اس کے طریقے سے ہو، ایک شخص نے ٹیلیفون پر بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے (بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کسی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے خواب کو ذریعہ بنادیتے ہیں ویسے شرعی دلائل جو بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ان کا درجہ خواب سے بہت اونچا ہے، بہت اہم ہے مگر آج کل لوگ خوابوں کے زیادہ قائل ہیں) غرض اس نے کہا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں'' بظاہر وہ شخص بہت نیک ہے اور بڑا مالدار بھی ہے اور دینی کاموں پر بہت خرچ کرتا ہے، سنا ہے کہ کئی مدارس بھی چلا رہا ہے، اس نے خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی تو میں نے کہا کہ تعبیر یہ ہے کہ آپ دین کے کام کر رہے ہیں مگر اپنی مرضی سے، اس نے کہا سچی بات چھپی نہیں رہتی بالکل صحیح ہے، جتنے دینی کام کرتا ہوں کسی سے پوچھتا نہیں، کرتا بہت ہوں مگر اپنی مرضی سے، میں نے کہا خواب بھی اسی لئے دکھایا گیا ہے کہ اپنی مرضی دین میں نہ چلائیں جو کام کریں کسی صالح عالم سے پوچھ کر کریں، نماز مشرق کی طرف منہ

کر کے پڑھ رہے ہیں اس میں صرف اتنا ہی نہیں کہ یہ نماز مقبول نہیں بلکہ اس پر عذاب بھی ہے کہ ہم نے تو مغرب کے رخ کا حکم دیا ہے اور تم مشرق کی طرف رخ کر کے ہمارے دین میں دخل دینے لگے دین کو بدل دیا، لہٰذا اس پر ثواب کی امید کی بجائے اس کے وبال سے پناہ مانگیں، مگر اس کی حالت ہنوز وہی ہے، خواب دیکھا تعبیر پوچھی مگر پھر بھی وہی حال۔ اسی طرح سوشلزم والے مولویوں میں سے ایک نے یہی خواب دیکھا اور تعبیر پوچھنے میرے پاس پہنچ گئے میں نے کہا اس کی تعبیر مجھ سے مت پوچھئے، وہ مصر ہوئے کہ نہیں تعبیر آپ ہی سے پوچھنا ہے، میں نے پھر کہا کہ اپنے مولویوں سے اس کی تعبیر پوچھئے مگر نہیں مانے، میں نے کہا کہ مجھ سے ہی پوچھتے ہو تو سنئے تعبیر ایسی ظاہر ہے کہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، آپ لوگوں نے اسلام سمجھ لیا ہے اس نظام کفر کو جو روس، چین اور جاپان میں ہے، نماز پڑھ رہے ہیں مگر مشرق کا رخ کر کے، مغرب کی طرف رخ کر کے پڑھئے، اسلام وہ ہے جو مغرب میں آیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اترا، وہ صحیح اسلام ہے، بھلا سوشلزم کا اسلام سے کیا جوڑ؟ اللہ کرے خواب ہی ہدایت کا ذریعہ بن جائے، مگر جو لوگ غلطی پر اڑ جاتے ہیں وہ نہ خواب میں مانتے ہیں نہ جاگتے ہیں، الغرض بات یہ ہو رہی تھی کہ کام کی ہیئت یعنی شکل وصورت وہ ہونی چاہئے جو شریعت نے بتائی ہے اس کے خلاف نہ ہو۔

دین کے ہر کام میں دینی وقار کو قائم رکھنا ضروری ہے:

شریعت کی بتائی ہوئی صورت کیا ہے؟ آپ جو بھی کام کریں خواہ مدرسہ ہو یا تبلیغی ادارہ ہو یا اور کوئی شعبہ ہو اس میں دین کے وقار کو قائم رکھیں، اس موضوع پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے جو احسن الفتاویٰ جلد اول میں شائع ہو چکا ہے صیانۃ العلماء عن الذل عند الاغنیاء علماء کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو اہل ثروت کے سامنے ذلیل کریں، کتنی حماقت کی بات ہے کہ شہزادہ چل کر

جائے کسی بھنگی کے پاس، دین کا کام کامل استغناء کے ساتھ کریں، دین کا وقار مجروح نہ کریں، اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کر رہے ہیں تو اس پر توکل کر کے بیٹھ جائیں وہ خود مدد فرمائیں گے۔

﴿عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لو انکم کنتم توکلون علی اللّٰه حق توکله لرزقتم کما ترزق الطیر تغدوا خما صاوتروح بطانا﴾

(ترمذی)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل کرلو تو وہ تمہیں ایسے رزق عطاء فرمائیں گے جیسے پرندوں کو عطاء فرماتے ہیں کہ وہ صبح بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔''

پرندوں کو رزق کیسے ملتا ہے؟ ان کا کوئی کارخانہ نہیں، تجارت وزراعت نہیں، کہیں ملازمت نہیں صبح بھوکے اٹھتے ہیں اور شام تک خود بھی پیٹ بھر لیتے ہیں اور بچوں کا بھی پیٹ بھر دیتے ہیں، رات میں جا کر کسی پرندے کے گھونسلے کے پاس کان لگائیے، دنیا میں کوئی ایک پرندہ بھی ایسا نہیں ملے گا جسے اس پریشانی میں نیند نہ آرہی ہو کہ کل کیا کھاؤں گا، بچوں کو کیا کھلاؤں گا، تڑپ تڑپ کر اس فکر میں رات گزار دے، لیکن مسلمان کی آج کیا حالت ہے، کئی لوگ کہتے ہیں ہمیں بہت پریشانی ہے، بڑی تشویش ہے، ریٹائر ہونے میں صرف دس سال باقی ہیں کیا کیا جائے؟ اللہ کے بندے! تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تو کل تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں، دس سال بعد کی فکر پڑی ہے گویا بیس سال تک زندہ رہنے کا یقین ہے، ضمانت مل چکی ہے، دس سال تک تو ملازمت پر بھروسا ہے بقیہ دس سال کی فکر پڑ گئی اس غم میں گھلے جا رہے ہیں، کیا واہیات باتیں ہیں، پرندے کو تو اپنے کل تک کی بھی فکر نہیں،

اللہ تعالیٰ اسے یوں کھلا رہے ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کے کام میں لگ جائے اسی کا ہو رہے اور اس پر توکل کر کے بیٹھ جائے تو وہ اسے کیوں کر بھلا دیں گے، کیسے بھوکا ماریں گے؟ اللہ پر یقین پیدا کیجئے، صیانۃ العلماء اور حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان دونوں کا مطالعہ کیجئے۔

علماء کے لئے استغناء لازم ہے:

ایک جگہ نیا مدرسہ کھلا تھا، افتتاحی جلسے میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لے گئے لوگ تو عموماً بزرگوں کو ایسے مواقع میں اس مقصد کے لئے لے جاتے ہیں کہ چونکہ ان کے مرید اور معتقدین بہت ہیں وہ ایسے موقع پر چندہ کی ترغیب دیں گے بس پھر کیا ہوگا کہ وہ دھڑا دھڑ چندہ دینا شروع کر دیں گے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سارا بیان ہی چندہ کے خلاف کیا اور فرمایا کہ علماء کو شان استغناء کے ساتھ رہ کر کام کرنا چاہئے، اہل ثروت کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا چاہئے، ان سے مرعوب ہرگز نہ ہوں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، اگر دینے والے کچھ دیتے ہیں تو وہ آپ پر احسان نہیں کرتے، اپنی آخرت بناتے ہیں۔ فرمایا جو مولوی چندہ لینے کے بعد کہے شکریہ! اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود کھانا چاہتا ہے جبھی تو شکریہ ادا کر رہا ہے، ورنہ اس نے آپ پر کیا احسان کیا؟ وہ اپنی آخرت سنوار رہا ہے، احسان تو آپ نے اس پر کیا کہ اس کی رقم قبول کرلی، پھر اس کی حفاظت کی، اس کا حساب رکھا اور صحیح مصرف پر لگا دیا، اتنی دردسری آپ کے لئے کر رہے ہیں، ذرا سوچئے اس کا آپ پر احسان ہوا یا آپ کا اس پر؟ الغرض اہل ثروت کا کوئی احسان نہیں اہل مدارس پر، البتہ اہل مدارس کا احسان ہے ان لوگوں پر کہ ان کی رقوم صحیح جگہ پر لگا رہے ہیں، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سارا وعظ چندے کے رد میں کیا، چندہ کے مفاسد بیان فرماتے رہے لیکن جیسے ہی وعظ ختم ہوا اتنا چندہ ملا کہ مانگنے والوں کو بھی اتنا نہیں ملتا۔

دنیا کیسے حاصل ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ مخلوق کے دروازوں سے مانگنے والوں کو اتنا نہیں دیتے جتنا کہ استغناء برتنے والوں کو دیتے ہیں، جو حضرات دنیا سے بھاگتے ہیں اور اسے لات مارتے ہیں دنیا ان کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے، تیز دھوپ میں کہیں کھلے چٹیل میدان میں نکلیں تو سامنے زمین پر چمک نظر آتی ہے جسے سراب کہتے ہیں، آپ اس کی طرف چلیں گے تو یہ چمک بھی آپ کے آگے آگے بھاگی چلی جائے گی، جتنا بھی اس کے پیچھے بھاگیں پکڑ نہ سکیں گے بھاگتی ہی چلی جائے گی اور پیچھے مڑ کر دیکھیں تو آپ کے پیچھے پیچھے بھاگی آرہی ہے، یہی حال دنیا کا ہے جو اس کے پیچھے لگے گا یہ اس سے آگے آگے بھاگتی ہے اور اگر پشت کی طرف پھینک دے تو یہ خود اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے۔ دار العلوم کورنگی سے میرے پاس ایک مولوی صاحب آئے اور کہنے لگے کہ ایک خواب کی تعبیر پوچھنے آیا ہوں خواب بڑا عجیب دیکھا ہے، وہ یہ کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں اور کچھ تصنیف فرما رہے ہیں اور ایک خوبصورت نوجوان عورت مزین لباس میں سامنے بیٹھی ہے، وہ بار بار کہتی ہے کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور منتظر بیٹھی ہوں کی میری طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھیں، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے کام میں منہمک ہیں، تصنیف میں مستغرق ہیں جیسے سامنے کوئی ہے ہی نہیں اور وہ بار بار کہے جا رہی ہے کہ حضرت آپ کی بیوی ہوں انتظار میں ہوں کچھ تو بات کیجئے لیکن حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف کوئی التفات ہی نہیں فرماتے، کام میں مست ہیں، میں نے تعبیر سے پہلے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا منقولات کی بنسبت آپ معقولات سے زیادہ شغف رکھتے ہیں؟ کہنے لگے جی ہاں! پھر پوچھا کہ کیا اس قسم کے خیالات بھی آتے ہیں کہ پڑھ کر مولوی بن کر کہاں سے کھاؤں گا، بیوی بچوں کا پیٹ کہاں سے پالوں گا؟ کہنے لگے یہ خیالات تو اس قدر سوار ہیں کہ رات کو نیند

نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ خواب میں اسی کا علاج بتایا گیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کرو، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ حاصل کرو، ان جیسا اخلاص پیدا کرو، ان کی تو گرد کو پہنچنا بھی مشکل ہے لیکن کچھ تو کیجئے پھر دیکھئے دنیا اپنی زیب وزینت کے ساتھ آپ کے سامنے ہوگی کہ اللہ کے لئے مجھے قبول کیجئے لیکن آپ کہیں گے کہ مجھے فرصت نہیں جا یہاں سے۔

فکر آخرت دنیوی پریشانیوں کا علاج:

ایک حدیث ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں:

﴿عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنه وعنهم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من کانت الاخرة همه جعل اللّٰہ غناه فی قلبه وجمع له شمله واتته الدنیا وهی راغمة ومن کانت الدنیا همه جعل اللّٰہ فقره بین عینیه وفرق علیه شمله ولم یأته من الدنیا الا ماقدر له﴾ (ترمذی)

اس حدیث کی پوری تشریح تو نہیں کرتا صرف اس جملے کی تشریح کرتا ہوں جو موضوع سے متعلق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے آخرت کو مقصود بنالیا دنیا اس کے پاس ذلیل ہوکر ناک رگڑتی آئے گی'' فرمایا: اتته الدنیا وهی راغمة اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دنیا تمام تر زیب وزینت کے ساتھ اس کے سامنے ناک رگڑتی ہے کہ مجھے قبول کرلیں مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے ضرورت نہیں، اگر کوئی مولوی ڈرتا ہے کہ کہاں سے کھائیں گے، مدرسہ کیسے چلے گا، اور اس مقصد کی خاطر اہل ثروت کے دروازوں پر جا کر ان کی خوشامدیں کرتا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس مولوی کے دل میں فکر آخرت نہیں۔

دین کے کام کرنے کا ایک قیمتی اصول:

الغرض یاد رکھئے کہ اگر انسان میں فکر آخرت ہو، اپنے اللہ پر پورا توکل اور اعتماد ہو اور ان کی رضا کے مطابق کام کرے تو پھر اسے پیسے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، پیسا خود اس کے پاؤں میں آکر گرتا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا، اللہ کے لئے کام کرنا ہے تو اسی پر توکل کیجئے، اس کے لئے قوت قلب کیسے حاصل ہو؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے یہ نہ سوچیں کہ اتنے استاذ ہوں گے، اتنے کمرے بنیں گے اور ان میں اتنے اتنے طلبہ رہیں گے، جب پہلے سے دماغ میں یہ منصوبے تیار کر لیتے ہیں اور بعد میں وہ بنتے نظر نہیں آتے تو اب یہ کہ فلاں سیٹھ کی طرف بھاگو، فلاں صاحب کے پاس پہنچو اور چندے کی بھیک مانگو، صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے یہ سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دین کا کام کرنا ہے، لہٰذا جتنا وہ بھیجیں گے ہم اتنا ہی کام کریں گے، اگر ایک ہی استاذ کے مصارف بھیجیں گے تو ہم ایک ہی استاذ رکھیں گے، اور اگر ایک طالب علم بھیج دیں تو بس ہم اسی کو بٹھا کر پڑھانا شروع کر دیں گے، بڑے گر کی بات ہے۔ اگر آخرت میں اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ آپ کے پاس ہزار شاگرد کیوں نہیں تھے؟ اور سو کمرے کیوں نہیں بنائے؟ اور سو استاذ کیوں نہ رکھے؟ اور آپ نے جواب میں یہ کہہ دیا کہ یا اللہ! ہم تو دین کی دوکان لگا کر بیٹھ گئے تھے تو نے صرف اتنے ہی خریدار بھیجے ہم کیا کرتے، بس اتنا جواب ان شاء اللہ نجات کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے کہ صرف ہماری رضا کو مطمح نظر بنایا، اور اگر آپ نے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکے ڈال کر سینکڑوں کمرے تیار کر لئے، بیسیوں استاذ رکھ لئے، ہزاروں طالب علم جمع کر لئے پھر قیامت کی پیشی میں پوچھا گیا کہ دنیا میں رہ کر کیا کام کیا؟ آپ نے جواب میں اپنی کارگزاری سنادی کہ اتنا بڑا دار العلوم بنایا، اتنے استاذ بلائے اور اتنے ہزار شاگرد پیدا کئے، اگر وہ ان کارناموں سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ پوچھ لیں کہ نالائق!

ذرا یہ بتا کہ ہمارے دین کو بدنام کیوں کیا؟ اہل ثروت کے دروازوں پر جا جا کر ان کی منتیں خوشامدیں کر کر کے دین کو کیوں داغدار کیا؟ ذرا بتائیے آپ کا کیا جواب ہوگا؟ اگر اس پر پکڑ ہو تو پھر اس تگ و دو اور عمر بھی کی دردسری کا کیا فائدہ ہوا؟ انسان کام وہ کرے جو حدود اللہ کے دائرے میں ہو پھر خواہ ایک شاگرد پیدا ہو یا ایک بھی نہ ہو، جب وہ کام نہیں لینا چاہ رہے ہیں تو آپ کون ہیں کام کرنے والے، کرنا ہے تو ان کی رضا کے مطابق کیجئے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ:

دارالعلوم دیوبند میں جب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سرپرست تھے، قصبے کے ایک رئیس نے مطالبہ شروع کر دیا کہ اس کو رکن بنایا جائے، وہ شریر قسم کا شخص تھا، اس لئے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا کہ ایسے نالائق کو دارالعلوم کا رکن مقرر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ میری رائے یہ ہے کہ اس کو رکن بنالیا جائے اس لئے شوریٰ کے فیصلے تو کثرت رائے سے ہوں گے ہم لوگ تعداد میں زیادہ ہیں یہ اکیلا چلاتا رہے درمیان میں اس کی کون سنے گا، لہٰذا رکن بنانے میں کوئی نقصان نہیں اور اگر رکن نہیں بناتے تو نقصان کا خطرہ ہے اس لئے کہ پیسے والا ہے اس کے تعلقات بھی وسیع ہیں مبادا فتنے فساد پر اتر آئے اور دارالعلوم کو نقصان پہنچائے، اس لئے میری رائے میں دفع مضرت کے لئے اسے رکن بنالیا جائے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ سوچئے! اگر ہم نے اسے رکن نہ بنایا اور اس نے مخالفت کی اور شرارت پر اتر آیا تو چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ خود حفاظت فرمائیں گے، اس کی مخالفت سے کچھ نہیں بگڑے گا اور اگر نقصان ہو بھی گیا تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا، اب فرض کیجئے کہ اس کی شرارت سے

دار العلوم بند ہو گیا لیکن ہم نے رکن نہ بنایا اور کل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی اور پوچھا گیا کہ اس کو رکن کیوں نہ بنایا؟ دار العلوم بند ہو گیا، ہم جواب دیں گے کہ یا اللہ! تیرے دین کے مطابق وہ شخص رکن بنانے کے لائق نہیں تھا بس ہم نے تو تیرے دین پر عمل کیا اگر مدرسہ بند ہو گیا تو ہمارا اس میں کیا اختیار تھا، تیری مشیت یہی تھی، ہم نے تو دین کے مطابق عمل کیا، یہ جواب میرے پاس موجود ہے، اور اگر نااہل کو رکن بنالیا اور دار العلوم بھی بڑی ترقی کر گیا تاہم اگر یہ پوچھ ہوئی کہ نااہل کو کیوں رکن بنالیا؟ تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، اس لئے کچھ بھی ہو دار العلوم رہے یا نہ رہے ہم نالائق کو کبھی رکن نہ بنائیں گے، اور نہیں بنایا، وہ چیختا چلاتا مر گیا، دار العلوم ترقی پر ترقی کرتا چلا گیا، ما كان لله يبقى ''جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا وہ باقی رہے گا'' غرض یہ سوچیں کہ ہم تو آخرت کی دوکان کھول کر بیٹھ گئے، اب اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمائیں گے جتنا کام لیں گے ہم اتنا ہی کریں گے، وہ چاہیں تو بڑھاتے چلے جائیں، اور اگر بڑھانے کے اسباب نہیں پیدا ہو رہے ہے تو اسی پر اکتفاء کر لیجئے، جس پر وہ راضی اسی پر آپ راضی۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اگر کوئی مدرسہ کی تعمیر کے لئے پیسے کی ضرورت ظاہر کرتا تو فرماتے کچی اینٹیں کھڑی کر لو، پھر اگر وہ کہتا کہ کچی اینٹیں تو گر جائیں گی تو فرماتے پکی بھی گر جائیں گی۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ:

ہمارے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں مدرسہ کھولا اور اپنے شیخ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں نام تجویز کرنے کے لئے لکھا، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''سرائے میر'' کے مناسب دو نام ہیں ''بیت العلوم'' اور ''دار العلوم''۔ ''دار العلوم'' بڑا نام ہے اور ''بیت العلوم'' چھوٹا، چھوٹا نام رکھئے ''بیت العلوم'' ع

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود

جہاں پستی ہوتی ہے، انکسار اور تواضع ہوتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، فی الحال چھوٹا نام رکھ لیجئے پھر اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور کام بڑھا دیا تو بڑا نام ''دارالعلوم'' رکھ لیجئے گا، لیکن آج کیا ہوتا ہے؟ مدرسہ کی ابھی صرف بنیاد رکھی، دو تین طالب علم جمع ہوئے بس نام رکھ دیا ''جامعۃ العلوم۔''

الحاصل! مقصد کام ہے نام نہیں، چھوٹا سا نام تجویز کر کے کام شروع کر دیجئے، اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے اور اپنے اندر اخلاص پیدا کیجئے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی وقت واقعۃً جامعہ بنا دیں گے، اگر دنیا میں جامعہ نہ بن سکا تو نہ سہی آخرت میں تو بن ہی گیا، آپ کی نظر آخرت پر رہنی چاہئے۔

علماء کا اہل ثروت سے معاملہ:

بیان کرنے کا خیال نہیں تھا مگر سوچا کہ مدرسہ والوں کے لئے ایک بیان ہو جائے اس کی کیسٹ محفوظ رکھی جائے، آیندہ جس مدرسہ میں بھی وعظ کے لئے چلنے کا تقاضا کریں کیسٹ پکڑا دی جائے، اللہ تعالیٰ اسی کو ذریعہ ہدایت بنا دیں عمل کی توفیق عطاء فرمائیں وہ کام لیں جو ان کی رضا کے مطابق ہو۔ ذرا تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ اہل ثروت سے جتنا استغناء کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اتنے ہی ان کے دماغ درست ہوں گے، ہمارا ایک اصول ہے وہ بھی آخر میں ذرا سن لیجئے ہمارے ہاں وقت ملاقات تختی پر لکھا ہوا ہے بس ملاقات کا وہی وقت ہے اور کوئی فراغت کا وقت ہے ہی نہیں، اگر کوئی زیادہ اہم کام نہ ہو تو کسی مولوی یا کسی مسکین کی خاطر اسے چھوڑ دیتا ہوں یا کام کو آگے پیچھے کر کے ان کے لئے وقت نکال لیتا ہوں مگر اہل ثروت میں سے اگر کوئی آ جائے تو خواہ معمولی سا کام ہو جسے چھوڑ بھی سکتا ہوں مگر اہل ثروت کی خاطر کبھی نہیں چھوڑتا انہیں وقت نہیں دیتا، کیا مقصد؟ کوئی عداوت نہیں صرف ان کی اصلاح اور ان کو دیندار بنانا مقصد ہوتا ہے، اگر آپ ان

کی رعایت کریں گے تو اپنا دین بھی برباد کریں گے اور ان کا دین بھی، وہ سمجھیں گے کہ ہمارے پیسے پر ہی دین چل رہا ہے حالانکہ دین کو کسی کے پیسے کی ضرورت نہیں ان کو ضرورت ہے کہ اللہ کے دین پر پیسا لگائیں، اللہ غنی ہے تمام خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں، ان لوگوں کے ساتھ ایسا رویہ رکھیں کہ یہ سمجھ جائیں کہ دین ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم دین اور اہل دین کے محتاج ہیں۔

اہل مدارس کی سب سے بڑی کوتاہی:

اخلاص کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طالب علم میں جیسی صلاحیت ہو، جتنی استعداد ہو اسی درجے میں اسے بٹھائیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ طالب علم کی صلاحیت دیکھی جائے تو نحو میر بھی نہیں آتی مگر داخلہ دورۂ حدیث میں مل جاتا ہے، یہ غلط کام صرف مجمع بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے، علاوہ ازیں اس بات پر بھی خاص توجہ دی جائے کہ درجۂ کتب کے طلبہ کی تجوید صحیح ہو، مدارس میں اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، طالب علم تمام فنون پڑھ کر فارغ التحصیل ہو جاتا ہے مگر قرآن پھر بھی غلط پڑھتا ہے، نماز اپنی بھی خراب کرتا ہے دوسروں کی بھی۔ کم از کم اس حد تک تجوید کی مشق لازم قرار دی جائے جس سے نمازیں صحیح ہوں۔ ہم نے اپنے ہاں یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ جو فضلاء دارالافتاء میں داخلہ لینا چاہیں حساب اور تجوید سیکھ کر آئیں اس کے بغیر داخلہ نہیں دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں، اپنی مرضیات پر چلائیں، فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

اہل مدارس کے لئے چند قیمتی اصول:

چند اصول چندے سے متعلق ذہن نشین کر لیجئے:

(۱) کسی کا مال بلا طیب خاطر لینا جائز نہیں بلکہ ذرا سا شبہہ ہو تو بھی بچنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه﴾

(بیہقی، دار قطنی)

❷ کسی کی طبیعت و مصلحت کے خلاف کام کرنا کہ وہ نہیں چاہتا مگر آپ نے وجاہت اور اثر ورسوخ سے اس کی رضا کے بغیر اس سے کام نکلوالیا یہ بھی جائز نہیں بلکہ کسی کی راحت ختم کرنا مالی نقصان سے بھی بڑھ کر ہے حتیٰ کہ تعویذ یا کسی عمل کے ذریعہ بھی کسی شخص کو راضی کرنا جائز نہیں حالانکہ رضا موجود ہے وہ خوش ہے لیکن اس میں بھی ایک گونہ جبر ہے، پہلے زمانے میں تو رشتے کے طالب مرد تعویذ گنڈے کرواتے تھے مگر اب خود لڑکی یا لڑکی والے تعویذ لیتے ہیں۔ میرے پاس ایسے خطوط آتے ہیں جن میں لڑکیاں لکھتی ہیں کہ ہم بہت نیک ہیں، نمازی ہیں باپردہ ہیں اور فلاں لڑکا بھی نیک ہے، تعویذ دیدیجئے کہ ہماری شادی ہوجائے، میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ پارسا ہیں، غیر سے باتیں نہیں کرتیں تو یہ تعلق اور دوستی کیسے پیدا ہوگئی؟ سب بے پردگی کا نتیجہ ہے۔

❸ توہین نفس حرام ہے، جس طرح عجب اور تکبر حرام ہیں اسی طرح خود کو ذلیل کرنا بھی حرام ہے۔

❹ دین کی بے حرمتی اور تذلیل، یہ تو تذلیل نفس سے بھی بڑھ کر ہے۔

❺ کوئی ایسا کام کرنا جس سے لوگ دین سے متنفر ہوجائیں سخت حرام ہے اور اس کا وبال یہ کام کرنے والے پر ہوگا۔

چندہ مانگنے کا مروّجہ طریقہ باعث ذلت:

دو آدمیوں کے مابین نسبت کی تین قسمیں ہیں:

❶ وجاہت۔ مثلاً کوئی عالم یا پیر یا حاکم ہے، ایسے صاحب وجاہت کی سفارش سے چندہ لینا اس لئے ناجائز ہے کہ دینے والا شرح صدر سے چندہ نہیں دیگا

بلکہ دباؤ میں آکر دے گا، اسی لئے عموماً ایسے کاموں کے لئے ذی وجاہت لوگوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، کسی عامی کو نہیں بھیجتے کہ اس کی طرف کوئی التفات نہ کرے گا۔

❷ اجنبیت۔ اس صورت میں بھی سوال حرام ہے، اپنے لئے کریں تو ذلت نفس اور دین کے لئے کریں تو ذلت دین جو ذلت نفس سے بھی بہت برا گناہ ہے۔ اگر وہ کان پکڑ کر باہر کر دے تو کیا باقی رہا؟ مگر یہ لوگ تو عادی ہوتے ہیں، ایک سفیر صاحب ایک باوجاہت شخصیت سے سفارشی پرچہ لے کر کسی سیٹھ کے پاس پہنچے اس نے بات بھی نہ سنی اور ذلت آمیز لہجے میں کہا "چلو! نکل جاؤ یہاں سے۔" اس نے تو اور بھی بہت برے الفاظ کہے تھے جن کو نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ میں نے ایک طالب علم کو جوتا لینے ایک دوکان پر بھیجا وہ تھیلا اٹھا کر نکلے، رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ایک تو رمضان، دوسرے مولوی، تیسرے تھیلا بھی ان کے ہاتھ میں، اللہ خیر کرے! آپ لوگ رمضان میں اس طریقے سے نہ نکلا کریں، اس طالب علم نے دوکان پر جا کر پوچھا "حاجی صاحب کہاں ہیں؟" ملازم نے کہا "دوکان پر نہیں ہیں" جب میرا حوالہ دیا تو ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہا "اندر ہیں۔"

اسی طرح ایک سفیر کسی کے ہاں پہنچا اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر مجھے فون کیا کہ یہ میرے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا پیسا دید یجئے مدرسہ کے لئے کتابیں خریدنا ہیں، دیدوں یا نہ دوں؟ میں نے کہا اس مد میں زکوٰۃ کا پیسا لگانا جائز نہیں، پھر کہنے لگا دارالافتاء کے لئے قبول فرمالیں، میں نے کہا کہ ضرورت نہیں، دیکھئے! دروازے پر بٹھا کر کیسے ذلیل کر رہے ہیں اور جو مانگتا نہیں اس کی کیسے خوشامد کر رہے ہیں۔

❸ محبت۔ اہل محبت سے کچھ کہنا جائز ہے بشرطیکہ واقعۃً محبت ہو بھی، آج کل محبت کے دعوے تو ہر شخص کرتا ہے مگر محبت کا امتحان لیں تو ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں، محبت کا امتحان یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی ایسا کام کہیں جو اس کی مصلحت

کے خلاف ہو تو وہ صاف انکار کردے اور اس کے انکار سے دوسرے کو قطعاً کسی قسم کی ناگواری نہ ہو، اگر وہ انکار کی ہمت نہیں کرسکتا تو یہ محبت نہیں، وجاہت کے ذریعہ جبر ہے، اسی طرح اگر اس کے انکار سے دوسرے کو ناگواری ہوتی ہے تو محبت کا دعویٰ غلط ہے، آج کل جانبین میں محبت کی ایسی بے تکلفی نہیں رہی۔

اس زمانے میں سفارش جائز نہیں:

سفارش کا بھی یہی حکم ہے، چونکہ دنیا میں ایسی محبت نہیں رہی اس لئے ان حالات میں سفارش کرنا جائز نہیں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باندی تھیں آزاد کردی گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کے بارے میں آپ کو اختیار ہے چاہیں تو شوہر کے نکاح میں رہیں اور چاہیں تو انہیں جواب دے دیں، انہوں نے جدائی کو ترجیح دی، ان کی جدائی میں ان کے شوہر بازاروں میں روتے پھرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کی سفارش کرتے ہیں تو وہ پوچھتی ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا سفارش؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفارش، وہ صاف کہتی ہیں کہ میں سفارش قبول نہیں کرتی، اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط سے آؤں گا کہ عائشہ کی بھی دعوت کرو، لیکن انہوں نے انکار کردیا، پھر دوسری بار آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی شرط رکھی لیکن ادھر سے انکار، پھر تیسری بار آئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہی شرط، آخر تیسری بار بطیّب خاطر قبول کرلیا اور دونوں کی دعوت کی، یہ تھی سچی محبت جس کا آج کہیں نام تک نہیں، اولاً تو کوئی ایسی بات کرے گا نہیں کہ میری بیوی کی بھی دعوت کرو، اگر ایسی ہمت کر بھی لے تو دوسرا اس آزادی سے کبھی جواب نہیں دے سکتا۔

اگر کوئی عالم یا مقتدا سفارش کرتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ لوگ دین سے متنفر

ہو جاتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ غیر کے لئے کر رہا ہے بلکہ اسی پر احسان سمجھتے ہیں، اس کی مثال:

جب میں دارالعلوم کورنگی میں تھا اس زمانے میں پاسپورٹ کے ایک بہت بڑے افسر نے میرے پاس آنا جانا شروع کیا بڑے دیندار اور حضرت...... کے خلیفہ تھے، لوگ بھی موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں، جب ان کا دارالعلوم آنا جانا اور مجھ سے تعلق دیکھا تو سفارش کے لئے میرے پاس آنے لگے، میں نے کئی بار بہت تاکید سے انہیں کہا کہ جس کی بھی آپ سے سفارش کروں اگر آپ کی مصلحت کے خلاف ہو تو ہرگز قبول نہ کریں مگر اس کے باوجود انہوں نے ایک بار کسی سے کہا اب تو دارالعلوم کے پاسپورٹوں کا ہی دفتر کھل گیا، دیکھئے! ایک تو انتہائی دیندار بزرگ، دوسرے میں نے پہلے وضاحت بھی کر دی، مگر پھر بھی یہ خیال ظاہر کیا۔

دوسرا واقعہ: حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم کے پاس ایک شخص آتا جاتا تھا، حضرت ڈاکٹر صاحب نے ایک دن ایک مسکین شخص کی سفارش کر دی کہ ملازم رکھ لیجئے، ظاہر ہے یہ خالص دینی کام تھا لیکن وہ صاحب کیا کہتے ہیں؟ ہم نے تو ڈاکٹر صاحب سے دین کے لئے تعلق جوڑا تھا لیکن ہم سے دنیا کی طلب ہونے لگی، کیا میں پرانے ملازم کو ہٹا کر اس کو رکھ لوں؟ دنیا دار جو ایک دوسرے سے سفارش کرتے اور قبول کرتے ہیں اس کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں ایک کا کام دوسرے سے اٹکا ہوا ہے، کوئی دینی تعلق یا محبت نہیں، رہا بیچارہ مولوی تو دنیا میں کوئی اس کا محتاج نہیں، اس سے جنازہ، نکاح پڑھوانا ہو فوراً بلوالیں گے ساتھ احسان بھی اپنا جتائیں گے، مولوی بھی اس پر خوش، ایک مولوی نے ایک مسجد میں چندہ کیا کسی نے کچھ دیا تو زور سے کہتے ہوئے شکریہ شکریہ! میں نے کہا یہ خود کھا جائے گا جبھی تو شکریہ ادا کر رہا ہے، ورنہ چندہ دینی کاموں کے لئے ہے تو اس کا تم پر احسان ہے کہ قبول کر لیا۔

دین کے کام کرنے کا صحیح طریقہ:

صحیح طریقہ صرف ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھ جائیں وہ جتنا کام لیں صحیح طریقہ سے کرتے جائیں۔ حضرت بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور کیا الہامی الفاظ ہیں:

﴿لا یجرہ جرجا رولا یدفعہ دفع دافع﴾

ایک بار یہاں دارالافتاء میں ایک سفیر بغرض ملاقات آئے، یہاں کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چندہ مانگنے والا رات میں دارالافتاء میں قیام نہیں کرسکتا خواہ اس کے ساتھ کتنا ہی قدیم تعارف کیوں نہ ہو، میں نے ان سے کہا: آپ ایک دروازہ کو چھوڑ کر در بدر کیوں پھرتے ہیں؟ چندہ مانگنا جائز نہیں، انہوں نے ازخود اپنا قصہ سنایا کہ ایک بار ہم نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو مدرسہ میں دعوت دی اور سوچا کہ چونکہ حضرت کے مرید بڑے بڑے سیٹھ ہیں اگر ایک کی طرف بھی اشارہ فرما دیں تو سارا مدرسہ چل سکتا ہے، جب حضرت تشریف لائے تو اہل مدرسہ نے اپنی خواہش ظاہر کی، حضرت بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں بہت عجیب جملہ ارشاد فرمایا:

﴿لا یجرہ جرجا رولا یدفعہ دفع دافع﴾

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں اپنی محبت اور فکر آخرت نصیب فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک

محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین

والحمدللہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝

جو لوگ ایمان دار ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو، واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے (النساء-۷۶)

مراقبۂ موت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: مراقبہ موت

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: صفر ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ ــ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

مراقبۂ موت

(ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیمۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور(۳.۱۸۵)

یہ حقیقت ہر انسان کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب یہ حقیقت ہے تو سوچئے اور مسلسل سوچتے رہئے کہ اگر ابھی اسی گھڑی موت آگئی تو کیا ہوگا اس لئے کہ موت جب بھی آئی ایسے ہی آئے گی پہلے سے بتایا نہیں جائے گا۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ موت جب آئے گی میرا کیا ہوگا اپنے اعمال کی اصلاح کیجئے۔

رنگا لے ری چنری گندھا لے ری سی
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

سوچنے کی بات ہے اگر پہلے سے کوئی تیاری نہیں کر رکھی تو عین وقت پر کیا کرسکو گے۔ حاصل ان اشعار کا یہ ہے کہ پہلے سے تیاری نہیں کی اور وقت آگیا تو عین وقت پر کچھ نہ کرسکو گے بس کھڑے حسرت سے منہ تکتے رہ جاؤ گے اس لئے انسان کو پہلے سے تیار رہنا چاہئے۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سر زمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی
اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گل گوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنارو بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے

''آز'' حرص کو کہتے ہیں حرص وہوس میں لگ کر آج مسلمان اپنی آخرت کو

برباد کر رہا ہے اپنے مالک کو ناراض کر رہا ہے۔

لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے

دنیا میں انسان آرزوؤں اور تمناؤں کے سہارے جی رہا ہے کہ یہ ہو جائے، وہ ہو جائے یا یہ کہ ابھی تو مجھے یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے، ان جھوٹی تمناؤں کا انجام دیکھنا ہے تو ذرا قبرستان چلے جاؤ ساری حسرتیں، تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملی ہوئی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ عبرت پکڑ کر مجھے قبرستان لے گئی۔

لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے

سکندر، دارا، کیکاؤس یہ سب کے سب مشہور بادشاہ گزرے ہیں، بڑے بڑے نامور اور مشہور بادشاہوں کی قبریں دکھا کر کہنے لگی کہ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے اور یہ کیکاؤس ہے۔

پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت وافسوس ہے

ذرا ان سے پوچھو! تمہاری تمناؤں سے بڑھ کر ان کی تمنائیں تھیں۔ اس زمانہ کے بادشاہوں کو آج کل کے کسی صدر یا وزیر اعظم پر مت قیاس کیجئے یہ لوگ ان کے سامنے بونے ہیں، آج کا بڑے سے بڑا صدر بھی اس زمانے کے چھوٹے بادشاہ سے بھی چھوٹا ہے، یہ وہ بادشاہ تھے جن کی آدھی آدھی دنیا پر حکومت تھی بلکہ بعض نے تو پوری دنیا پر حکومت کی۔ عبرت بولی ان بادشاہوں سے پوچھو انہوں نے تمناؤں اور آرزوؤں کے کیسے کیسے محل تعمیر کر رکھے تھے لیکن موت نے آکر سارے

محل زمین بوس کر دیئے ان نامور سلاطین کو ان کی آرزوؤں سمیت خاک میں ملا دیا۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے یہ بھی دیکھا ہے تو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
نہ دل دادۂ شعر گوئی رہے گا
نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

یہ زمین بڑے بڑے آسمانوں کو کھا گئی، شجاعت و بہادری کے آسمان، مال و دولت کے آسمان، علم و عقل اور فنون و ہنر کے آسمان، حسن و جمال کے آسمان، دنیا میں جتنے کمالات کا آپ تصور کر سکتے ہیں کرلیں ان تمام با کمال لوگوں کو زمین کھا گئی۔

نمونۂ عبرت:

زمین کے ایک ٹکڑے پر دو شخص لڑ رہے تھے۔ ان زمینداروں کی لڑائیاں

بھی بڑی عجیب ہوتی ہیں، میرے پاس دو زمیندار جھگڑا لے کر آئے، جھگڑا کیا ہے؟ کہ جی دو کھیتوں کے درمیان جو چھوٹا سا بند ہے اس میں سے ایک بالشت میرا ہے، دوسرا کہتا ہے نہیں یہ میرا ہے۔ بس اسی ایک بالشت کی خاطر جھگڑ رہے ہیں۔ اصل میں ان لوگوں کی سوچ بہت دور کی ہوتی ہے، جیسے ایک میاں جی کا قصہ ہے کہ ایک گھر سے انہیں ٹکڑے ملتے تھے ایک دوسرے میاں جی نے ان پر قبضہ کرلیا، دونوں میاں جی ٹکڑوں پر لڑ رہے ہیں اس نے دوسرے پر مقدمہ کر دیا، ہزاروں روپے مقدمے کی نذر ہوگئے، آخر لڑتے لڑتے ایک میاں جی مقدمہ جیت گئے، فیصلہ ہوگیا کہ یہ گھر اس میاں جی کے حصے کا ہے یہی اس کے ٹکڑے وصول کریں گے۔ کسی نے اس پر ڈانٹا کہ میاں جی! کس قدر احمق اور بے وقوف انسان ہو دو چار روٹیوں کی خاطر ہزاروں روپے برباد کر دیئے۔ اس پر میاں جی جواب دیتے ہیں بے وقوف تم ہو ذرا سوچو تو سہی یہ فیصلہ کتنی دور اندیشی پر مبنی ہے؟ اس گھر کے ٹکڑے پہلے میں لیتا رہوں گا، میرے بعد میرے بیٹے لیں گے، ان کے بعد میرے پوتے لیں گے پھر پڑپوتے لیں گے، اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ ان لوگوں کا اپنا اپنا علاقہ ہوتا ہے اس میں یہ کسی کا عمل دخل برداشت نہیں کرتے کوئی دوسرا اس میں نہیں گھس سکتا۔

یہی حال آج کل کے پیروں کا ہے، جس علاقے میں کسی پیر کے مرید رہتے ہوں اس میں دوسرا پیر قدم نہیں رکھ سکتا، یہ پیر صاحب خود بھی اپنے اس علاقے میں سال بہ سال چکر لگاتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ اگر چکر نہ لگائیں گے تو آمد بند ہو جائے گی، یہ مرید باغی ہو جائیں گے، یہ کسی دوسرے پیر کے مرید ہو جائیں گے، اسی لئے ان کے ہاں آمد ورفت ضروری ہے۔ بجائے اس کے کہ مرید حاضر ہوں پیر صاحب خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔

جیسے میاں جی نے بہت دور کی سوچی اسی طرح ان زمینداروں نے بھی سوچا کہ اس ایک بالشت زمین سے ایک موسم میں اتنا غلہ آئے گا، دوسرے میں اتنا،

تیسرے میں اتنا، اسی طرح کھڑے کھڑے قیامت تک کا حساب لگا لیا کہ قیامت تک ان کی اولاد کھاتی رہے گی۔ یہ حرص وہوس کے کرشمے ہیں کہ بالشت بھر زمین سے اتنی اتنی آرزوئیں وابستہ کر کے زمیندار لڑ رہے ہیں۔

قصہ یہ چل رہا تھا کہ زمین کے ذرا سے ٹکڑے پر دو شخص لڑ رہے تھے ایک کہتا ہے کہ میرا ہے دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے۔ زمین سے آواز آئی کہ دونوں جھوٹ بولتے ہیں میں ان میں سے کسی کی نہیں ہوں بلکہ یہ دونوں میرے ہیں، ان دونوں کو میرے پیٹ میں آنا ہے، پھر جب میں نے بھینچا اور پسلیاں ہونے لگیں اِدھر کی اُدھر، اُدھر کی اِدھر جب پتا چلے گا کہ میں ان کی ہوں یا یہ میرے ہیں۔

سوچا جائے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟ جس شخص نے اپنی زندگی میں اللہ کو راضی نہیں کیا گناہوں میں زندگی گزار دی، توبہ واستغفار نہیں کیا، گناہوں کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا وہ جب مرتا ہے، قبر میں جاتا ہے تو ایسے شخص سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

’’قبر اس سے خطاب کرتی ہے کہ اب تک تو میرے اوپر چلتا رہا، آج میرے اندر ہے۔ آج دیکھ! تیری کیسی خبر لیتی ہوں؟ پھر وہ اس طریقے سے دباتی ہے کہ پسلیاں اِدھر کی اُدھر، اُدھر کی اِدھر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔‘‘ (ابوداؤد، ترمذی)

وہ وقت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ہم سب کو تیاری کی توفیق عطاء فرمائیں۔

میں موت کو سوچنے کے فائدے بتا رہا تھا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ انسان جب مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو دنیا سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے، گناہ از خود چھوٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کی رضا حاصل کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام پریشانیوں کے کفیل ہو جائیں گے۔ ایسے شخص کی حاجات اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے

پوری فرماتے ہیں کہ خود اس شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ کہاں سے پوری ہو رہی ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایسے لوگوں کے لئے وعدہ ہے:

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ (۶۵. ۲)

''اور جو شخص اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نجات کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔''

دنیا میں بھی کسی کی دوستی کسی شخص سے ہو جائے تو وہ دوست کا ہر کام خوشی سے کر دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ولی بن گیا کیا اللہ تعالیٰ اسے بھول جائیں گے؟ ناممکن ہے کہ آخرت کے خوف سے جس نے نافرمانی چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہ بنے یا اللہ تعالیٰ اس کے ولی نہ بنیں۔ یعنی یہ شخص اللہ کا ولی بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے دوست ہو گئے دونوں جانب سے دوستی ہو گئی محبوبیت کا تعلق قائم ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی دوستی سے صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا کی حاجات بھی پوری ہو جاتی ہیں۔

معیار ولایت:

آج کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا خواہشمند ہے مگر وہ اسے دوست بنانا چاہتا ہے وظیفے پڑھ پڑھ کر۔ اسے شیطان نے یہ پٹی پڑھا دی ہے کہ وظیفے پڑھ کر تو ولی بن جائے گا اور کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے ایک بوڑھا کسی بزرگ کے پاس گیا انہوں نے پڑھنے کو وظیفہ بتا دیا، اس نے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا پڑھ پڑھ کر پاگل ہو گیا۔ پھر لوگوں کی بھی ایسی مت ماری گئی کہ اس قسم کے پاگل کو پاگل نہیں سمجھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہ ولی اللہ بن گیا اور یہ پاگل جب کپڑے اتار کر لنگوٹی باندھ لے تو کہتے ہیں اب پہلے سے بھی بڑا ولی اللہ بن گیا پھر اگر لنگوٹی بھی اتار پھینکے اور ننگا ہو جائے، بالکل ثلاثی مجرد خماسی مزید فیہ تو سبحان اللہ!

اب کیا کہنا اس کی بزرگی کا، گویا اب تک ولایت صغریٰ کے مقامات طے کر رہا تھا اب ولایت کبریٰ کے مقام پر فائز ہو گیا۔ یہ ہے آج کے مسلمان کا مبلغ عقل، اب اسے کون سمجھائے کہ وظیفے پڑھنے سے کوئی ولی اللہ نہیں بنا کرتا ولی اللہ تو بنتا ہے گناہ چھوڑنے سے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے اس کا بندہ بن جائے تو بنتا ہے ولی اللہ

گناہ چھوڑنے کے نسخے تو بتاتا ہی رہتا ہوں، ذکر کی اہمیت سے انکار نہیں یہ بھی ایک نسخہ ہے گناہ چھوڑنے کا مگر شرط یہ ہے کہ ذکر برائے ذکر نہ ہو، ذکر اسی نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو اور اس کی نافرمانی چھوٹ جائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی نسخے ہیں مگر سب سے اہم اور بنیادی نسخہ ہمت ہے۔ آپ کوئی نسخہ استعمال نہ کریں صرف ہمت بلند کر لیں بس یہی ایک نسخہ گناہ چھڑوا دے گا، ذرا سوچیں کہ میں جن گناہوں میں مبتلا ہوں میرے اندر ان کے چھوڑنے کی ہمت ہے یا نہیں؟ گناہ میں اپنے اختیار سے کر رہا ہوں یا مجبور ہو کر؟ اس حقیقت کو بیٹھ کر بار بار سوچیں اور ایک ایک گناہ کے بارے میں سوچیں کہ یہ گناہ اپنے ارادے اور اختیار سے کر رہا ہوں یا کوئی زبردستی کروا رہا ہے؟ سوچنے سے بالآخر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہر گناہ اپنے ہی اختیار سے کر رہے ہیں۔ جب گناہ اپنے اختیار میں ہے تو اس کا چھوڑنا بھی تو اپنے اختیار میں ہے۔ اگر کوئی گناہ کرنے میں خود کو بے اختیار اور مجبور سمجھتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی احمق خود جلتے تنور میں چھلانگ لگا دے اور ساتھ ساتھ شور بھی کرتا جائے کہ مجھے بچالو بچالو، اس وقت کوئی اسے پکڑ کر پوچھے کہ پہلے یہ بتا کہ تو خود کود رہا ہے یا کوئی اور پکڑ کر تجھے تنور میں جھونک رہا ہے؟ یونہی جو احمق گناہ کر کر کے جہنم کی آگ میں کود رہا ہے اس سے بھی کوئی پکڑ کر پوچھے تم خود کود رہے ہو یا کوئی زبردستی تمہیں اٹھا کر جہنم میں پھینک رہا ہے؟

میں بتا رہا تھا کہ ہر گناہ کو چھوڑنے کی بنیاد ہمت پر ہے، ہمت سے کام لے

نہ گناہ کرے نہ جہنم میں کودے۔ صرف وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے یہ مقصد نہیں کہ جب تک گناہ نہیں چھوٹتے ذکر اللہ نہ کرے، مقصد یہ ہے کہ صرف ذکر پر اکتفاء نہ کرے بلکہ سچے دل سے استغفار اور گناہوں کو چھوڑنے کی کوشش اور دعاء بھی جاری رکھے، اس حالت میں ذکر کرے گا تو اس کی برکت سے گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ پھر اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا رہے، اس سے محبت بڑھے گی اور قرب کے مقامات طے ہوں گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ گناہوں سے بچنے اور استغفار کے ذریعہ دل کو پاک وصاف رکھنے کی کوشش میں لگا رہے جیسے کسی کے دانت خراب ہو جائیں تو پہلے ان کی صفائی ضروری ہے پہلے انہیں صاف کرلیں پھر چمکانے کے لئے کوئی چیز لگائیں۔ بعض پان کھانے کے مریض دانت صاف نہیں کرتے، میلے دانتوں پر رنگ چڑھاتے جاتے ہیں، جب درد اٹھتا ہے تو پتا چلتا ہے، ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے علاج کا مرحلہ گزر چکا اب نکالے بغیر اس کا کوئی علاج نہیں، بتائیے اس قسم کے دانتوں پر چمک کہاں سے آئے گی؟

یہی مثال کپڑے کی ہے کہ میلے کپڑے کو دھوئے بغیر رنگنا ممکن نہیں وہ رنگ کبھی نہیں پکڑے گا، پہلے دھو کر صاف کریں پھر رنگیں، یونہی میلے کپڑے کو رنگ دیا تو کوئی فائدہ نہیں، آپ نے رنگ بھی ضائع کیا اور وقت بھی ضائع کیا، بلکہ کپڑا بھی خراب کر دیا۔ صاف کر کے رنگتے تو رنگ پائدار ہوتا، کپڑے میں چمک بھی پیدا ہوتی۔ لوہے یا لکڑی کو رنگنا چاہیں تو اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ پہلے ریگ مال لگا کر انہیں اچھی طرح صاف کرلیں اس کے بعد رنگ لگائیں، جو رنگ لگائیں گے وہ آسانی سے پکڑیں گے۔

اسی طرح سے سمجھئے کہ جو لوگ گناہ چھوڑے بغیر ''ذکر اللہ'' کے انوار حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو کبھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پہلے توبہ واستغفار کے ریگ مال سے لوح قلب کو صاف کیجئے گناہوں سے اسے پاک کیجئے اس کے بعد ذکر شروع کیجئے پھر دیکھئے اس پر انوار اور تجلیات کا کیا عکس پڑتا ہے مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں ۔

آینت دانی چرا غماز نیست
زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
روتو زنگار از رخ او پاک کن
بعد زین این نور را ادراک کن

تیرے دل کے آئینے میں ذکر کا عکس کیوں نہیں پڑتا؟ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کیوں نہیں محسوس ہوتی؟ اس کی حلاوت سے کیوں محروم ہے؟ اس لئے کہ دل پر گناہوں کا زنگار چڑھا ہوا ہے۔ آئینہ پر زنگار چڑھ جائے تو اس میں کسی چیز کا عکس نظر نہیں آسکتا، توبہ واستغفار کا ریگ مال لگا کر دل کا زنگار دور کیجئے پھر دیکھئے اس میں ذکر کے انوار کیسے منعکس ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی حلاوت ولذت کیسی محسوس ہوتی ہے۔

شکر کیسی میٹھی چیز ہے، اس کا تجربہ تو سب لوگ کرتے ہی رہتے ہیں، میٹھی چیز تو سب کو میٹھی لگتی ہے لیکن اگر کوئی بیمار ہو جائے اور اس پر صفراء کا غلبہ ہو تو اس کو میٹھی چیز میٹھی نہیں بلکہ کڑوی لگتی ہے، سو صحت یا بیماری کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ شکر جسے میٹھی لگے وہ صحت مند ہے، جسے کڑوی لگے وہ بیمار ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام بھی روحانی صحت اور بیماری کو پرکھنے کا معیار ہے، جسے اس کی لذت اور شیرینی محسوس ہو وہ صحت مند ہے۔

تیری محبت روح کی لذت تیرا تصور دل کا اجالا
نطق نے میرے چوم لئے لب نام ترا جب منہ سے نکلا!

کچھ خوش نصیب ایسے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر شیریں اور لذیذ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کی روح کی لذت بلکہ روح کی زندگی ہے اللہ تعالیٰ کا نام لیں تو ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔

اللہ اللہ این چہ شیرین است نام
شیر وشکر می شود جانم تمام

میرے محبوب! تیرا نام ایسا لذیذ اور میٹھا ہے کہ جب زبان پر لاتا ہوں تو پوری جان شیر وشکر ہو جاتی ہے شیر وشکر دو چیزیں باہم مل جاتی ہیں۔ دودھ خود لذیذ اور میٹھا، شکر بھی میٹھی، دونوں مل جائیں تو سبحان اللہ! کیا کہنا ان کی مٹھاس کا۔

ایک اشکال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ماسوا سے بڑھ کر ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی بندے سے محبت کرے اور کفر کی طرف لوٹنا اس پر ایسے گراں ہو جیسے آگ میں جانا، یہ تین صفتیں جس میں جمع ہوں اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہو جاتی ہے۔'' (متفق علیہ)

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایمان کھانے کی چیز تو نہیں جو میٹھی لگے جب وہ چکھنے یا کھانے کی چیز ہی نہیں جو میٹھی لگے تو اس کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہونے کا کیا مطلب؟ اکثر محدثین نے تو اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ یہاں حلاوت سے مراد حسی حلاوت نہیں جو زبان سے چکھ کر محسوس کی جائے بلکہ مراد باطنی اور روحانی حلاوت ہے، یعنی اس کا دل لذت سے معمور رہتا ہے اندر ہی اندر ایک سرور اور انبساط کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

مگر ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے دور کے بہت بڑے عارف اور بزرگ گزرے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں کسی تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے۔ حلاوت سے مراد حسی حلاوت ہے۔ کسی کو محسوس نہیں ہوتی تو نہ ہو، ہمیں تو محسوس ہوتی ہے، جس کو یہ مٹھاس محسوس نہیں ہوتی وہ اس کا انکار نہ کرے بلکہ ان لوگوں کی بات تسلیم کرلے جو

ایمان کی مٹھاس چکھ چکے ہیں۔

لولم تر الهلال فسلم
لاناس راوه بالابصار

کسی کمزور نظر والے کو اگر پہلی کا چاند نظر نہیں آتا تو اسے چاند کا انکار کرنے کی بجائے ان لوگوں کی بات مان لینی چاہئے جو چاند دیکھ چکے ہیں۔

فرمایا ہمیں یہ لذت محسوس ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ایک بزرگ نے حضرت حکیم الأمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا:

''میاں اشرف علی! جب اللہ کا نام لیتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ منہ شکر سے بھر گیا۔''

ایک بزرگ نے کہا:

''میاں اشرف علی! جب سجدہ کرتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ میاں نے پیار کر لیا۔''

چائے جیسی مضر صحت چیز تو سب کو میٹھی معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس محسوس نہیں ہوتی۔آخر کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی تأثیر چائے سے بھی کم ہے؟ قرآن تو اس کی تأثیر بتارہا ہے کہ اس سے دل دہل جاتے ہیں۔

﴿اذا ذكر الله وجلت قلوبهم﴾ (۲۲.۳۵)

''جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو مؤمنین کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔''

ان کی نبضیں تیز ہو جاتی ہیں، دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اس لئے محسوس نہیں ہوتی کہ دل بیمار ہے۔صفراء زدہ ہے جسے میٹھے کڑوے کی تمیز محسوس نہیں ہوتی، گناہوں سے اسے پاک کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے نام

کی لذت ضرور محسوس کریں گے۔

موت کو یاد کرنے سے دنیا سے دل ٹوٹتا اور آخرت سے جڑتا ہے گناہ چھوٹ جاتے ہیں۔نافرمانی چھوڑنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور مقرب بنتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ دوست اپنے دوست کو پریشان نہیں کرتا بلکہ اس کی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے دور رکھتے ہیں، فرمایا:

﴿الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ الذین امنوا وکانوا یتقون ٥ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لکلمت اللّٰہ ذلک ھو الفوز العظیم ٥﴾

(۱۰.۶۲ تا ۶۴)

’’خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پریشان ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘

یہ بتا چکا ہوں کہ اللہ کے دوست کون ہیں؟ کوئی اللہ کا دوست اوراد و وظائف سے نہیں بنتا بلکہ اللہ کے دوستوں کی یہ صفت ہے:

﴿الذین امنوا وکانوا یتقون﴾

جو مؤمن اور متقی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں پھر ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہیں ان کا ایمان نام کا ایمان نہیں حقیقی ایمان ہے، کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اس عہد کو پورا کرتے ہیں اس کی نافرمانی چھوڑ کر ایک ایک حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ تقویٰ نام ہے نافرمانی سے بچنے کا۔ جب متقی بن گئے، اللہ تعالیٰ سے دوستی کا تعلق قائم کرلیا تو اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے وعدہ ہے:

﴿لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾

خوف اور غم تو ان کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔ ساری دنیا بھی انہیں مل کر پریشان نہیں کر سکتی، ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور نہ ہی انہیں دنیا کی پرواہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیئے
مد نظر تو مرضی جانانہ چاہیئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے

موحد چہ درپائے ریزی زرش
چہ شمشیر ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس
برین است بنیاد توحید وبس

توحید حقیقی:

آجکل ایک توحیدی فرقہ نکلا ہوا ہے، جو لوگوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتا ہے، ان لوگوں نے توحید کے الفاظ رٹ رکھے ہیں، توحید کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے عمید کلیۃ اللغہ یہاں ہمارے پاس آئے انہوں نے دو باتیں کہیں ایک تو یہ کہ سعودیہ کے علماء خشک ہیں یہاں آکر میں نے تری محسوس کی۔ میں نے کہا ''الحمد للہ'' کہ خشک دل والے کو بھی یہاں پہنچ کر تری محسوس ہوگئی، وہ خود بھی تو سعودیہ سے آئے تھے اور انہی خشک علماء میں سے تھے مگر یہاں آکر اعتراف کیا کہ وہ خشکی یہاں نہیں پائی جاتی بلکہ تری ہے۔ میں نے اللہ

تعالیٰ کا شکر اداء کیا کہ آخر یہاں کوئی نعمت تو ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ بتائی کہ میں حکومت سعودیہ کی طرف سے پوری دنیا کو توحید کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوں، پوری دنیا کے چکر پر نکلا ہوں، مختلف ممالک کا دورہ کرکے ہر جگہ توحید کا درس دیتا آرہا ہوں اسی سلسلے میں پاکستان آیا ہوں ہر جگہ توحید بیان کرتا آیا ہوں لیکن یہاں پہنچ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے اندر کچھ کمی ہے، یہاں رہ کر مجھے کچھ حاصل کرنا چاہئے۔ چونکہ مہمان تھے اس لئے ان سے کہنے کی بات نہ تھی ورنہ دل میں آیا کہ ان سے کہوں جس توحید کی آپ نے رٹ لگا رکھی ہے یہ صرف الفاظ ہیں ورنہ حقیقی توحید کی تو آپ کو اب تک ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ توحید کتابوں سے نہیں ملتی اہل اللہ سے ملتی ہے ان کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر کہیں نہیں ملے گی۔

سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے

غیر اللہ کا خیال دل سے نکل جائے دل میں نہ کسی کا خوف باقی رہے نہ کسی سے طمع رہے، خوف ہو تو صرف ایک ذات کا، امید وابستہ ہو تو صرف ایک ذات سے، یہ دولت کہاں سے ملے گی؟ مدارس میں یا کتابوں میں جس توحید کا درس ملتا ہے اس کا تعلق صرف عقائد سے ہے، درس توحید پڑھ کر یا سن کر عقیدہ تو درست ہو جائے گا مگر دل پاک نہ ہوگا، اس سے بت پرستی نہیں نکلے گی، ہاں اہل اللہ سے درس توحید لیں تو دل سے غیر اللہ کا خیال نکل جائے گا بلکہ غیر کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہ کریں گے اور یہ کیفیت ہوگی۔

ہمہ شہر پر زخوبان منم وخیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگا ہے

کسی کا کوئی محبوب اور کسی کا کوئی محبوب، مگر میں کیا کروں کہ میری یہ یک بیں آنکھ کہیں بھی نہیں پڑتی، شہر بھر میں کوئی محبوب بھی اسے نہیں جچتا یہ یک بیں ہے اسے تو صرف ایک ہی نظر آتا ہے ''چہ کنم'' میں کیا کروں مجھے تم مجبور سمجھ لو، معذور سمجھ لو، اس یک بیں آنکھ کو صرف ایک ہی نظر آتا ہے، اس ایک کے سوا دوسری جانب یہ آنکھ اٹھتی ہی نہیں، اس لئے مجھے معذور سمجھئے۔ یہ ہے حقیقی توحید۔ یہ درجہ کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے توحید حاصل ہو گئی۔ جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اسے توحید کا علم کہہ سکتے ہیں، توحید کے بول کہہ سکتے ہیں مگر توحید کی حقیقت نہیں کہہ سکتے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ اللہ کے دوست کون ہوتے ہیں، فرمایا:

﴿الذین امنوا و کانوا یتقون﴾

جو لوگ دو صفتوں سے متصف ہوں ایمان اور تقویٰ، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔ اس کے لئے انعام کیا ہے؟ **لھم البشری**۔ تلاوت کرتے ہوئے جب میں لفظ ''بشریٰ'' پر پہنچتا ہوں تو مزا آجاتا ہے، دل چاہتا ہے کہ بار بار اس کو دہراتا رہوں۔ اس کے معنی تو عجیب ہیں ہی یہ لفظ بھی عجیب ہے، دوسرے لوگوں کی حالت تو معلوم نہیں اپنا حال تو یہی ہے کہ اس لفظ پر پہنچ کر عجیب کیفیت ہوتی ہے، مزا آنے لگتا ہے **لھم البشری** ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جنہوں نے اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو قربان کر دیا، گناہوں سے بچ گئے، ان کو مالک کی طرف سے انعام دیا جا رہا ہے کہ ہماری خاطر جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر دیا، قدم قدم پر نفس و شیطان کا مقابلہ کیا اور ہماری نافرمانی سے بچتے رہے ان کے لئے ہمارا انعام ہے:

﴿لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ﴾

''ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی

خوشخبری ہے۔‘‘

آگے اس فیصلے کا قطعی اور دائمی فیصلہ ہونا بیان فرماتے ہیں: **لا تبدیل لکلمت اللہ**۔ ہم نے جو فیصلہ کر دیا اب ہم کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کریں گے۔ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لئے یہ فیصلہ فرما تو دیا ہے لیکن آگے چل کر کہیں اسے ختم نہ کر دیں اور اس جگہ کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر دیں اس وہم کو ختم کرنے کے لئے فرمایا: **لا تبدیل لکلمت اللہ** یہ ہمارا قطعی اور دائمی قانون ہے، کبھی بھی اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ جو شخص دنیا میں رہتے ہوئے ہمارے قوانین کی پابندی کرے، ہماری نافرمانی سے دور رہے اس کے لئے یہ لازوال اور قطعی فیصلہ ہے کہ آخرت کی عظیم بشارتیں تو اس کے لئے ہیں ہی دنیا میں بھی اسے بشارتیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اب جس بندے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے اور اس کی دنیا و آخرت سنور گئی اسے اور کیا چاہئے؟ فرمایا:

﴿ذلک ھو الفوز العظیم﴾

حقیقت میں یہی ہے بہت بڑی کامیابی ’’**ذلک**‘‘ سے بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے یہاں تعظیم اور بڑائی بتانے کے لئے یہ لفظ لائے، پھر ’’**ذلک**‘‘ کے بعد ’’**ھو**‘‘ کا لفظ لایا گیا ہے یہ حصر کے لئے ہے کہ حقیقی کامیابی بس یہی ہے، کامیابی اور مقصد براری کسی چیز کا نام ہے تو وہ صرف اور صرف یہی چیز ہے اگر اس امتحان میں کوئی ناکام ہے تو وہ خواہ دنیا بھر کے امتحانوں میں کامیاب ہو جائے، ہزاروں سندیں حاصل کر لے مگر حقیقت میں وہ سراسر نامراد اور ناکام ہے کامیابی تو صرف ایک ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ کامیابی فرما رہے ہیں۔

بشارت کی تفسیر:

یہ آیت تو مدتوں سے پڑھتے آ رہے ہیں مگر اس پر کبھی ذہن نہیں گیا کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر کیا ہے؟ بس جب اللہ کو منظور ہوتا ہے تو وہ دل میں بات ڈال

دیتے ہیں اس آیت کی تفسیر ایک دوسری آیت سے پوری سمجھ میں آجاتی ہے، وہ یہ ہے:

﴿ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکہ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون ○ نحن اولیاؤکم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون ○﴾ (۴۱. ۳۰، ۳۱)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرلیا۔ "ربنا اللّٰہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پورے اللہ کے بن گئے، زبان سے اس کا اقرار کیا اور عمل سے اس کی تصدیق کی، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز واکرام کا کیسا معاملہ ہوتا ہے:

﴿تتنزل علیھم الملئکة﴾

ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، انہیں تسلیاں دیتے ہیں:

﴿لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون﴾

"ڈرو نہیں اور کوئی غم نہ کرو جس جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اس پر خوش رہو۔"

جنت کا تصور کرکے خوش ہوتے رہو، خوش ہوتے رہو۔ ان کو بشارت ملتی رہتی ہے۔ اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فرشتے دنیا میں آکر یہ بشارت دیتے ہیں مگر پہلی آیت میں تو پوری وضاحت ہے کہ متقین کو دنیا میں ہی بشارت ملتی ہے:

﴿الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ الذین امنوا وکانوا یتقون ٥ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمت اللّٰہ ذلک ھو الفوز العظیم﴾ (۱۰. ۶۲ تا ۶۴)

’’خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پریشان ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘

باقی رہا یہ اشکال کہ فرشتے اترتے ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے؟ جواب یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں فرشتوں کا اترنا نص قرآن سے ثابت ہے۔ مختلف آیات میں فرشتوں کی مختلف تعداد مذکور ہے، ایک آیت میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، دوسری میں تین ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، تیسری میں ہے کہ اگر کفار کو مزید کمک پہنچ گئی تو ہم پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجیں گے۔ اور اس جنگ میں فرشتے یقیناً بڑی تعداد میں اترے ہیں مگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے وہ کن کو نظر آئے ہیں؟ فرشتوں کا اتنا بڑا لشکر تو ہر شخص کو نظر آ جانا چاہئے مگر اکا دکا صحابہ کے واقعات ملتے ہیں کہ انہیں خرق عادت کچھ فرشتے نظر آئے ورنہ فرشتوں کا عام مشاہدہ کسی کو نہیں ہوا۔ یوں بھی اعمال لکھنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ ہیں مگر آج تک کسی نے دیکھے نہیں، اسی طرح اگر مؤمنین متقین پر فرشتوں کا نزول ہوا اور وہ کسی کو نظر نہ آئیں تو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کسی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے اس کا محسوس ومشاہد ہونا ضروری نہیں، دوسرے قرائن سے اور علامات سے بھی اس کا وجود ثابت کیا جا سکتا ہے اور یہاں تو فرشتوں کے نزول پر ایسے صاف قرائن موجود ہیں جنہیں عام شخص بھی محسوس کرتا ہے۔ دیکھئے اگر فرشتے زمین پر اتر کر اس کو بشارتیں نہ دے

رہے ہوتے دل کو تقویت نہ پہنچا رہے ہوتے تو اکیلے دم یہ ضعیف اور ناتواں انسان پوری دنیا کا کیسے مقابلہ کرتا؟ ذرا تصور کیجئے کہ ایک طرف پورا معاشرہ گناہوں میں اٹا ہوا، پورا ماحول دین کے خلاف کمر بستہ، دین پر چلنے والوں کے خلاف شیطان کا پورا لاؤ لشکر میدان میں اترا ہوا ہے مگر مخالفت کے اس طوفان میں اللہ کا یہ بندہ اکیلا ڈٹا ہوا ہے، اسے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں۔ سوچئے آخر اس کے سینے میں بھی تو دوسروں جیسا ایک دل ہے۔ دل تو سب کا ایک ہی جیسا ہے دوسرے لوگ تو ایسے مواقع پر بہت ڈر جاتے ہیں، بڑی بزدلی دکھاتے ہیں اگر بیوی بچوں کو خوش نہ کیا تو کیا بنے گا، خاندان کے لوگ ناراض ہو گئے تو ہمارا جینا حرام ہو جائے گا، برادری روٹھ گئی یا دوستوں نے رخ پھیر لیا تو انہیں منائے بغیر زندہ نہ رہ سکیں گے، ساری دنیا کو اپنے اوپر مسلط کر لیا گویا سب کو اپنا اللہ بنا رکھا ہے۔

مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزاروں تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

ایک طرف تو یہ منظر ہے مگر دوسری طرف اللہ کا بندہ ساری دنیا کی پروا کئے بغیر خاندان اور برادری کو خاطر میں لائے بغیر اپنے دین پر قائم ہے، بتایئے اگر فرشتے اس کے دل کو تھامے ہوئے نہیں تو اس اکیلے انسان میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی؟ بدر میں تو فرشتوں نے اتر کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کو تھاما انہیں تقویت پہنچائی تو کیا آج کے کمزور مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتے نہیں بھیجیں گے؟ میں تو ایک بات سوچتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جسمانی قوت اور ان کی شجاعت و بہادری قابل رشک تھی، اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے صحابہ کو کتنی تقویت مل رہی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کریں کہ جب شیطان نے غزوۂ احد میں آواز لگا دی: ان محمدا قد قتل۔ العیاذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے

گئے۔بس یہ آواز سننا تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوصلے پست ہو گئے،دم بخود ہو کر رہ گئے۔سوچئے ایک تو خود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا کی بہادر ترین قوم ہیں پھر اللہ کا رسول ان کے ساتھ ہے لیکن پھر بھی ان کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتے اتار دیئے تو کیا آج چودہ سو سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس قدر بعد کے باوجود ایک کمزور جسم اور کمزور دل مسلمان کی مدد کے لئے فرشتے نہیں اتر سکتے؟ یقیناً اتر رہے ہیں۔

موت کی یاد:

موت کو یاد کرنے کے فائدے بیان کئے جا رہے تھے اگر انسان غفلت سے باز آجائے اور موت کو ہر دم یاد رکھے تو اس کے لئے بے شمار فائدے ہیں اس سے دنیا بھی سنور جائے گی آخرت بھی۔

موت کو یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت ذہن کو حاضر کر کے یوں سوچئے کہ گویا مر چکا ہوں،اب مجھے قبر میں اتارنے کے لئے لوگ لے جا رہے ہیں بلکہ اس سے بھی ذرا پہلے یہ سوچنا شروع کریں کہ نزع کی حالت طاری ہے،جان نکل رہی ہے،اب آگے سوچیں کہ یہ جان تکلیف سے نکل رہی ہے یا آسانی سے نکل رہی ہے۔جان کنی کا وقت ہے والدین بھائی بہن عزیز واقارب بلکہ ڈاکٹر اور طبیب سب بے بس اور مجبور کھڑے ہیں،ہر شخص اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے،کوئی دواء کارگر نہیں،دعائیں بھی بے اثر ہو گئیں،تعویز گنڈوں سے بھی کام نہ چلا سب کوششیں بے کار ہو گئیں اور اب جان نکل رہی ہے تو سوچئے کس حالت میں نکلنی چاہیے آسانی سے یا تکلیف سے؟ سوچنے کے بعد ظاہر ہے کہ آپ کا دماغ یہی فیصلہ کرے گا کہ جان آسانی سے نکلنی چاہیے،پھر یہ سوچیں کہ یہ فیصلہ تو ہم نے کر لیا کہ جان آسانی سے ہی نکلنی چاہیے مگر اس کے نسخے بھی ہم استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ جب اس کے نسخے بھی معلوم ہیں تو انہیں استعمال کیوں نہیں کرتے؟ مرنے

سے تو چارہ نہیں، موت تو آنی ہی آنی ہے شاید یہ سوچ کر اپنے کو تسلی دیتے ہوں گے کہ اتنے دن نہیں مرے تو آئندہ بھی نہیں مریں گے۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم مرنے کی عمر کو نہیں پہنچے۔ اپنے خیال میں انہوں نے مرنے کی ایک عمر متعین کرلی ہے اور وہ بھی کم از کم سو سال یا نوے سال۔ جب کسی بوڑھے کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ سو سال کا ہو چکا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں، ہمت بلند ہو جاتی ہے کہ ہم تو ابھی پچاس سال کے ہیں، ابھی تو آدھی عمر باقی ہے۔ یہ نفس کا ایک خطرناک دھوکا ہے جس کا علاج ضروری ہے۔ اس دھوکے کا علاج یہ ہے کہ بڑی عمر میں مرنے والوں کی بجائے اپنے سے کم عمر میں مرنے والوں کو دیکھیں، سوچیں کہ کتنے بچے ہیں جو پیدا ہوتے ہی مر گئے اور کتنے ایسے جو ماں کے پیٹ میں مر گئے، مرے پہلے پیدا بعد میں ہوئے، پیدا ہونے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر نفس بھی بڑا عیار ہے وہ اس موقع پر آپ کو یوں تلقین کرے گا کہ وہ موقع تو گزر گیا ہم تو مرے نہیں لہٰذا خطرہ ٹل گیا۔ اس دھوکے کا علاج یہ ہے کہ اپنے ہم عمر لوگوں کو دیکھئے اور سوچئے کہ ہم عمر بھی تو مر رہے ہیں۔ وہ سارے مر رہے ہیں، آخر ہماری باری بھی آجائے گی اور کسی نہ کسی روز یہ جنازہ اٹھنا ہے اور مرنے سے پہلے یقیناً نزع کی حالت بھی طاری ہونے والی ہے اس کو آسان کرنے کے لئے ہم نے کیا نسخے استعمال کئے؟ وہ نسخے تو بتاتا ہی رہتا ہوں مختصر یہ کہ وہ وقت آنے سے پہلے توبہ کیجئے اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے۔ گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔

گناہوں کی قسمیں:

گناہوں کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جن کو آج کی دنیا بھی گناہ سمجھتی ہے کہ واقعۃً یہ گناہ ہیں جیسے جھوٹ بولنا، چوری کرنا، رشوت لینا اگرچہ لوگ ان گناہوں میں مبتلا ہیں مگر سمجھتے ضرور ہیں کہ ہم گناہ کر رہے ہیں۔

دوسری قسم کے گناہ وہ ہیں جنہیں آج کی دنیا نے گناہوں کی فہرست ہی

سے نکال دیا ہے لوگ انہیں گناہ سمجھتے ہی نہیں جیسے تصویر لینا یا گھر میں بلا ضرورت شدیدہ رکھنا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں اس گناہ کو رواج دینے میں بڑا دخل ان مولویوں کا بھی ہے جن کی تصویریں اخباروں میں شائع ہوتی رہتی ہیں، کوئی سامنے کھڑے ان کی تصویر لے لے تو روک ٹوک نہیں کرتے لیکن ان سے مسئلہ پوچھا جائے تو صاف کہیں گے کہ یہ سخت گناہ ہے مگر اپنی تصویر اتارنے سے کسی کو نہیں روکتے، اس سے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ یہ کام جائز ہے جب ہی تو مولوی صاحب کررہے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی صاحبان کی تصویریں بلا اجازت اتار لی جاتی ہیں اس میں ان کا کیا قصور ہے تو یہ عذر لنگ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ کیمرے والا کیمرا لے کر آپ کے سامنے کھڑا ہے، نشانہ لے کر اطمینان سے تصویر اتار رہا ہے آپ خاموش کھڑے ساری کاروائی دیکھ رہے ہیں، اسے بلا اجازت تصویر لینا کون کہے گا۔

دوسری بات یہ کہ بلا اجازت کسی کی تصویر لینا ملکی قانون کی رو سے بھی جرم ہے اگر بلا اجازت کوئی آپ کی تصویر لے لے تو آپ اس پر مقدمہ دائر کرسکتے ہیں اگر کوئی مولوی ہمت کر کے ایک بار مقدمہ کردے تو مولویوں کا دامن تو اس لعنت سے ہمیشہ کے لئے صاف ہوجائے گا۔ ہمارے سامنے کوئی ایسی حرکت کرے تو ہمیں اس پر مقدمہ کرنے کی ضرورت نہیں اس سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ یہ مقدمہ دائر کرنے کا مشورہ اس کو دے رہا ہوں جس میں جہاد کی قوت نہ ہو ایسے شخص سے اور کچھ نہ ہوسکے تو کم سے کم عدالت میں مقدمہ ہی کردے کہ اس مسلح شیطان نے بلا اجازت میری تصویر لے لی۔

تصویر کی طرح اور بھی بہت سے گناہ آج معاشرے کا جزء بن چکے ہیں وجہ صرف یہی ہے کہ ان پر کسی طرف سے روک ٹوک نہیں، جب کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، کوئی کہنے والا نہیں تو عوام بھی یہی سمجھنے لگے کہ جائز کام ہے جب ہی تو مولوی

صاحبان نے اس پر سکوت اختیار کر رکھا ہے۔

دکھ کی بات:

گذشتہ رات میں ہمارے ایک عزیز اسلام آباد سے آئے ہوئے تھے۔ بہت اونچے طبقے کے افسر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ حکومت کی طرف سے کوئی بڑی تقریب تھی، صرف افسر ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اور گدی نشین مشائخ بھی موجود تھے۔ مجھے بھی دعوت تھی اس لئے چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ ساز بج رہے ہیں لیکن یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ کئی مولوی، جبہ ودستار والے پیر اس شیطانی مجلس میں بیٹھے مزے سے کھا پی رہے ہیں کوئی یہ کہنے کو بھی تیار نہیں کہ یہ ساز کیوں بج رہے ہیں لیکن میں جب وہاں پہنچا تو یہ سوچے بغیر کے اتنے بڑے بڑے عہدیدار بیٹھے ہیں، ہر شعبے کے افسر ہیں میری بات سنی جائے گی یا نہیں، بس دروازے پر پہنچتے ہی گرج کر کہا:

''فوراً بند کر دو ورنہ یہ سب کچھ توڑ دوں گا۔''

یہ سنتے ہی ساز بند ہو گئے مگر مولوی اور پیر کھانے میں مگن رہے، کسی نے روکنے کی زحمت گوارا نہ کی، کتنے دکھ کی بات ہے۔ اب بتایئے عوام مولویوں اور پیروں کا یہ طرز عمل دیکھ کر اس لعنت کو جائز سمجھیں گے یا نہیں؟ پھر ہمارے یہ عزیز کوئی عالم نہیں، بزرگ نہیں، بلکہ انگریزی خواں ہیں۔ سوچئے اس سے کیا سبق ملا؟ مسلمان خواہ عالم ہو یا نہ ہو لیکن دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہو وہ شیطان کا مقابلہ کر سکتا ہے اور اس کی نجات ہو جائے گی لیکن دوسری طرف کوئی عالم ہے، پیر ہے مگر دل میں اللہ کا خوف نہیں، شریعت کے احکام ٹوٹتے دیکھ کر اسے غیرت نہیں آتی تو ایسے علم اور ایسی پیری سے کوئی فائدہ نہیں، نہ ہی یہ علم سبب نجات بن سکتا ہے۔

انہوں نے ایک بات بالکل صحیح بتائی کہ جو علماء عوام کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں اور حکومت سے جن کا تعلق جڑ جاتا ہے ان میں احساس باقی نہیں رہتا۔ ایک

ہے گناہ کا احساس۔ مثلاً اس قسم کی مجلس میں کوئی جائے اور اسے احساس ہو کہ یہ گناہ کا کام ہے مجھے اس مجلس میں نہیں آنا چاہئے تھا یا آنے کے بعد توبہ کر لینا چاہئے یا کچھ نہ کرے تو کم از کم گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرے مگر ان سرکاری مولویوں میں یہ احساس باقی نہیں رہتا، دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور دینی حس ختم ہو جاتی ہے انہیں اس قسم کی مجلس میں جاتے ہوئے احساس تک نہیں رہتا کہ یہاں کوئی گناہ ہو رہا ہے، بار بار گناہ کا ارتکاب کیا جائے تو یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔

﴿اذا تکرر الکلام تقرر فی القلب﴾

''جب کوئی بات بار بار کہی جاتی ہے تو وہ دل میں اتر جاتی ہے۔''

گناہ کی تیسری قسم:

تیسری قسم کے گناہ وہ ہیں جنہیں لوگ گناہ کی بجائے ثواب سمجھتے ہیں۔ جو ہیں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت مگر لوگ انہیں ثواب اور نیکی سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جیسے کسی کے مرنے پر ایصال ثواب کے لئے دعوتوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے اور قبر میں ''عہد نامہ'' رکھا جاتا ہے یہ ''عہد نامہ'' رکھ کر گویا اپنی پٹائی کا خود سامان کر رہے ہیں کہ فرشتے پوچھیں اس پر عمل کیا تھا یا نہیں، جب عمل نہیں کیا تو رکھنے سے فائدہ کیا؟ دکھا دکھا کر پٹائی کریں گے۔ یہ بدعتی ''عہد نامہ'' اہتمام سے قبر میں رکھتے ہیں تاکہ فرشتوں کا کام آسان ہو جائے، انہیں زیادہ باز پرس نہ کرنا پڑے بس یہ ''عہد نامہ'' اٹھا اٹھا کر دکھاتے جائیں اور پٹائی کرتے جائیں اس کے علاوہ اور نہ جانے کتنی دعائیں ایجاد کر رکھی ہیں۔ ''دعائے گنج العرش'' ''درود ماہی'' ''درود لکھی'' ''درود تاج'' ''درود ناری'' ''ہفت ہیکل'' اور ''چہل کاف'' وغیرہ۔

مجھ سے کسی نے کہا کہ میں ''چہل کاف'' بھول گیا ہوں ذرا آپ بتا دیں۔ میں نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے پڑھتے جایئے کک کک کک کا کِکی کِکو جب چالیس کاف پورے ہو جائیں ٹھہر جائیں، یہ وظیفہ تو بہت آسان ہے۔ کتنے افسوس

کی بات ہے کہ اللہ کا کلام سامنے موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنی محفوظ شکل میں موجود ہے لیکن آج کے مسلمان کو نہ تو قرآن مجید پر اعتماد آئے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اعتماد آئے، اس کو تو بس ٹوٹکوں وظیفوں سے عشق ہے، نہ معلوم یہ چیزیں کہاں سے گھڑ لیں؟

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا حضرت کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک آیت بتا دی مگر وہ اسے خاطر میں نہ لایا، بولا حضرت! کچھ سینے سے دیجئے، حضرت نے فرمایا ''سینے میں تو بلغم ہوتا ہے اسے جب نکالوں تو اٹھا لیجئے گا۔'' قرآن پر یقین نہیں سینے سے کچھ نکال کر دیجئے، ان لوگوں کے ذہن اس طرح جاہل پیروں نے بگاڑے ہیں۔

سوچئے اور اس حالت کا تصور کیجئے کہ جان نکل رہی ہے اور قبر سامنے ہے، جان کنی کی گھڑیوں کو آسان بنانا چاہتے ہیں تو ابھی موقع ہے گناہوں سے توبہ کیجئے۔ گناہوں کی پوری تفصیل بتا چکا ہوں ان تمام گناہوں سے زندگی کو پاک کیجئے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ بڑی آسانی سے جان نکلے گی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ اس وقت دعاء بھی کر لیجئے کہ یا اللہ! تیرا وعدہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کر کے اسے بخشوا لیتا ہے، جو بندہ تیری رضا جوئی میں لگا رہتا ہے اس کے لئے قرآن مجید میں تیرا وعدہ ہے:

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا۝﴾ (۴. ۶۹)

’’جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا یہ لوگ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ اور ان لوگوں کا ساتھ کیا ہی اچھا ہے۔‘‘

یا اللہ! تو نے جب زندگی میں مجھے اطاعت کی توفیق عطاء فرما دی تو اب اپنا وعدہ پورا فرما۔ یا اللہ! اپنے ان نیک بندوں کے زمرے میں شامل فرما۔ میں بے کس اور مجبور حالت نزع میں پڑا ہوں میری مدد فرما۔ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگان دین کی زیارت کا میں مشتاق ہوں یا اللہ! ان سب حضرات کی زیارت ابھی سے شروع کروا دے۔ ابھی سے ان کی پاکیزہ مجلس میں پہنچا دے۔

﴿فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم﴾

اپنے منعم علیہم بندوں کی مجلس میں ابھی پہنچا دے، میں جب سوچتا ہوں اور اس کا تصور کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ واقعۃً اس مبارک محفل میں پہنچ بھی گیا، اللہ تعالیٰ کے اس کرم سے امید ہے جب وہ وقت آئے گا تو پہنچا دیں گے اور ان حضرات کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔

ایک رات بخار ہو گیا جس کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی اور طبیعت بے چین تھی، دل ہی دل میں اس مبارک مجلس کا تصور جما لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تشریف فرما ہیں، اور میں بھی ان کے قدموں میں بیٹھا ہوں اس تصور میں ایسا محو ہوا کہ صبح ہو گئی اور پتا ہی نہ چلا کہ رات کب گزر گئی، نیند آئی یا اسی استغراق میں رات گذر گئی کچھ پتا نہیں بس اتنا یاد ہے کہ بڑی راحت سے بڑے سکون سے بڑے مزے سے رات گذری، جب آپ گناہ چھوڑیں گے، توبہ واستغفار کریں گے، اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑیں گے تو اس وقت یہ دعاء بھی کر سکیں

گے: ”یااللہ! اس سخت گھڑی کو میرے لئے آسان فرمادے، اس مبارک مجلس تک جس کا تو نے وعدہ کر رکھا ہے ابھی سے رسائی ہو جائے“ تو یہ دعاء ضرور قبول ہو گی۔

دعائیں بے اثر کیوں؟:

لیکن اگر گناہ نہیں چھوڑے، زندگی بغاوت میں گزار دی تو موت کی گھڑی بہت سخت ہو گی، ایسے شخص کی دعاء میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

کوئی آ گیا کہ تعویذ دے دیجئے۔ کس مقصد کے لئے؟ اولاد کے لئے۔ اچھا یہ بتائیے شادی کو کتنے سال ہوئے ہیں؟ بولے شادی تو کی نہیں اور نہ ہی کرنے کا ارادہ ہے، بس تعویذ دے دیجئے۔ تو آپ کیا کہیں گے کہ بڑا بے وقوف اور احمق ہے جو شادی کئے بغیر اولاد مانگ رہا ہے۔ ایک دوسرا شخص یہی تعویذ لینے آیا جو شادی شدہ ہے مگر کہتا ہے کہ میری بیوی بہت دور ہے اس سے ملنے کی کوئی صورت نہیں بس دعاء کر دیجئے اور ایسا تعویذ دے دیجئے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے اسے اولاد ہو جائے۔ آپ کیا کہیں گے کہ یہ بھی اس احمق کا کوئی بھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی چیز کو حاصل کرنے کے ممکن اسباب نہ اختیار کئے جائیں، اپنی سی کوشش نہ کر لی جائے دعاء قبول نہیں ہوتی۔ اس قسم کی دعاء رد کر دی جاتی ہے بلکہ ایسے شخص کے حق میں دوسروں کی دعاء بھی قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کرتا ہے اور کیفیت یہ ہے:

﴿یطیل السفر اشعث اغبر یمدیدیه الی السماء یارب، یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب﴾

(مسلم)

لمبے سفر پر نکلا ہوا ہے، پراگندہ حال غبار میں اٹا ہوا، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر پکار رہا ہے ”یارب! یارب! اے میرے رب، اے میرے رب میری فریاد سن میری مصیبت ٹال دے، مجھے پریشانی سے نجات دے“ خوب خوب دعائیں کر رہا ہے مگر حالت یہ ہے کہ پیٹ میں حرام بھرا ہوا ہے کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا، غذاء حرام کی، بھلا اس کی دعاء کہاں قبول ہوگی؟ لمبے سفر اور دوسرے حالات کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ایسے حالات میں دعاء قبول ہوتی ہے اس کے باوجود حرام سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے اس کی دعاء رد کر دی جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ حجاج کے زمانے میں شہر میں بزرگوں کی ایک ایسی جماعت تھی جس کے لئے بد دعاء کرتی وہ تباہ ہو جاتا۔ حجاج کو کسی نے بتایا کہ اس شہر میں مستجاب الدعوات لوگوں کی جماعت رہتی ہے جن کی دعاء تیر بہدف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تجھ پر بھی بد دعاء کر دیں اور تو چلتا بنے۔ اس نے پوری جماعت کی دعوت کر دی اور دعوت کے کھانے میں کچھ حرام ملا دیا۔ جب وہ دعوت کھا چکے تو حجاج نے کہا کہ بس اب میں ان کی بد دعاء سے محفوظ ہو گیا، ان کا علاج ہو گیا، ان سے کہو کر لیں مجھ پر بد دعاء، اب ان کی بد دعاء کا اثر نہ ہوگا۔

جو لوگ چاہتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی دعائیں قبول ہوں انہیں چاہئے کہ پہلے اپنے ذرائع آمدن کو پاک کریں۔ آج کل دعاؤں پر تو زور ہے مگر اس کی طرف کوئی خیال نہیں کہ آمدن کہاں سے ہو رہی ہے؟ پیٹ میں کیا کچھ جا رہا ہے؟

دوسری بات یہ یاد رکھئے کہ عام گناہوں کی بھی وہی تاثیر ہے جو حرام کھانے پینے اور پہننے کی۔ جیسے حرام کھانے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی یونہی نافرمان اور باغی کی دعاء بھی رد کر دی جاتی ہے۔ جب تک گناہوں سے باز نہ آئے دعاؤں میں جان نہیں پڑتی۔ دنیا کی حد تک اگر کوئی دعاء قبول بھی ہو گئی، تو اسے دھوکے میں آ کر اترانا نہیں چاہئے، آخرت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ دوست

دشمن سب کی سن لیتے ہیں۔ دیکھئے ابلیس سے بڑا نافرمان اور سرکش کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے سجدہ کا حکم دیا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا معارضہ کررہا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنا حکم چلا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے دشمن کی دعاء بھی قبول فرمالی۔ اس نے دعاء کی:

﴿رب فانظرنی الی یوم یبعثون٥﴾ (۱۵. ۳۶)

''اے میرے رب! مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فوراً دعاء قبول کرلی اور فرمایا:

﴿فانک من المنظرین﴾ (۱۵. ۳۷)

دعاء تو قبول ہوگئی مگر سوچنے کا مقام ہے کہ اس میں ابلیس کا فائدہ ہوا یا نقصان؟ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں سراسر نقصان ہے، اتنی لمبی مہلت لے کر اپنے لئے مزید جہنم کا سامان کررہا ہے۔ جہنمی تو انکار کرتے ہی ہوگیا تھا لیکن اتنی طویل عمر پانے کی بجائے فوراً مرجاتا تو بوجھ ہلکا رہتا اب ساری دنیا میں جتنے گناہ ہورہے ہیں یا قیامت تک ہوتے رہیں گے، سب کا وبال اس کے سرآئے گا۔ سو دنیا میں اگر مجرم کی دعاء قبول ہو بھی گئی تو وہ اس کے لئے مفید نہیں ہوگی بلکہ مضر ہوگی، عموماً دنیا ہی میں اس کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ آخرت کے معاملے میں تو ایسی دعاء قطعاً قبول نہیں ہوتی۔ پہلے گناہ چھوڑ کر آخرت کا طالب بنے پھر آخرت کی دعاء کرے۔ ایسی دعاء آخرت کے حق میں قبول ہوگی، ورنہ نام کی دعاء کو دعاء کہنا ہی صحیح نہیں۔

دعاء کی حقیقت:

دعاء کے معنی ہیں کہ دل سے کسی چیز کا چاہنا، دل سے کسی چیز کی خواہش کی جائے اسے دعاء کہتے ہیں اور اگر دل میں چاہت نہیں، صرف اوپر اوپر سے کہتا چلا جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ تو دل کی بات جانتے ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ اوپر اوپر سے کہہ رہا ہے یا دل سے چاہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں پھر وہ

فیصلہ دل کی کیفیت کے مطابق کریں گے۔

جس چیز کی چاہت ہوتی ہے انسان اس کے لئے کوشش بھی کرتا ہے اگر اس کی تحصیل کی کوشش نہیں کر رہا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ دل میں اس چیز کی چاہت نہیں خواہ زبان سے اس کی رٹ لگا تا رہے۔ کوشش کئے بغیر صرف دعاء کرنا تو ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص نہر کے کنارے بیٹھا ہے اور بڑے خشوع وخضوع سے دو رکعت پڑھ کر رو رو کر چلا چلا کر دعاء کرتا ہے کہ یا اللہ! پیاس سے مرا جا رہا ہوں کسی طرح میری پیاس بجھا دے۔ پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا بس دعاء کئے چلا جا رہا ہے۔ بتایئے یہ دعاء ہے یا مذاق؟ اور ایسی دعاء سے اس کی پیاس بجھے گی یا اور بڑھے گی؟ کوئی بے وقوف اسے دیکھ کر شاید ترس کھا جائے لیکن عقلمند کو اس پر ترس نہیں بلکہ غصہ آئے گا وہ دو طمانچے مار کر پوچھے گا پانی تو تیرے پاس موجود ہے پیتا کیوں نہیں؟ اس قسم کی دعاء کو دعاء کا نام دینا ہی غلط ہے۔ جو آخرت کی فکر رکھتے ہیں اور اسی کے لئے کوشاں ہیں ان کی کیفیت قرآن مجید نے یہ بیان کی ہے:

﴿ومن یعمل سوءا اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیماo﴾ (۴.۱۱۰)

’’جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا نہایت ہی رحم والا پائے گا۔‘‘

اگر غلطی سے گناہ صادر ہو گیا اور اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھا پھر توبہ واستغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے وہ گناہ بخشوانا چاہا تو اس کے لئے یہ خوشخبری ہے: **یجد الله غفورا رحیما**. ایسے لوگوں کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں مگر آج کا مسلمان سمجھتا ہے کہ کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں بس ’’عبدالرحمٰن‘‘ ’’عبدالرحیم‘‘ نام رکھ لینے سے ہی اس کی رحمت آجائے گی۔ یہ بھی سمجھ لیں کہ قرآن مجید نے توبہ کا کیا طریقہ بیان کیا ہے، فرمایا:

﴿الا الذین تابوا واصلحوا﴾ (۲. ۱۶۰)

''مگر جن لوگوں نے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرلی اور آیندہ اپنے اعمال کو درست رکھا۔''

اس آیت میں غور کیجئے کہ توبہ کا ذکر تو لفظ ''تابوا'' میں فرمایا آگے ''واصلحوا'' کیوں بڑھایا؟ صرف یہ سمجھانے کے لئے کہ توبہ سے مراد زبانی توبہ نہیں بلکہ ایسی توبہ ہے جس کا اثر عملی زندگی میں ظاہر ہو، سچے دل سے توبہ بھی کرے اور گناہوں کی زندگی چھوڑ کر حالت بھی درست کرلے ورنہ صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینا توبہ نہیں، یہ الفاظ کہہ لینے سے حالات میں کون سی تبدیلی آجاتی ہے؟

ایک بار کہیں سفر میں جارہے تھے بے اختیار کان میں آواز پڑ گئی کوئی عورت گا رہی تھی ''توبہ میری توبہ'' زبانی توبہ تو ایسی ہی ہے۔

کوئٹہ میں ایک بار زلزلہ آیا جس سے پورا شہر تہس نہس ہوگیا، ہزاروں افراد یک لخت مرگئے۔ یہ ہمارے بچپن کی بات ہے۔ کسی نے بتایا کہ اس موقع پر ایک بازاری عورت باہر کھڑی اس تباہی کا نظارہ کررہی تھی اور بڑے تعجب سے کہہ رہی تھی ''اللہ جانے یہ کس کے گناہوں کی نحوست ہے کہ اتنا بڑا عذاب آگیا'' گویا وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھ رہی تھی کہ میں تو اتنے اتنے حج کا ثواب لے رہی ہوں اور لوگ اتنی کثرت سے گناہ کررہے ہیں جن کی وجہ سے یہ تباہی مچ گئی۔ ممکن ہے وہ عورت شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہو جن کے ہاں متعہ ایک بہت بڑی عبادت ہے اتنی بڑی عبادت کہ ایک بار کرنے سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ مل جاتا ہے دو بار کرلیں تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ مل جاتا ہے۔ اور تیسری بار کرنے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ مل جاتا ہے چوتھی بار متعہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، دوسری روایت ہے کہ جس نے ایک بار متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ جہنم سے آزاد ہوگیا، دو بار کیا تو دو تہائی آزاد

ہو گیا تیسری بار کیا تو پورا ہی آزاد ہو گیا یہ ان کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے، گویا ان کے ہاں نجات بلکہ ترقی درجات کے لئے یہی عمل کافی ہے۔ اتنا جھوٹ بھلا کس مذہب میں ہو گا؟ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطاء فرمائیں۔

مراقبہ کی حقیقت:

بات یہ چل رہی تھی کہ مراقبۂ موت کے کیا کیا فائدے ہیں۔ مراقبہ کا مطلب بھی سمجھ لیجئے کہ یکسوئی سے کسی چیز کو سوچنا۔ یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ لوگوں نے مراقبہ کا مفہوم بدل ڈالا ہے۔ جو وقت آپ کے پاس فرصت کا اور سکون کا ہو اس میں یکسوئی سے سوچئے، دل و دماغ کو حاضر کر کے، شروع میں تو تھوڑی دیر کے لئے سوچنا شروع کیجئے لیکن جب عادت پڑ گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں ترقی ہوتی جائے گی۔ شروع میں چند منٹ سوچئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں خود اضافہ ہوتا جائے گا اور ایک دن یہ کیفیت ہو گی کہ یہ خیال دل میں جم جائے گا اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایک ہی خیال دل پر سوار رہے گا کہ ایک دن مرنا ہے، ہمارا جنازہ اٹھنا ہے اور میت قبر میں اترنی ہے اس وقت کے آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری ضروری ہے خیال رہے ؏

شاید ہمین نفس نفس واپسین بود

ایک سانس کی بھی ضمانت نہیں یہ جو سانس لے رہے ہیں شاید یہی آخری سانس ہو، دوسرا سانس لینے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت موت کو یاد کرے اور اس کے لئے تیار رہے۔ لیکن یہ کیفیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بلا ناغہ اس کی مشق کی جائے روزانہ رات کو سونے سے پہلے لیٹ کر دو تین منٹ اس کو سوچا جائے، کسی دوسرے وقت فرصت ملے نہ ملے یہ تو ہے ہی فرصت کا وقت۔ اس پر بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں اس وقت بھی سوچنے کی فرصت نہیں ملتی بستر پر لیٹتے ہی نیند آجاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر موت کو

سوچتے سوچتے نیند آ گئی تو کوئی پریشانی کی بات نہیں اچھا ہی ہے۔ اگر کسی پر نیند کا زیادہ غلبہ ہو تو وہ بیٹھ کر ہی سوچ لیا کرے، لیٹ کر سوچنے کی تاکید اس لئے کر رہا ہوں کہ اس میں فائدہ زیادہ ہے کہ انسان اس وقت حرکت میں نہیں ہوتا سکون میں ہوتا ہے جس سے دل جمعی اور یکسوئی زیادہ پیدا ہوتی ہے، انسان چلتے چلتے اتنا نہیں سوچ سکتا جتنا کھڑا ہو کر سوچ سکتا ہے، کھڑے ہونے کی بنسبت بیٹھ کر زیادہ سوچ سکتا ہے اور بیٹھنے کی بنسبت لیٹ کر زیادہ سوچ سکتا ہے بلکہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لیٹ کر جاگتے ہوئے سوچنے کی بنسبت نیند کی حالت میں زیادہ سوچ لیتے ہیں۔ کبھی دیکھا ہے آپ لوگوں نے ایسا کوئی شخص؟ میں اپنی بات کر رہا ہوں میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم کا معاملہ ہے کہ جب سو جاتا ہوں تو نیند ہی میں بڑے بڑے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ کوئی مسئلہ ذہن میں لے کر جیسے ہی لیٹتا ہوں نیند میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آج دوپہر میں بھی ایسا ہی ہوا ایک اہم مسئلہ ذہن میں تھا سوچتے سوچتے لیٹ گیا اور اسی سوچ میں نیند آ گئی اور نیند میں مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور یہ معاملہ آج کا نہیں شروع ہی سے کچھ ایسا چلا آ رہا ہے کہ کتابوں سے جو مسئلہ حل نہیں ہوا اس طرح سوچتے سوچتے نیند آ گئی اور نیند میں مسئلہ حل ہو گیا۔ اس لئے آپ حضرات سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی عادت بنا لیجئے کہ سوتے وقت ذہن میں موت کا تصور ہو اور اسی تصور میں نیند آ گئی تو یہ پریشانی کی بات نہیں بلکہ زیادہ بہتر ہے کہ نیند میں بھی دوسری باتوں کی بجائے آخرت کا تصور رہے گا کہ اب موت آ رہی ہے، پھر جنازہ اٹھ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے کئے کا حساب دے رہے ہیں۔

مراقبے کی کوئی خاص صورت متعین نہیں بس مقصد یہ ہے کہ اس حقیقت کو سوچئے اور بار بار سوچئے کبھی اس سوچ میں ناغہ نہ ہونے پائے بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کوشش تو بہت کرتے ہیں لیکن کیا کریں وقت پر یاد نہیں آتا اور ناغہ ہو جاتا ہے۔

ناغہ کی نحوست:

کوئی بھی کام ہو اس میں اگر ایک دن کا بھی ناغہ ہو جائے تو بہت برا اثر پڑتا ہے اور اس ایک دن کی نحوست کئی کئی دن تک چلتی رہتی ہے۔ اگر کسی شخص کا دین کی مجلس میں حاضری کا مستقل معمول ہو اور درمیان میں ایک دن کا ناغہ کر دے تو پھر دیکھئے یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے۔ ایک دن پر نہ رکے گا بلکہ دور تک چلا جائے گا، اللہ نہ کرے کہ آپ لوگ کبھی اس کا تجربہ کریں۔ مراقبہ موت ہو یا کوئی بھی دینی معمول ہو اس میں ناغہ نہ ہونے دیجئے، اپنے حالات کی اطلاع دینے والے بھی اس ہدایت کو یاد رکھیں اگر غفلت سے ایک مہینہ اس معمول کا ناغہ کیا تو دوسرے مہینے خط لکھنے کی توفیق نہ ہو گی اور سستی بڑھتے بڑھتے کئی ماہ بعد جا کر آنکھ کھلے گی، اس لئے ناغہ سے بچئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ آج کل دار العلوم دیوبند میں امتحانوں کا سلسلہ چل رہا ہے، مشغولیت کی وجہ سے ملاقات کی فرصت نہیں ملتی ناغہ ہو رہا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اب امتحانوں کی مشغولی ہے جب امتحانوں سے فارغ ہوں گے تو کوئی اور کام سامنے آجائے گا کہ اب اس کو کر لیں یوں ناغوں کا سلسلہ چلتا رہے گا اور عمر بھر فرصت نہیں ملے گی، جو کام کرنا ہے اسے ہر قیمت پر کیجئے اس میں ناغہ نہ ہونے دیجئے۔

حافظوں میں ایک بات مشہور ہے کہ پہلا پارہ ''الم'' ہماری مرغیوں کو بھی یاد ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے آپ کی مرغیاں بھی آپ کی طرح پڑھی ہوئی ہیں؟ بولے اصل قصہ یہ ہے کہ ہم لوگ بڑے شوق سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے ہیں دل میں یہ جذبہ ہوتا ہے کہ یہ دور مکمل کرنا ہے درمیان میں کبھی ناغہ نہیں کریں گے مگر دو چار پارے پڑھ کر یہ جذبہ سرد پڑ جاتا ہے اور کئی ماہ

کے بعد پھر جوش اٹھتا ہے دوبارہ شروع کر کے پھر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔اس طرح پورا سال ابتداء کے دو تین پاروں کو دہراتے دہراتے گزر جاتا ہے بالخصوص پہلا پارہ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور بار بار پڑھتے ہیں یہ پارہ سنتے سنتے ہماری مرغیوں کو بھی یاد ہو جاتا ہے۔

ذرا سوچئے کہ یہ ناغہ صرف تلاوت اور ذکر میں ہی کیوں ہوتا ہے کھانے پینے، سونے اور دنیا بھر کے دوسرے کاموں میں کیوں نہیں ہوتا؟ اصل بات یہ ہے کہ فکر نہیں، بے فکری کی وجہ سے دینی کاموں کا ناغہ ہو رہا ہے دنیا کے دھندوں کی چونکہ فکر سوار ہے اس لئے ان کا ناغہ بھی گوارا نہیں۔

اگر کسی کو ماہانہ تنخواہ ملتی ہو اور کام میں ناغہ کرنے پر تنخواہ کٹتی ہو تو کیا کبھی وہ ناغہ کرے گا؟ کبھی نہیں کرے گا، خواہ خود بیمار ہو جائے یا بیوی بیمار پڑ جائے، بچے پریشان ہوں، کچھ بھی ہو جائے ناغہ نہیں ہونے دیتا۔ دنیائے فانی کی خاطر اتنا اہتمام، ایسی فکر لیکن دین کی قدر اتنی بھی نہیں؟ قرآن مجید کی تلاوت چھوٹ جائے یہ گوارا ہے دوکان اور دفتر جانے کا ناغہ ہو یہ گوارا نہیں۔

قرآن کی دولت:

مسلمان کو معلوم ہی نہیں قرآن مجید کتنی بڑی دولت ہے، فرمایا:

﴿یایھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمؤمنین ٥ قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ٥﴾ (۱۰: ۵۷، ۵۸)

"اے لوگو! یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف بڑی نصیحت اور دل کے امراض کے لئے شفاء آئی ہے، ایمان والوں کے لئے رہنمائی کرنے والی

اور باعث رحمت ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے اس انعام اور رحمت سے خوش ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ اس سے بہتر ہے جسے یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔''

یہ قرآن مجید اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے، اتنا بڑا خزانہ ہے کہ اس کا خیال کر کے تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے دنیا بھر کے خزانے جمع کر لیں مگر قرآن مجید کے سامنے یہ سب خزانے ہیچ در ہیچ ہیں۔ قرآن مجید کی دولت سب سے بڑی دولت ہے۔ سوچئے کہ قرآن مجید کو سب سے بڑی دولت کیوں کہا جا رہا ہے؟ آج کل کے مسلمان سے یہ بات پوچھیں تو شاید یہی جواب دے گا بس قرآن ہے اللہ کا کلام ہے اس لئے بڑی دولت ہے، یا یہ کہ بڑی پاکیزہ اور برکتوں والی کتاب ہے اس لئے اسے سب سے بڑی دولت کہا گیا ہے۔ وہ برکتیں کیا ہیں؟ کہ جی اس کے پڑھنے سے جن بھوت بھاگ جاتے ہیں، سفلی کا اثر ختم ہو جاتا ہے، کوئی درد ہو، تکلیف ہو، پڑھ کر دم کرنے سے اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور ایک بڑی برکت یہ کہ نئی دوکان یا نیا مکان ہو اس میں کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے قرآن خوانی کروالو بس برکت ہی برکت ہوگی۔ اس قرآن مجید کی کوئی برکت ہو یا نہ ہو ایک نقد برکت تو کہیں نہیں گئی۔ وہ کیا؟ چائے بسکٹ تو مل ہی جائیں گے۔ یہ ہیں آج کے مسلمان کی نگاہ میں قرآن کی برکات لیکن اس کا سبب خود قرآن سے پوچھئے کہ اسے سب سے بڑی دولت کیوں کہا گیا؟ وہ اس کا سبب بیان کرتا ہے:

﴿قد جاء تكم موعظة من ربكم﴾

اس میں تمہارے لئے بڑی نصیحت ہے۔ ''موعظۃ'' میں تنکیر تعظیم کے لئے ہے اس کے معنی ہیں ''بڑی نصیحت'' ایسے ہی آگے ''شفاء'' کے معنی ہیں ''بڑی شفاء'' ''ہدی'' کے معنی ''بڑی ہدایت'' اور ''رحمۃ'' کے معنی ''بڑی رحمت۔'' دوسری بات یہ کہ کہنا تو یوں چاہئے کہ اس کتاب میں نصیحت ہے، اس میں شفاء ہے، اس میں ہدایت ہے، اس میں رحمت ہے، مگر مبالغہ کے لئے فرما رہے ہیں کہ یہ خود

نصیحت ہے، شفاء ہے، ہدایت ہے، رحمت ہے۔ پھر یہ اتنی بڑی نعمتیں کس کی طرف سے ہیں؟ اگر کوئی انسان کسی انسان کو سمجھائے نصیحت کرے تو دیکھنے والوں کو تردد ہوتا ہے وہ سوچتے ہیں کہ یہ اسے کیوں نصیحت کر رہا ہے؟ واقعۃً ہمدرد اور خیر خواہ ہے یا دل میں کوئی طمع رکھتا ہے لیکن قرآن مجید سے متعلق فرمایا:

﴿موعظة من ربكم﴾

''یہ بڑی نصیحت تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔''

''رب'' کے معنی:

''رب'' کے معنی تربیت کرنے والا، آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانے والا۔ یہ بھی بتایا کہ پھر ''رب'' کس کا؟ فرمایا ''ربکم'' ''تمہارا رب'' ویسے تو وہ رب العلمین ہیں اس لئے یوں بھی کہہ سکتے تھے:

﴿موعظة من رب العلمين﴾

کہ یہ نصیحت رب العالمین کی طرف سے ہے لیکن اس کا زیادہ اثر نہ ہوتا۔ جیسے کوئی شخص اپنے والد سے بیزار ہو، اس کا خیال نہ کرے تو لوگ اسے شرم دلانے کے لئے کہتے ہیں ارے! یہ تمہارا باپ ہے۔ اب اگر اس کے دل میں ذرا بھی شرم وحیا ہو تو اثر لئے بغیر نہ رہے گا۔ سو بندوں کو احساس دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں ''من ربکم'' کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے ہے ''من ربکم'' زبان پر لاتے ہوئے مزا ہی آجاتا ہے۔ یا اللہ! واقعۃً آپ ہمارے رب ہیں۔ یا اللہ! ہمارے دلوں میں بھی ایسی صلاحیت پیدا فرمادے کہ آپ کا یہ خطاب سن کر نرم ہوجائیں اور اثر لئے بغیر نہ رہیں۔

قرآن مجید سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا خزانہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے، پھر یہ سمجھئے کہ

ناصح کی نصیحت کا حق یہ ہے کہ اسے سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے اگر کوئی آپ کو نصیحت کرتا رہے اور آپ سامنے بیٹھے سر دھنتے رہیں مگر ناصح کی زبان ہی نہ سمجھیں تو بتائیے ایسی نصیحت کا کیا فائدہ ہوگا؟ اگر قرآن مجید عمل کی بجائے صرف برکت کی نیت سے پڑھا جائے تو اس سے برکت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ برکت کے معنی یہ ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں اور یہ قرآن پر عمل کئے بغیر ممکن نہیں، بدون عمل قرآن پڑھنے سے اگر کوئی دنیوی فائدہ ہو بھی گیا تو وہ عارضی ہوگا اور بالآخر وبال ثابت ہوگا۔

قرآن پر عمل نہ کرنے والوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت:

قیامت کے دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سامنے ان لوگوں کی شکایت کریں گے جو قرآن پر عمل نہیں کرتے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا۝﴾ (۲۵.۳۰)

”اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل پس پشت ڈال رکھا تھا۔“

یہ آیت اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے مگر ظاہر ہے جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود قرآن پر عمل نہیں کرتے وہ بھی اس میں داخل ہیں، قرآن اللہ تعالیٰ کے قوانین کی کتاب ہے اس کو عمل کرنے کے لئے اتارا گیا ہے مگر مسلمان کی حالت یہ ہے کہ اسے قرآن مجید کی تلاوت سے، اسے سمجھنے یا اس پر عمل کرنے سے کوئی سروکار نہیں۔ قرآن مجید اسے اس وقت یاد آتا ہے جب کوئی بیمار ہو یا کسی پر جن چڑھ جائے، سفلی ہو جائے۔ اب بھاگتے ہیں عاملوں کی طرف۔ بے عمل عامل

بھی انتظار میں بیٹھے ہیں جیسے ہی کوئی پریشان حال جاہل ان کے ہاتھ آئے اسے یہ کہہ کر قابو کرتے ہیں کہ قرآن سے تمہارا علاج کر رہے ہیں، آیات شفاء لکھ لکھ کر پلا رہے ہیں، مختلف آیات پڑھ پڑھ کر دم کر رہے ہیں، پھونکیں مار رہے ہیں۔ یہ قرآن کا حق اداء ہو رہا ہے۔ اللہ کے بندو! یہ اللہ کی کتاب پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب اس لئے اتاری ہے کہ اسے پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اس پر عمل کرکے باطنی امراض کا علاج کیا جائے، صاحب کتاب کو راضی کرکے اپنی دنیا وآخرت سنواری جائے۔ وہ اس کی صفت بتا رہے ہیں "شفاء لما فی الصدور" کہ یہ روحانی امراض کیلئے شفاء ہے مگر "بےعمل" عامل لوگوں نے قرآن کا اصل مقصد نظر انداز کرکے ان الفاظ کو لے لیا اور انہیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہے ہیں، ان کے تعویذ لکھ لکھ کر باندھ رہے ہیں، زعفران سے تعویذ لکھ کر یا طشتریوں میں لکھ کر گھول گھول کر پی رہے ہیں، مجھے ایک بات کسی نے پانی میں حل کئے ہوئے زعفران کی ایک بوتل لا دی اور کہا کہ اس سے تعویذ لکھا کریں، میں نے یہاں افتاء کا کام کرنے والے علماء کو پلا دی کہ یہ حضرات دماغی کام کرتے ہیں، زعفران مقوی دماغ ہے۔

ان عاملوں نے قرآن مجید کا مطلب ہی بدل دیا۔

قرآن مجید میں تحریف:

یہ تو وہی قصہ ہوگیا کہ ایک بار انتخابات میں ایک سیاسی پارٹی نے اپنا انتخابی نشان "ہل" رکھ دیا "ہل" کا لفظ قرآن مجید میں بھی کئی جگہ آیا ہے۔ اس جماعت کے پرستار قرآن مجید کی آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو تأثر دینے لگے کہ دیکھو ہماری جماعت کیسی خوش نصیب جماعت ہے جس کا انتخابی نشان قرآن مجید میں ہے۔ ان ظالموں نے اپنی سیاست چمکانے کے لئے قرآن مجید میں تحریف کر ڈالی۔

آج کل کی سیاست بھی ایک ایسی لعنت ہے جس کے گلے پڑ جائے اس کا

علم وعمل ہی نہیں عقل ودماغ اور ہوش وحواس بھی سلب کرلیتی ہے، ایمان تک خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ اس آفت سے بچائے۔

قرآن مجید کے بارے میں ارشاد ہے کہ یہ دنیا بھر کی نعمتوں سے بڑی نعمت اور دنیا بھر کے خزانوں سے قیمتی خزانہ ہے۔

فرمایا:

﴿هو خير مما يجمعون﴾

دنیا میں یہ لوگ جو کچھ جمع کررہے ہیں اس سے زیادہ بہتر ہے۔ ''خیر'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس میں زیادتی کے معنی پائے جاتے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ قرآن دنیا بھر کے خزانوں سے بہت بہتر اور بہت افضل ہے اس لئے کہ یہ بڑی نصیحت ہے۔ اس عظیم نصیحت کو جو انسان قبول کرلے گا، اس کے مطابق زندگی کو ڈھال لے گا، اس کی زندگی میں انقلاب آجائے گا، دل کی کیفیت بدل جائے گی، اس میں حب دنیا کی بجائے آخرت کا شوق پیدا ہوگا۔ جب دل میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی تو برائی کی بجائے نیکی کی طرف اس کا میلان ہوگا برے اعمال از خود چھوٹ جائیں گے، نیک اعمال اس کے لئے آسان ہوجائیں گے ان کی توفیق ہوگی، آگے فرمایا:

﴿وهدى ورحمة للمؤمنين﴾

جب نصیحت حاصل ہوگئی اور روحانی امراض سے شفاء مل گئی تو سیدھی راہ پر چلنا آسان ہوگیا، اصل میں دارومدار دل پر ہے۔ جب تک کسی کا دل نہیں بنتا اسے سیدھا راستہ نظر نہیں آتا جب دل بن گیا اور سیدھا راستہ نظر آگیا جس پر اس نے چلنا شروع کردیا تو یہی اللہ کی رحمت ہے یہ مؤمنین کے لئے اللہ کی رحمت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ مسلمان کے لئے قرآن جیسی عظیم دولت موجود

ہے مگر اسے قرآن پڑھنا یاد نہیں رہتا اس میں ناغہ ہو جاتا ہے لیکن دنیا کے جس کام میں پچیس، تیس روپے یومیہ نقصان ہوتا ہو اس کا ناغہ برداشت نہیں کر سکتا خواہ بیوی بچے بیمار ہوں بلکہ خود بھی بیمار ہو لیکن ناغہ نہیں کرے گا۔ بس اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ دل میں دنیا کی کتنی قدر و قیمت ہے اور اس کے مقابلے میں قرآن کی کتنی وقعت ہے۔

مراقبۂ موت کا اہتمام:

روزانہ مراقبۂ موت کا اہتمام ہر مسلمان کو لازمًا کرنا چاہئے وہ تین منٹ روزانہ سوچ لیا کریں حدیث میں بھی اس کی بہت تاکید آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اکثروا من ذکر ھازم اللذات الموت﴾

(ترمذی)

''موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو تمام لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔''

یاد بھی اسی طریقے سے کیجئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت آکر ایک دن دنیا بھر کی تمام لذتوں کو ختم کر دے گی، بیوی بچے، مال و اسباب دنیا بھر کی خوشیاں، بس جان نکلنے کی دیر ہے کہ سب ختم۔

مراقبۂ موت کے فوائد:

موت کو یاد کرنے کے فائدے بیان کر رہا تھا۔ ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ موت کو یاد رکھنے والے مسلمان کی زندگی گناہوں کی آلودگی سے پاک رہتی ہے۔ ذرا سوچئے! انسان جو گناہ کرتا ہے اس میں کن چیزوں کا دخل ہے؟ کون سی چیزیں ہیں جو اسے گناہ پر ابھارتی ہیں؟ عام طور پر انسان اپنے نفس کی لذت کے لئے گناہ کرتا ہے مگر یہ بات ہمیں آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ ڈاڑھی منڈانے میں کیا لذت

ہے؟ یہ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آتی کسی ڈاڑھی منڈے سے پوچھ لیجئے۔ عام گناہ تو نفسانی لذت کی خاطر کئے جاتے ہیں یا مال ودولت اور عزت واقتدار کی محبت میں انسان گناہ کرتا ہے یا پھر بیوی بچوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، گناہ کے جتنے اسباب ہیں موت آکر سب کی جڑ کاٹ دیتی ہے نفسانی خواہشات مال واسباب، عزت واقتدار کا گھمنڈ، بیوی بچے غرض دنیا کی ہر چیز موت آتے ہی دھری کی دھری رہ جائے گی۔

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ برتخت مردن چہ برروئے خاک

موت خواہ تخت شاہی پر آئے یا زمین پر ایک ہی بات ہے مگر خاک نشین کی بنسبت تخت پر جان دینے والے کو حسرت ہوگی۔ جتنی بڑی دولت اور جتنی بڑی سلطنت ہوگی مرتے وقت اتنی ہی زیادہ حسرت ہوگی، بچارے کی جان اتنی مشکل سے نکلے گی لیکن اگر دنیا کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب رکھے، مال کی آمد وخرچ اللہ کی رضا کے مطابق ہو، اس سے ایک دنیا چھوڑ ہزاروں دنیا چھوٹ جائیں، اسے کوئی حسرت نہ ہوگی بلکہ وہ تو یہ سوچ کر خوشی سے رخصت ہو جائے گا کہ مال ودولت، اقتدار اور سلطنت حتی کہ جسم وجان بھی کسی کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لی۔

جو انسان موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے وہ کبھی دنیا میں پریشان نہیں ہوتا۔ جو موت کو جتنا یاد کرے گا اسی قدر پریشانیوں سے نجات پائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص موت کو یاد کر کے اپنی آخرت بنانے میں لگ جائے اس سے اللہ تعالیٰ خوش رہتے ہیں اور پریشانیوں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، یہ شخص اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور کوئی محبّ بھی اپنے محبوب کو پریشان نہیں کرتا۔ دنیا اور دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے موت کو یاد کرنے سے فانی کی محبت دل سے نکل جاتی ہے، فانی سے جس قدر محبت کٹے گی باقی سے اسی قدر جڑے گی۔

شیخ عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ:

شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ اکثر بتاتا رہتا ہوں، ان کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان فرمایا کہ ان کی دکان کے سامنے ایک شخص آ کر کہنے لگا آپ سارا دن ان چپکنے والی چیزوں میں گھرے رہتے ہیں آپ کی جان کیسے نکلے گی؟ اس کا مطلب سمجھانا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ یہ مطلب سمجھتے ہوں گے کہ چپکنے والی چیزوں سے مراد وہ میٹھی چیزیں ہیں جو عطار کی دوکان پر ملتی ہیں جیسے مربہ جات، خمیرے، شربت اور دوسری چاشنی والی چیزیں، یہ تو ظاہری مطلب ہوا لیکن حقیقی مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیا سے تعلقات ایسے بڑھا رکھے ہیں کہ ایک ایک چیز دل کے ساتھ چپکی ہوئی ہے۔ بیوی بچوں کی محبت، کاروبار اور دکان کی محبت، پیسے کی محبت غرض دنیا کی فانی چیزوں کو ایک ایک کر کے دل سے چپکائے بیٹھے ہیں اور محبوب حقیقی کو بھول چکے ہیں۔ اتنی چیزوں میں جس کا دل اٹکا ہوا ہو مرتے وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ اسے تو یہی فکر دامن گیر ہوگی کہ اب میری دولت، میرے کاروبار، میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ سوچئے اس کی جان کتنی تکلیف سے نکلے گی؟ انسان کا فانی چیزوں سے جتنا تعلق گھٹے گا اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی تعلق بڑھے گا اور اللہ سے جتنا تعلق بڑھے گا جان اتنی ہی آسانی سے نکلے گی۔ یہ ہے شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصے کا مطلب۔ جب اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ جڑ گیا پھر انسان کیسی ہی پریشانی میں ہو، کیسی ہی تکلیف میں ہو، اسے تکلیف محسوس نہیں ہوگی، وہ یہ سوچ کر تکلیف میں بھی راحت محسوس کرے گا کہ میرا محبوب میرے ساتھ ہے محبوب جب ساتھ ہو تو بڑی سے بڑی تکلیف بھی آسان ہو جاتی ہے۔ بقول شاعر ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

کہتا ہے ویسے بیمار ہوں، مرا جا رہا ہوں، بڑی سخت تکلیف میں ہوں، مگر جیسے ہی محبوب سامنے آیا یک دم ساری بیماری اور تکلیف بھول گیا، نبض تیز ہوگئی، خون میں جوش آگیا اور چہرے پر رونق آگئی۔ جو چہرہ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے مرجھایا ہوا تھا محبوب کا دیدار ہوتے ہی کھل اٹھا۔ محبوب تو اسے بیمار سمجھ کر بیمار پرسی کے لئے آیا تھا مگر چہرے کی یہ رونق اور تازگی دیکھ کر وہ سمجھا کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔ یہ تو ایک فانی محبوب کی فانی محبت کی تاثیر تھی، سوچئے جسے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے محبت ہوگئی اس کے چہرے کی رونق اور دل کی راحت کا کیا حال ہوگا۔

میں دل پر جو اس کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دلے دارم جوہر خانۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردون میر سامانے کہ من دارم

میں ایسا دل رکھتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک پورا جواہر خانہ ہے، پوری دنیا کو تحدی (چیلنج) کر رہے ہیں کہ میں جیسا دل رکھتا ہوں ایسا دل دنیا میں کسی کے پاس ہے تو پیش کرے کون ہے ایسے دل والا؟ ع

کہ دارد زیر گردون میر سامانے کہ من دارم

آسمان کے نیچے پوری روئے زمین پر کہیں بھی ایسا دل ہو تو ہمیں بتاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دل میں اللہ کی محبت سما گئی ہو اس جیسا دل دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا۔ ایک حدیث قدسی مشہور ہے:

﴿انا عند المنكسرة قلوبهم من اجلی﴾

کشف الخفاء میں ہے: "**لا اصل له في المرفوع.**" مگر اس کا مضمون صحیح ہے کہ جن کے دلوں میں انکسار اور شکستگی ہے، ہماری محبت نے جنہیں توڑ پھوڑ

کرفناء کر دیا ہے میں ان کے دلوں میں بستا ہوں۔سو جس دل میں اللہ کی ذات بستی ہو اس جیسا دل کوئی کہاں سے لائے؟

لقاء محبوب:

حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

حضوری گرہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ

متی ماتلق من تہوی دع الدنیا واہملہا

جب محبوب سے ملاقات ہو جائے تو دنیا کا خیال چھوڑ دو۔جس دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوگئی گویا وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات میں مشغول ہے لقاء محبوب کے بعد اسے دنیائے فانی کی کیا پروا رہے گی کہ وہ تو نشۂ محبت سے سرشار رہے گا اسے اس سے کیا سروکار کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔اور کیا نہیں ہو رہا ہے۔

ساقیا برخیز درده جام را

خاک برسر کن غم ایام را

اے ساقی! مجھے شراب محبت کا ایسا پیالہ پلا دے کہ پوری دنیا سے بے خبر اور غافل ہو جاؤں، زمانہ بھر میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوتا رہا ہے یا آیندہ کیا ہوگا ان سب باتوں پر خاک ڈالوں، ایک جام محبت کے سامنے یہ ساری دنیا ہیچ ہے۔یہ ہیں محبت کے کرشمے۔

اس سے زمانے کے وہ حالات مراد ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں، دین کے تقاضوں کے مطابق زمانہ کے حالات سے باخبر رہنا اور اپنی استطاعت کے مطابق اشاعت دین کی کوشش کرنا فرض ہے۔

محبت کی دھن میں جب انسان مست رہتا ہے تو اسے تکلیف کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

دنیا سے جب ہو رخصت یاربؐ غلام تیرا
دل میں ہو دھیان تیرا لب پر ہو نام تیرا

جس نے زندگی میں اس کی مشق کرلی کہ دل ودماغ میں ہر وقت محبوب کا دھیان رہے زبان پر اسی کا نام رہے تو ایسے شخص کی انشاء اللہ تعالیٰ مرتے دم بھی یہی کیفیت ہوگی وہ تو اسی دھن میں ہوگا اسے تکلیف کہاں ہوگی؟

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کے بندوں کی روح اتنی آسانی سے نکلتی ہے جیسے بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری کھول دی جائے (۹-۷۹)

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا موت کی تکلیف آپ کو کیسی محسوس ہوئی؟ آپ نے فرمایا، مجھے تو پتا ہی نہیں موت کب آئی، کیسے آئی۔ کسی مسئلے پر غور کررہا تھا اسی سوچ اور استغراق میں روح پرواز کرگئی جب ذرا ہوش آیا تو دیکھا دوسرے عالم میں پہنچا ہوا ہوں۔ جاتے جاتے بھی دین کا مسئلہ سوچ رہے تھے۔

میں اپنی تسکین کے لئے ایک نسخہ استعمال کرتا ہوں، کبھی شوق پرواز بہت غالب آتا ہے اور دل میں خیال آتا ہے کہ کب تک پڑے رہیں گے اس مسافر خانے میں، کسی نے خط میں لکھا۔

عمر بھر میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن
اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد

میں نے اس پر خط کھینچ کر لکھا کہ میرے حال کے مطابق دوسرا مصرع یوں ہونا چاہیے۔

عمر بھر میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن
اک وہاں جانے سے پہلے اک یہاں آنے کے بعد

شوق وطن ستانے لگتا ہے تو یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا ہوں کہ الحمدللہ! ایک

طرح سے یہاں بھی جنت میں ہیں بس جب وقت آئے گا تو محبوب کا حکم ہوگا کہ اس کونے سے اٹھ کر اس کونے میں چلے جاؤ۔اس سے کچھ تسکین ہوجاتی ہے۔

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

جو اللہ کی رضا جوئی میں مشغول ہو اس کے لئے پریشانی کہیں نہیں وہ یہاں بھی جنت میں ہے۔دل اگر اللہ کی محبت میں سرشار ہو تو دنیا میں بھی لذت وفرحت اور رحمتوں کی بارش ہے اور آخرت میں بھی۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ جس نے فانی کو نظر انداز کر دیا اور ایک باقی کے ساتھ محبت کا رشتہ جوڑ لیا اس کے لئے کوئی غم نہیں، کوئی پریشانی نہیں، وہ تو ہر وقت یہی محسوس کرتا ہے کہ میرا محبوب میرے ساتھ ہے، اسے تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا اگر وہ کسی بڑی تکلیف یا پریشانی سے دوچار ہوا اور اسے تکلیف کا احساس ستانے لگے تو وہ یہ سوچ کر مطمئن بلکہ مسرور رہتا ہے کہ اسی میں میرا فائدہ ہے، میری سوچ ناقص ہے، مجھے اپنے نفع ونقصان کا صحیح علم نہیں، اللہ تعالیٰ کو میرے نفع ونقصان کی خبر ہے اور اس کو میرے ساتھ محبت کاملہ ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بازار گیا تو دیکھا کہ ایک لونڈی فروخت کی جارہی ہے۔دیکھنے میں بیمار معلوم ہوتی تھی، مجھے اس پر ترس آیا اور ثواب کی خاطر خرید کر اپنے گھر لے آیا، رات ہوئی تو اس نے آرام کرنے کی بجائے وضوء کر کے نماز شروع کر دی نماز پڑھتی جاتی اور روتی جاتی وہ عبادت میں مشغول رہی مجھے نیند آگئی وہ تو سمجھے تھے کہ بیمار ہے مگر اسے کوئی جسمانی بیماری نہ تھی دردِ دل میں مبتلا تھی جس نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔

اہل اللہ کے حالات:

اہل محبت کے حالات مختلف ہوتے ہیں کوئی عشق کی آگ میں جل جل کر

نڈھال ہے اور کوئی سرورِ عشق میں خوش حال ہے کوئی سرورِ عشق میں ہنس رہا ہے۔ اور کوئی غمِ عشق میں رو رہا ہے ہر ایک اپنے حال میں مگن کسی کو ہنسنے سے کام، کسی کو رونے سے کام۔

ایک بار میں نے دعاء کی کہ یا اللہ! روتے روتے تو زمانہ گزر گیا ہے۔

مدت ہوئی روتے نہیں تھمتے مرے آنسو
شاید کہ در آیا کوئی دریا مرے دل میں

اب کچھ زمانہ سرور کا بھی عطاء فرما، تاکہ تیرے دین کی خدمات کے لئے قویٰ زیادہ مدت تک کام دیں۔ جب سے کیفیت بدل گئی اب طبیعت ہشاش بشاش اور بہت خوش رہتی ہے۔

بگوشِ گل چہ سخن کفتۂ کہ خندان است
وبعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان است

اے میرے محبوب! تو نے پھول کے کان میں کیا کہہ دیا وہ ہنستا ہی چلا جا رہا ہے اور بلبل سے کیا کہہ دیا وہ روتا ہی چلا جا رہا ہے، بلبل پر ہر دم گریہ طاری ہے اور پھول پر ہنسی۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو خلیفے تھے ایک کا تو وصال ہو گیا دوسرے زندہ ہیں، پہلے بزرگ مولانا حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے ان کا لقب حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ضحاک'' رکھا تھا، ''ضحاک'' کے معنی ''بہت ہنسنے والا'' ہر وقت خوب قہقہے لگا لگا کر ہنستے رہتے تھے، ناواقف سمجھتے تھے کہ پاگل ہے، جب بھی دیکھو قہقہے لگا رہے ہیں۔ دوسرے بزرگ مولانا فقیر محمد صاحب جو اب بھی زندہ ہیں ان کا لقب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''بکاء'' رکھا تھا ''بکاء'' کے معنیٰ ''بہت رونے والا'' ان پر ہر وقت گریہ طاری رہتا ہے، جب دیکھو سسکیاں بھر بھر کر اور بسا اوقات زور زور سے چلا چلا کر رو رہے ہیں۔ ناواقف سمجھتے کہ مکار

صوفی ہے۔ کوئی سرورِ عشق میں ہر دم ہنس رہا ہے، کوئی غمِ عشق میں ہر وقت رو رہا ہے۔ مالک کی مرضی بندے کو جس حال میں رکھے۔

وہ باندی بھی غمِ عشق میں نڈھال ہو رہی تھی بزرگ نے تو بیمار سمجھ کر خرید لیا تھا مگر اس کی یہ قوت و ہمت دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نماز ختم ہی نہیں کرتی، محبوب کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے اور تھکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

پھر بہت دیر کے بعد دعاء میں مشغول ہوئی تو دعاء کیا کرتی ہے کہ یا اللہ! تجھے جو میرے ساتھ محبت ہے اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میرے حال پر رحم فرما۔ بزرگ نے اس پر ٹوکا کہ یوں مت کہو، یہ ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے، ہاں یوں کہو کہ یا اللہ! مجھے جو تیرے ساتھ محبت ہے اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں۔ اپنی محبت کا واسطہ دو، یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ کو تمہارے ساتھ محبت ہے۔ وہ بولی اگر میرے محبوب کو میرے ساتھ محبت نہ ہوتی تو یہ معاملہ نہ فرماتے کہ تمہیں بستر پر لٹا دیا اور مجھے اپنے سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع و الصبر مفترق
والقلب محترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار لہ
مما جناہ الھویٰ والشوق والقلق
یارب ان کان شئ فیہ لی فرج
فامنن علی بہ مادام بی رمق

مطلب یہ ہے کہ درد جمع ہو رہا ہے اور صبر چھوٹ رہا ہے، آنسو بے اختیار بہ رہے ہیں اور دل جلا جا رہا ہے۔ جس کو عشق نے بیمار کر دیا ہو اس کو قرار کیسے آ سکتا

ہے۔ پھر کہا: میرے اور محبوب کے درمیان محبت کا معاملہ آج تک تو راز میں تھا مگر آج یہ راز فاش ہو گیا یا اللہ! اب میں دنیا میں رہنا نہیں چاہتی یہ کہہ کر گر پڑی اور ساتھ ہی انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی درد محبت کا ایک ذرہ عطاء فرما دیں۔

سوختہ دل انسان کو مصیبت اور پریشانی کے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ دشمنی نہیں بلکہ محبت ہے، مجھ پر جو حالات گزر رہے ہیں ان کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ میرے حالات بدلنے پر پوری طرح قادر ہیں پھر بھی بدل نہیں رہے تو اس میں میرا ہی نفع ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ انہیں علم کامل ہے قدرت کاملہ ہے محبت بھی کاملہ ہے پھر بھی حالات نہیں بدل رہے، یقیناً میرا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو بندوں سے محبت ہے ہی لیکن کسی نے گناہ کر کر کے اس رشتۂ محبت کو توڑ ڈالا تو مایوس ہونے کی بجائے فوراً توبہ کر کے اس رشتۂ محبت کو جوڑ لیں۔ ایک انسان کا دوسرے انسان سے رشتۂ محبت ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں جڑتا یا جڑتا ہے تو بڑی مشکلوں سے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ بندہ اگر نافرمانی کر کے بغاوت اختیار کر کے اس رشتۂ محبت کو توڑ دے تو بھی اس کا کچھ نہیں گیا توبہ واستغفار کر کے پھر سے جوڑ سکتا ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط کر سکتا ہے۔

مراقبۂ موت کے مزید فوائد:

پہلا فائدہ:

بیان چل رہا ہے کہ موت کو یاد کرنے میں کیا کیا فوائد ہیں ان میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب انسان اپنی موت کو سوچے گا کہ مجھے ایک دن مرنا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دین و دنیا کا ہر کام سوچ سمجھ کر کرے گا، بالخصوص دین کا ہر کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے مطابق کرے گا اس میں اپنی خواہش اور عقل کو دخیل نہیں بنائے گا، سوچے گا

کہ جب مقصد زندگی اللہ کی رضا ہے تو وہ راضی صرف اسی طریقے سے ہوگا جو خود اس نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا۔ دین کے احکام کی جو صورت وکیفیت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی اسی کے مطابق وہ انہیں پورا کرے گا، سوچے گا مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے کل قیامت کے روز کسی عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ ہم نے تو یہ حکم نہیں دیا تھا تم نے کہاں سے نکال لیا؟ تو میرے پاس کیا جواب ہوگا، غرض یہ کہ جس حد تک انسان موت کا مراقبہ کرے گا بدعات ورسوم سے بچا رہے گا۔

بدعت دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے بدعتی اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کرتا ہے۔

دوسرا فائدہ:

مراقبہ موت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان جتنا موت کو سوچے گا اتنا ہی گناہوں سے بچا رہے گا کیوں کہ ہر گناہ کے وقت یہ خیال آئے گا کہ مجھے مرنا ہے قبر میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے وہاں ان گناہوں کا کیا جواب دوں گا؟ تھوڑی سی نفسانی لذت کی خاطر جہنم کا ایندھن بن جاؤں یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی اس کو سوچنے سے گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہوجائے گی۔ بہت سے گناہ اور بدعات انسان اس لئے کرتا ہے کہ کہیں احباب واقارب ناراض نہ ہوجائیں ان کی خاطر گناہ کرتا ہے لیکن جب سوچے گا کہ کل اس گناہ کی پاداش میں جہنم میں جانا پڑا تو یہ احباب واقارب وہاں کیا کام آئیں گے، جب سوچے گا ہمت بلند ہوگی، یاد رکھئے یہ تعلقات اور رشتہ داریاں دنیا کی حد تک ہیں قیامت میں یہ لوگ کچھ کام نہ آئیں گے، جہنم میں جانے والے لوگ بھی یہی عذر تراشیں گے کہ ہمیں شیطان نے بہکایا تھا تو وہ جواب دے گا کہ میں نے کان پکڑ کر کسی سے زبردستی گناہ نہیں کروائے تھے، میں تو صرف گناہوں کی ترغیب دیتا تھا، گناہ تو سب لوگ اپنے

اختیار سے کرتے تھے، لہٰذا آج مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو، میری کوئی حکومت وسلطنت تو نہ تھی کہ تمہیں مجبور کرتا، اب رونے پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہم تم جہنم میں اکٹھے ہی رہیں گے۔ جو لوگ حکام کے خوف سے یا احباب واقارب کی مروت میں آکر آج گناہوں میں مبتلا ہیں وہ اس بات کو سوچیں اور بار بار سوچیں کہ کل اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ لوگ کیا کام دیں گے؟ موت کو یاد کرنے سے ہمت بلند ہوگی اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ جن لوگوں کا خوف سوار ہے یا جن لوگوں کو راضی کرنے کی فکر ہے یہ سب فانی ہیں، یہ راضی رہیں یا ناراض ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا، راضی تو اس ذات کو کرنا ہے جو باقی ہے۔

تیسرا فائدہ:

مراقبۂ موت کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ حب مال اور حب جاہ کا مجرب علاج ہے یوں جاہ اور مال تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور نعمت کوئی بھی بری نہیں ہوتی، اصل برائی جاہ اور مال کی ہوس میں ہے۔

ہوس کا مطلب یہ ہے کہ کمانے کی حرص میں شریعت کی حدود سے تجاوز کر جائے مال کمانے میں حرام وحلال کی تمیز اٹھا دے اور مال میں شریعت نے جو حقوق عائد کئے ہیں ان کو ضائع کر دے، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی وغیرہ اداء نہ کرے یا بیوی بچوں کا نفقہ اداء نہ کرے یا یہ کہ کماتا تو حلال طریقے سے ہے حقوق مالیہ بھی اداء کرتا ہے مگر مال کی محبت میں گرفتار ہے ہر وقت یہی فکر سوار ہے کہ کہیں سے روپیہ آجائے۔

رات بھر بیدار رہ کر یہی وظیفہ پڑھ رہا ہے کہ پیسہ کہیں سے آجائے کہیں سے آجائے۔ پندرھویں شعبان اور شب قدر میں بھی یہی دعاء اور یہی وظیفہ، دماغ پر پیسہ مسلط ہے، تفریح کے لئے کہیں جائیں وہاں بھی یہی خیال، ان لوگوں کی تفریح کیا خاک ہوتی ہے۔

ایک شخص نے بتایا کہ سالہا سال سے کا معمول ہے کہ صبح اٹھ کر نہاتے ہیں، تفریح اور ورزش کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی نہاتے ہیں لیکن پھر بھی بیمار ہیں۔ جو لوگ حب مال کے مریض ہیں ان مریضوں کو کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوتا مقوی سے مقوی غذائیں کھالیں ورزش کریں تفریح کریں کچھ بھی کرلیں ان پر کوئی اثر نہ ہوگا یہ مریض کے مریض ہی رہیں گے۔

تفریح کا مطلب تو یہ ہے کہ تفکرات اور دنیوی جھمیلوں سے اپنے آپ کو فارغ کر کے قدرتی مناظر کو دیکھے، اس سے صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور اللہ کی معرفت بھی حاصل ہوگی۔

جن کو اللہ تعالیٰ بصیرت کی آنکھ عطاء فرماتے ہیں انہیں ایک ایک پتی میں اللہ کی قدرت کے دفتر نظر آتے ہیں۔

الحمدللہ! میرا ایک رمضان بھی اسی مزے سے گزرا، باغ قریب ہی تھا عصر کے بعد نکل جاتا اور باغ میں اکیلے بیٹھ کر کسی درخت کی کسی ایک پتی کو دیکھنا شروع کردیتا، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنعت گری میں غور کرتا کہ اس نے کس طرح اسے بنایا، پھر کہاں کہاں سے خوراک پہنچائی اس کی ابتداء یہاں سے ہوئی اور انتہاء کہاں ہوگی؟ دیر تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سوچتا رہتا۔ تفریح کا مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سوچیں اور اس سے محبت بڑھائیں، مگر لوگ وہاں جا کر بھی واہی تباہی بکتے رہتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے وہ جہاں بھی بیٹھتے ہیں محبوب کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

اصل شعر تو یوں تھا۔

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا

نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

لیکن حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ شاعر عارف نہیں تھا عارف ہوتا تو یوں کہتا۔

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت، تری ہی سی بو ہے

اے محبوب! ہمیں تو ایک ایک پتی میں تیرا ہی جلوہ نظر آرہا ہے ہر پھول میں تیری ہی رنگت اور تیری ہی بو ہے۔

پیر ما سر عالم مستی با دل ہوشیار می گوید
مرغ دستان سرائے روضۂ راز صبحدم زار زار می گوید
کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوجائے تو ہر چیز میں ان کا جلوہ نظر آئے گا حضرت جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حقا کہ درجان فگار و چشم بیدارم توئی
ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

میرے محبوب! میرے دل میں، میری جان میں تو ہی بسا ہوا ہے اور میری آنکھ میں بھی تو ہی سمایا ہوا ہے، دل و جان میں اور آنکھ میں تو ایسا بس گیا ہے کہ ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے ہر جگہ تو ہی تو ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی کا بیٹا کہیں باہر چلا گیا، شام کے وقت اس کی واپسی تھی مگر وہ نہ آیا، رات ہوگئی دیر ہوتی جارہی ہے والدین پریشان بیٹھے ہیں کہ بیٹا کیوں نہیں آیا، باہر سے کہیں سے ذرا سی آہٹ محسوس ہو تو چونک اٹھیں گے کہ بیٹا آگیا، اشتیاق اور انتظار کی حالت میں انسان کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ جب ایک انسان کی محبت اس قدر بے چین کر

دیتی ہے تو اللہ کی محبت ایسا کرشمہ کیوں نہیں دکھا سکتی؟

درسِ عبرت:

اہل اللہ کی محبت کا حال:

ایک شخص آواز لگا کر سنگترے بیچ رہا تھا ''اچھے سنگترے، اچھے سنگترے'' ایک بزرگ کے کان میں آواز پڑی بے ہوش ہو گئے، کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پوچھا گیا کہ کیا ہو گیا تھا؟ فرمایا ''اچھے سنگ ترے'' یہ معرفت کی بات سن کر بے خود ہو گیا۔ سنگ کے معنی ساتھی یعنی اچھے ساتھی کے ساتھ تیر گئے جس نے اچھے ساتھیوں کا ہاتھ پکڑا اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ وہ اپنے سنگترے بیچ رہا ہے اور یہ اپنے خیال اور تصور میں مگن ہیں۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خاتون مسئلہ پوچھنے آئیں کہ میرا شوہر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا جائز ہے، شریعت نے تو چار تک کی اجازت دی ہے بشرطیکہ ان میں عدل قائم رکھ سکے، خاتون کہنے لگیں میں بہت خوبصورت ہوں میرے ظاہر و باطن میں کوئی عیب نہیں پھر بھی وہ دوسری شادی کرنے پر مصر ہے۔ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کیسے ناجائز کہتے مسئلہ تو بہر حال یہی ہے کہ بیوی کیسی ہی حسین ہو، دوسری شادی جائز ہے۔ پھر اس نے کہا اگر شریعت میں پردہ کا حکم نہ ہوتا تو میں نقاب اٹھا کر دکھا دیتی کہ میں کس قدر حسین ہوں، مجھ جیسی حسین جس کے گھر میں ہو اسے کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کیا ضرورت، آپ فیصلہ کریں۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ بے ہوش ہو گئے وہ عورت تو ڈر کے مارے بھاگ گئی، تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو خدام نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ جاننے والے لوگ ان کی بے ہوشی سے پریشان نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کے سامنے یہ معمول کی بات تھی۔

بھلا وہ دل پڑیں جس دل پہ دورے درد الفت کے
سکوں کس طرح سے آئے اسے کیسے قرار آئے

یہاں یہ حالت رہتی ہے کہ ''اچھے سنگترے'' سن لیا تو بے ہوش ہو گئے اگر ''نقاب الٹ دوں'' کا جملہ سن لیا تو بے ہوش ہو گئے، بزرگوں کا یہ حال دیکھ کر لوگ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے طرف نہیں بھاگتے تھے صرف بے ہوشی کی وجہ پوچھ لیتے تھے، وہ بھی اپنے فائدے کے لئے کہ ہمیں بھی سبق مل جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب خاتون نے یہ کہا کہ ''اگر شریعت میں پردے کا حکم نہ ہوتا تو میں نقاب اٹھا کر دکھا دیتی کہ مجھ جیسی حسین جس کے گھر میں ہو اسے غیر کی طرف نگاہ اٹھانے کی کیا حاجت؟'' یہ سن کر وہ حدیث میرے ذہن میں آ گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال مین چھوڑا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ تیری پاکی بیان کر رہے تھے اور تیری بڑائی بیان کر رہے تھے اور تیری تعریف کر رہے تھے، پھر پوچھتے ہیں کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے، فرشتے کہتے ہیں نہیں، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بن دیکھے ان کی محبت کا یہ عالم ہے تو اگر مجھے دیکھ لیں تو کیا حال ہو۔ (متفق علیہ)

اس پر مجھے وہی بات یاد آ گئی کہ میرے اللہ کا حسن اور اس کا جمال دیکھ لیں تو بندوں کا کیا حال ہو۔ ان حضرات کا حال بھی وہی ہے جو حضرت جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری جان میں بھی تو ہی بسا ہوا ہے میری آنکھ میں بھی تو ہی سمایا ہوا ہے اور جس چیز پر نظر پڑتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بس تو ہی تو ہے۔

مال کی ہوس:

میں بتا رہا تھا کہ مال کی ہوس مذموم ہے جو شخص کمانے میں حرام اور مشتبہ مال سے پرہیز کرتا ہے، اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کرتا ہے، لیکن دنیا کمانے میں خرکار کا گدھا بنا ہوا ہے دن رات روپیہ کمانے میں سرگرداں ہے تو یہ بھی بدترین ہوس

ہے۔ اگر ان تینوں باتوں سے پاک ہے اور یہ سمجھ کر کماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور کمانے میں اعتدال سے کام لیتا ہے، اپنے آرام وراحت کا خیال رکھتا ہے، اپنے نفس کے حقوق اداء کرتا ہے، اپنے وقت کا بھی خیال رکھتا ہے، بیوی بچوں کی بھی رعایت کرتا ہے تو یہ ہوس نہیں، ایسا مال اللہ کی رحمت ہے۔ حلال طریقے سے کمائے اور نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ رزق کی کنجیاں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

اس کے باوجود تحصیل رزق کے لئے یہ محنت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ان کا حکم ہے صرف تعمیل حکم میں یہ محنت کر رہے ہیں ایسا مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دنیا نہیں بلکہ دین ہے مگر ایسے مسلمان کہیں خال خال ملتے ہیں۔

اکثر کی حالت تو یہ ہے کہ مال کی ہوس میں نہ اپنی جان کی پروا نہ وقت کا کچھ خیال بس چوبیس گھنٹے ایک ہی دھن ہے، سودا سلف لانا ہو تو بیوی لائے، مسئلہ پوچھنا ہو تو بھی بیویاں پوچھتی ہیں، شوہر صاحب کو مال کمانے سے فرصت ہی نہیں۔ یہ تفصیل تو مال سے متعلق تھی۔

عزت و منصب:

عزت و منصب تو ہے ہی وہبی چیز اگر کوئی ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ ہوس ہے، مال و دولت کمانے میں تو کسی حد تک انسان کی کوشش کا بھی دخل ہے مگر عزت و منصب کی تحصیل میں کوشش کا کوئی دخل نہیں یہ منجانب اللہ عطاء ہوتی ہے، آپ کہیں گے کہ یہ صدر اور وزیر اعظم تو بڑی عزت میں ہیں، یہ عزت نہیں عزت کا دھوکا ہے۔ کوئی سائل اور گداگر تو دو چار لوگوں سے بھیک مانگتا ہے مگر یہ تو پورے ملک سے بھیک مانگتے ہیں پھر دنیا بھر کی گالیاں بھی ان کے سر پر، یہ عزت ہے یا ذلت؟ عزت صدارت یا وزارت میں نہیں بلکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے عطاء کرے، وہ کسے عطاء کرتا ہے سنئے:

﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم

الرحمن ودا۞ (۹۶.۱۹)

’’بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کردے گا۔‘‘

عزت کا مدار دو چیزیں ہیں ایمان اور اعمال صالحہ، مسلمان بن کر اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں از خود محبت پیدا فرمادیں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے۔اس طریقے سے اگر آپ نے عزت حاصل کی تو وہ حقیقی عزت ہے اس کے سوا عزت حاصل کرنے کا دنیا میں کوئی طریقہ نہیں۔

بزرگوں پر ستم:

کل کے بیان میں بتایا تھا کہ کسی بزرگ کے مرنے پر اس کی نالائق اولاد، اس کے نالائق مرید اور نالائق شاگرد اس پر کیا کیا ظلم ڈھاتے ہیں۔رسم رونمائی کی خاطر گھنٹوں میت کو روکے رکھتے ہیں۔ اس کی تصویریں لی جاتی ہیں، تصویروں کے لئے خود فوٹو گرافروں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہ ظلم دیکھ دیکھ کر میں تو دعاء کیا کرتا ہوں:

’’یا اللہ! میرے مرنے کے بعد ایسی نالائق اولاد ایسے نالائق مریدوں اور نالائق شاگردوں سے میری حفاظت فرما، ان سب کو اپنی رحمت سے لائق بنادے، اگر کوئی بدنصیب ہی رہ گیا تو پھر یا اللہ! میری اس سے حفاظت فرما۔‘‘

یہ بھی سمجھ لیجئے کہ نالائق مرید اور نالائق شاگرد کون ہوتے ہیں؟ جو مرنے کے بعد بزرگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ان کی میت صرف مجمع بڑھانے کے لئے روکے رکھتے ہیں، فلاں صاحب پہنچ جائیں، فلاں بھی آجائیں۔اور فلاں بھی، پھر اس دوران تصویریں لی جاتی ہیں اس کے علاوہ بھی بدعات ورسوم اور طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ ہیں بزرگوں کے نادان دوست ان کی نالائق اولاد

اور نالائق مرید اور نالائق شاگرد، انتہائی درجے کے نالائق اور نااہل۔ اللہ تعالیٰ ایسے نالائقوں سے اپنی حفاظت میں رکھیں، آپ لوگ بھی اگر وصیت کردیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہم پر یہ ظلم نہ کیا جائے بلکہ سارے کام سنت کے مطابق کئے جائیں تو مجھے بھی اطمینان ہوجائے کہ میرے متعلقین لائق ہیں۔

موت بڑا واعظ ہے:

اس بارے میں ایک ضعیف حدیث ہے:

﴿کفی بالموت واعظا﴾

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے موت کی یاد کا نسخہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

موت کو یاد کرتے رہنا نصیحت کے لئے کافی ہے۔ آپ ہزاروں وعظ ونصیحت کی کتابیں پڑھ لیں ان سے اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا کہ موت کو ایک بار یاد کرنے سے ہوگا۔ موت بہت بڑا واعظ ہے یہ بڑی ہی نصیحت کرنے والی چیز ہے۔ اس میں آخرت کا فائدہ تو ہے ہی دنیا کا بھی بڑا فائدہ ہے۔ آخرت کا فائدہ تو ظاہر ہے کہ انسان موت کو یاد کرکے آخرت کی کوشش میں لگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اس کو راضی کرنے کی فکر میں لگ جائے گا، نیک عمل کرے گا کہ قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے۔ حساب وکتاب کا مرحلہ آسانی سے طے ہوجائے۔ جہنم کے عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو اور جنت کی دائمی نعمتوں سے مالا مال ہوجائے۔ انسان جس حد تک اپنی موت کو یاد کرے گا اس کی ہمت بلند ہوگی، نیک اعمال کی توفیق بڑھے گی اور آخرت سدھرے گی۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ایک شخص مال کمانے کے لئے وطن سے دور کہیں سفر پر نکلا ہوا ہے۔ وہ اس بات کو کہ یہاں پردیس میں کچھ کمانے کے لئے آیا

ہوں جتنا سوچے گا اور دل میں اس کا جتنا استحضار رکھے گا اتنا ہی زیادہ کمائے گا۔ اور اگر سفر کی بھول بھلیوں میں پڑ کر مقصد سفر کو بھول گیا اور پردیس میں دل لگا کر بیٹھ گیا، وہیں اپنی کمائی اڑانا شروع کر دی تو وہ خود سوچے کہ اپنے وطن کس منہ سے جائے گا؟ اور کیا کما کر لے جائے گا؟

دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے ہمیں اس میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ وطن کی تیاری کر لیں۔ اس چندروزہ سفر میں محنت کر کے آخرت کی دائمی زندگی سنوار لیں۔

دنیا میں رہتے ہوئے جو شخص موت کو یاد رکھے گا وہ کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوگا۔ وطن کی فکر اس کو دامن گیر رہے گی، قدم قدم پہ یہ سوچے گا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اس سے اس کے وطن کی زندگی بنے گی یا بگڑے گی؟ بار بار سوچنے سے ہمت بلند ہوگی، اور گناہ چھوٹ جائیں گے۔ اس سے آخرت تو بنے گی ہی دنیا میں بھی زندگی بہت راحت وسکون سے گذرے گی اور آخر وقت میں جان بہت آسانی سے نکلے گی، جیسے ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جا ٹھہرے ۔

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

اللہ ساتھ ہے تو دنیا بھی جنت ہے:

﴿ان اللہ لمع المحسنینo﴾ (۲۹۔۶۹)

”یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اچھے کام کرنے والے ہیں۔“

﴿ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون o﴾ (۱۶۔۱۲۸)

”یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اچھے کام کرتے ہیں۔“

کوئی مر جائے تو لوگ کہتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے بلا لیا مگر اللہ تعالیٰ یہ فرما

رہے ہیں کہ جو لوگ نیک ہیں، ہماری نافرمانی سے دور رہتے ہیں، اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار میں لگ جاتے ہیں، ایسے بندوں کو بلانا کیا ہم تو دنیا میں بھی ان کے ساتھ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو تو پھر انسان کہیں بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو جنت میں ہے۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چون ماہ
جنت است آن گرچہ باشد قعر چاہ

کوئی گہرے کنویں میں گرا ہوا ہو مگر محبوب ساتھ ہو، تو اس کی مسرت کا کیا ہی کہنا، وہ گھبرائے گا نہیں۔ جس کو اللہ سے محبت ہو وہ یہ سوچے گا کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی، غم تو اس کے قریب بھی نہیں آتا۔ دل سرور سے بھرا رہتا ہے۔ اس کی لذت اس کو محسوس ہوتی ہے۔

میں دن رات جنت میں رہتا ہوں
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

میں گو کہنے کو اے ہمدم اسی دنیا میں ہوں لیکن
جہاں رہتا ہوں میں وہ اور ہی ہے سرزمیں میری

مقصود حقیقی:

ایک دعاء ہے:

﴿اللهم انی اسألک رضاک والجنة﴾

''یا اللہ! میں تیری رضا چاہتا ہوں اور جنت چاہتا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ اصل مقصود رضا ہے، جنت اس کی رضا کی ایک علامت ہے آخر [illegible] اس کی [illegible]مت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہیں

اس لئے اللہ کے بندے سوچتے ہیں کہ خواہ مخواہ کا انتظار کب تک کریں؟ بیٹھے انتظار کے دن گنتے رہیں اس سے کیا فائدہ؟ وہاں جا کر اگر کچھ ملنا ہے وہ تو یہیں حاصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی۔ اگر اس میں شبہہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہے یا نہیں؟ تو اس میں پریشانی کی کونسی بات ہے۔ اگر حاصل نہیں تو ان کی نافرمانی چھوڑ کر ان سے معافی مانگ کر ایک لمحے میں ان کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ﴾

بلکہ زبان سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں دل ہی دل میں متوجہ ہو جائے۔ اس میں بھلا کتنی دیر لگتی ہے۔

جب یہیں وہ دولت حاصل ہے جو مرنے کے بعد ملنے والی ہے تو انتظار کس چیز کا۔ جب دنیا ہی میں جنت کی لذت حاصل ہوگئی تو مرنے کا انتظار کیوں کریں؟ ایسے شخص کی دنیا بھی جنت ہے آخرت بھی جنت، اس کا مرنا بھی کیا ہے؟ ایک جنت سے دوسری جنت میں منتقل ہونا، بلکہ جنت کے ایک کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں پہنچنا، ان کے لئے ہر جگہ جنت کی لذت میسر ہے لیکن یہ بھی سمجھئے کہ آخرت کی دائمی جنت میں سب سے بڑی لذت کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کا دیدار۔ یہ نعمت بھی جنت میں اسی کو نصیب ہوگی جس کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اسے دل میں بسا لیا، اسے دنیا میں ہی لذت دیدار نصیب ہونے لگتی ہے، ایسے دل پر خاص اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے ؎

حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ
پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردۂ
پر تو حسنت نہ گنجد در زمین وآسمان

در حریم دل نمی دانم کہ چون جا کردۂ

''میرے محبوب! تیرے حسن کا پرتو زمین آسمان میں نہیں سما تا لیکن میں حیران ہوں کہ دل کی کوٹھڑی میں کیسے سما گیا۔''

ایک حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے:

﴿ما وسعنی سمائی ولا ارضی بل وسعنی قلب عبدی المؤمن﴾

''میں زمین و آسمان میں نہیں سمایا، لیکن اپنے بندے مؤمن کے دل میں سما گیا۔''

اگرچہ اس حدیث کے الفاظ کو موضوع کہا گیا ہے مگر مضمون صحیح ہے۔

جن خوش نصیب لوگوں کو لذت دیدار دنیا میں ہی محسوس ہو جاتی ہے۔ اس لذت کے سامنے ان کے لئے دنیا بھر کی دوسری تمام لذتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ بلکہ ہر لذت اس لذت میں فنا ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی نعمت ان کے سامنے آئے اسے آئینہ جمال یار سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے سادہ سے سادہ نعمت میں بھی انہیں وہ لذت آتی ہے جو دوسرے لوگوں کو قورمے اور مرغن غذاؤں میں بھی نہیں آتی۔ ان عارفین کے لئے ہر چیز آئینۂ جمال یار بن جاتی ہے۔

ہر نعمت میں انہیں منعم کا جلوہ نظر آتا ہے، صرف کھانے اور پینے کی نعمتوں میں ہی نہیں بلکہ بیوی بچوں میں دوست احباب میں ہر چیز میں انہیں اپنے محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے۔

نعمت سامنے آتے ہی فوراً ذہن منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ نعمت کہاں سے آئی؟ وہ کون سی ذات ہے جو بلا کسی ادنی استحقاق کے نعمتوں پر نعمتیں بھیج رہی ہے؟ دنیا میں بھی دیکھ لیجئے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو ہدیہ بھیجے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے؟ (ہدیہ عربی لفظ ہے یاء کی تشدید سے، اس کا تلفظ صحیح کیجئے) ہدیہ لینا دینا دلیل محبت

ہے محبت کے بغیر نہ کوئی ہدیہ دیتا ہے نہ لیتا ہے، دوست محبت سے ہدیہ پیش کرے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے، سنبھال سنبھال کر اسے رکھتا ہے، اس کی بڑی قدر کرتا ہے، خواہ بے قیمت سی چیز ہی ہو، دوست سے جتنی محبت ہوگی اس کے ہدیہ کی بھی اتنی ہی قدر ہوگی۔ کوئی اجنبی شخص ہدیہ پیش کرے تو اول تو انسان اسے قبول کرتے جھجکے گا۔ اور اگر قبول کر بھی لے تو اس کی ایسی قدر نہیں کرے گا جیسی دوست کے ہدیہ کی قدر کی جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کو مہدی کے بجائے ہدیہ ہی سے محبت ہو، مثلاً کوئی حب مال کا مریض ہے تو اسے جہاں سے بھی کوئی چیز ہاتھ آجائے خواہ دوست سے آئے یا دشمن سے، جھپٹ لے گا، اور اسے چومنے چاٹنے لگے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بندے کو نعمت عطاء کی جاتی ہے خواہ کیسی ہی ناقص نعمت ہو (ناقص کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ناقص تو ہو ہی نہیں سکتی ہاں دوسری نعمتوں کے مقابلے میں کم درجہ کی ہو سکتی ہے) جس بندے کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے وہ اس نعمت کو ہدیۂ محبت سمجھتا ہے کہ یہ میرے لئے میرے محبوب کا انعام ہے۔

شکر نعمت:

ہر نعمت کے موقع پر انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس کا دینے والا کون ہے؟ محبوب، ایسا محبوب جس پر محبت کی انتہاء ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہو سکتا، اس محبوب حقیقی نے یہ نعمت عطاء کی پھر عطاء کس کو کی؟ ایسے نا اہل نالائق انسان کو جو محبت کا جھوٹا مدعی ہے، جو محبت کا کوئی حق اداء نہیں کرتا، اور نہ ہی نعمت کا شکر اداء کرتا ہے۔ حق اداء کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں بالفرض کوئی ہزار سال تک سر سجدہ میں رکھ کر روتا رہے، گڑگڑاتا رہے، تو بھی حق محبت اداء نہیں کر سکتا۔ ان کی طرف سے انعام واکرام کی انتہاء، بندے کی طرف سے احسان ناشناسی اور ناشکری کی انتہاء، ایسے ناشکرے کو کہتے ہیں ''نمک حرام'' جو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا شکر اداء

نہ کرے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں یہ سوچنا شروع کردے کہ بلا استحقاق یہ نعمتیں کہاں سے آرہی ہیں؟ تو دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت از خود پیدا ہوجائے گی، شکر نعمت کا جذبہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اضافہ ہوگا، دل کی یہ کیفیت ہوگی۔

میں دل پر جو ان کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

ایک بار مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ دینی گفتگو فرما رہے تھے، دوران گفتگو ایک شخص نے آکر کہا کہ حضور! ریاست رامپور کے نواب صاحب کہتے ہیں اگر حضور ہماری دعوت قبول فرمالیں تو ایک لاکھ روپے نذرانہ دیں گے۔ دیکھئے جس کے پاس دولت زیادہ آجائے اس کی عقل ماری جاتی ہے، جتنا بڑا مالدار اتنا ہی بڑا بے وقوف۔ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں، پیسہ تو میرے پاس بھی بہت آتا ہے لیکن الحمد للہ! اس کے فتنے سے محفوظ ہوں۔ سب کچھ اللہ کی راہ میں نکال دیتا ہوں اور میں دعاء کرتا رہتا ہوں کہ یا اللہ! مال بڑھنے سے کہیں عقل کم نہ ہوجائے۔ یا اللہ! ایسے مال سے میں پناہ مانگتا ہوں جس سے عقل جاتی رہے۔ اب اس مالدار نواب کی بے وقوفی دیکھیں کہ خود حاضری دینے کی بجائے حضرت کو اپنے یہاں بلا رہا ہے کہ تشریف لائیں تو ایک لاکھ روپے نذرانہ دوں گا، یہ نہیں سوچتا کہ ضرورت تو اسے ہے اسے ہی حاضر ہونا چاہئے، حضرت کی خدمت میں جاکر استفادہ کرنا چاہئے، مال و دولت کے ساتھ اللہ تعالیٰ جن بندوں کو عقل سلیم سے بھی نوازتے ہیں وہ ایسی حرکتیں نہیں کرتے، وہ لوگ اہل اللہ کو اپنے سے زیادہ غنی سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو ان کے سامنے حقیر سمجھتے ہیں۔ ایک تو نواب کی کم عقلی دیکھیں پھر اس کا قاصد بھی اسی جیسا، قاصد میں عقل ہوتی تو نواب کو اس غلطی سے باز رکھتا کہ آپ کو ضرورت ہے اس لئے حضرت کو زحمت دینے کی بجائے آپ خود حاضری دیں، لیکن حضرت کو لانے کے لئے قاصد چل پڑا، حضرت کی خدمت میں پہنچ کر

نواب کا پیغام پہنچایا، پہنچایا بھی کس وقت؟ جب حضرت دینی گفتگو میں مشغول تھے۔ دین کی بات کرتے ہوئے درمیان میں کوئی دنیا کا لقمہ دے دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص مزے لے لے کر قورمہ کھا رہا ہو کوئی درمیان میں قورمہ چھین کر اس کے منہ میں کونین کی گولی ڈال دے۔ آج کے مسلمان کو تو مال کا نام لینے سے ہی مزا آتا ہے۔ ہر وقت پیسے کے تصور میں دل بہلاتا رہتا ہے کہ مال کچھ اور بڑھ گیا اور پیسا کچھ زیادہ جمع ہو گیا تو کارخانہ لگا لیں گے یا ملک سے باہر چلے جائیں گے، یہ کر لیں گے اور وہ کر لیں گے۔ انہی سوچوں میں مگن رہتا ہے۔ میں جب سوچتا ہوں کہ مال کے بندوں کو مال کے تصور میں کتنا مزا آتا ہے تو فوراً اللہ کا نام لیتا ہوں ''اللہ'' ارے! اس کو مال کے تصور میں کتنا مزا آتا ہو گا زیادہ سے زیادہ اتنا آتا ہو گا جتنا مجھے پاک نام لینے سے آیا اس سے زیادہ نہیں آسکتا، پھر دل میں ایک بار اشکال ہوا کہ اللہ کے نام میں جیسی لذت ہے دنیا کے تصور میں کہاں سے آگئی؟ ایسی لاکھوں کروڑوں دنیا پیدا کر دی جائیں جب بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہیں۔ تو یہ میں نے کیا کہہ دیا کہ ان لوگوں کو دنیا کے تصور میں ایسا مزا آتا ہے جیسا مجھے اللہ کا نام لینے میں آتا ہے۔ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی حلاوت سے محروم ہیں انہیں واقعۃً غیر اللہ سے اللہ جیسی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ اندادا یحبونھم کحب اللّٰہ﴾ (۲۔۱۶۵)

لیجئے جواب قرآن ہی سے مل گیا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو غیر اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہے جتنی اللہ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ جب اتنی محبت ہے تو ظاہر ہے محبوب کے تصور میں بھی مزا آتا ہو گا۔

بات چل رہی تھی مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی، جب قاصد نے کہا کہ نواب صاحب کی دعوت قبول فرما لیں تو ایک لاکھ روپے نذرانہ

دیں گے۔ یہ سن کر حضرت نے لمبی چوڑی تقریر نہیں فرمائی بس ایک ہی جملہ فرمایا:

''ارے! لاکھ پر مار لات میری بات سن۔''

یہ فرما کر گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ ان حضرات کے ہاں دنیا کی اتنی دقعت بھی نہ تھی کہ اس کی تردید میں وقت صرف کرتے قاصد کو اتنا ہی بتا دیتے کہ جب دینی گفتگو چل رہی ہو تو اس دوران دنیا کی گفتگو نہیں کرتے یا یہ کہ دنیا کی باتیں چھوڑ دو، آخرت کی فکر پیدا کرو۔ نہیں ایک لفظ بھی نہیں فرمایا، لاکھ کی بات کان میں پڑی بس اسے مکھی کی طرح اڑا دیا اور اپنی بات میں مشغول ہو گئے۔ بات سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔

میں دل پر جو ان کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

میں اس کا تصور کرتا ہوں تو مزا ہی آ جاتا ہے ''لاکھ پر مار لات میری بات سن'' دل چاہتا ہے کہ اس جملے کا ورد کروں اس کو کہتا چلا جاؤں، کہتا ہی چلا جاؤں۔ یا اللہ! ہمارے دل میں بھی یہی کیفیت پیدا فرما دے۔

موت کی یاد:

موت کو یاد کرنے کے بارے میں بیان چل رہا تھا، موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا چاہئے۔ موت کی یاد انسان کے لئے بہت بڑا وعظ ہے۔ اس سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اکثروا من ذکر ھازم اللذات الموت﴾ (ترمذی)

''موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو تمام لذات کو ختم کر دینے والی ہے۔''

صرف یہ نہیں فرمایا کہ یاد کیا کرو بلکہ فرمایا: اکثروا۔ اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

دنیا میں انسان جس قدر گناہ کرتا ہے، آخرت سے اسی قدر غفلت ہوتی ہے اس کا واحد سبب نفسانی خواہشات اور لذتیں ہیں۔ اپنی لذتوں میں پڑ کر انسان گناہوں کا شکار ہوتا ہے، اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے۔ اس لئے اس مرض کا یہ علاج ارشاد فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرو جو بلا اجازت واطلاع اچانک آ کر تمہاری ان تمام لذتوں کا خاتمہ کر دے گی جن میں پڑ کر اپنے مالک کو ناراض کر رہے ہو، آخرت کو برباد کر رہے ہو۔

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسن ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

فکر موت رکھنے والا ایسے نہیں جیا کرتا جیسے عشاق دنیا جی رہے ہیں۔ اسے تو ہر وقت مرنے کی فکر لگی رہے گی اور یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ وہ اس فکر میں گھلتا رہے گا غفلت اور بے فکری تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے، دنیا میں پہلا قدم رکھتا ہے، موت آواز دیتی ہے:
''ذرا دھیان سے، ذرا خیال سے کہ میں بھی تیرے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہوں۔''
انسان کو ہر وقت یہ حقیقت سوچتے رہنا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبند میں ہمارے استاذ تھے آپ کی والدہ یا اہلیہ کا انتقال ہوا۔ میں نے آپ کو تعزیت کا خط لکھا پہلے زمانے میں یہ دستور تھا کہ تعزیت کے خط کا جواب نہیں لکھا جاتا تھا۔ اور صحیح طریقہ بھی یہی ہے۔

آج کل غالبًا یہ دستور ہو گیا ہے کہ تعزیت کے جتنے خطوط آئیں سب کا جواب لکھنا پڑتا ہے۔ مرنے والے کے ورثہ کیلئے دہری مصیبت۔ اس زمانے میں یہ دستور نہیں تھا اس کے باوجود مولانا نے خط کا جواب لکھا۔ یہ ان کی شفقت ومحبت تھی کہ میری طرف سے تقاضائے جواب کے بغیر جواب لکھ دیا اور جواب بھی عجیب لکھا:

''اس قسم کے سوانح درد انگیز ہونے کی بجائے عبرت آموز ہونے چاہئیں۔''

سوانح کے معنی ہیں حوادث۔ کسی عزیز وقریب کے وفات کا حادثہ پیش آجائے تو اس پر رنج وغم کرنے کی بجائے انسان اس سے عبرت پکڑے، اپنی موت کو یاد کرے کہ آج وہ گیا کل ہمیں بھی جانا ہے، سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کی موت دیکھ کر یا ان کی موت کی خبر سن کر اپنی موت کو یاد کرے اور اس کی تیاری شروع کر دے۔ مولانا نے پھر ایک شعر لکھا۔

واذا سمعت بھالک فتیقنن
ان السبیل سبیلہ فتزود

کسی مرنے والے کی خبر سنو تو یقین کرلیا کرو کہ جس راستے پر وہ گیا ہے اسی راستے پر ہمیں بھی جانا ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ تمہیں مرنے کا یقین ہے یا نہیں؟ تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مجھے پورا یقین ہے۔ مگر مرنے کی تیاری کوئی نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ اس یقین کو دل میں اتار لو اور دل میں استحضار کرو۔ اتنا

استحضار کرو جو تیاری پر مجبور کر دے۔

مرنے کی تیاری:

موت کی تیاری کا مطلب یہ نہیں کہ قبر کے لئے زمین خرید لیں، کفن بنانا شروع کر دیں یہ بعد کی باتیں ہیں آپ کو ان کے سوچنے کی ضرورت نہیں ورثہ خود ہی کر دیں گے۔ اصل تیاری یہ ہے کہ گناہوں سے باز آجائیں توبہ واستغفار کیجئے، جن جن لوگوں کے حقوق آپ کے ذمہ ہیں ان حقوق کو اداء کیجئے یا معاف کروا لیجئے۔ اسی طرح کسی انسان کو جسمانی تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے بھی معاف کروا لیجئے، نماز، روزہ یا کوئی اور عبادت آپ کے ذمہ باقی ہے تو اس کو جلد سے جلد اداء کرنا شروع کر دیجئے، زکوٰۃ باقی ہے تو حساب کر کے گذشتہ سالوں کی پوری زکوٰۃ اداء کر دیجئے۔

اداء حقوق کے معاملہ میں بڑی غفلت ہو رہی ہے کیا معلوم کب وقت آجائے، حقوق اللہ یا حقوق العباد یوں ہی آپ کے ذمہ رہ گئے نہ اداء کئے نہ معاف کروائے تو آگے چل کر کیا بنے گا؟ اس بات کو بار بار سوچئے، بعض لوگ یہ سوچ کر بیٹھے رہتے ہیں کہ ہماری فوت شدہ نمازیں اور روزے بہت زیادہ ہیں ان کی قضاء کرنا بھی چاہیں تو پوری نہ کر سکیں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کا فریب ہے، ورنہ اس کی بھی آسان صورت یہ ہے کہ توبہ کر کے فوراً قضاء شروع کر دیں اور وصیت بھی کر دیں پھر اگر اداء کرنے سے پہلے موت آگئی تو بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، کہ بیچارے نے اپنی طرف سے کام شروع تو کر دیا تھا، کام میں لگ گیا تھا، مگر موت نے مہلت نہ دی۔ اس کے لئے معافی کی امید ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ جب کسی کے مرنے کی خبر سننے میں آئے تو یہ سوچ لیا کریں کہ وہ تو چلا گیا مجھے بھی جانا ہے، ایسے موقع میں ہمت بلند کر کے موت کی تیاری میں لگ جائے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جہاں کسی کے مرنے کی خبر آتی ہے تو آس

پاس کے لوگ افسوس کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ افسوس کر کے میت کے رشتہ داروں کا صدمہ اور بڑھا دیتے ہیں، افسوس تو ان بے چاروں کو پہلے سے ہے یہ نادان ان کو تسلی دینے کی بجائے ان کے زخموں پر مزید نمک پاشی کر رہے ہیں۔

تعزیت کا طریقہ:

تعزیت کا طریقہ بھی سمجھ لیجئے، کسی کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ داروں کے پاس جا کر ان کو کیا کہیں؟ اس سلسلہ میں تین باتیں یاد رکھئے۔

۱ پہلی بات تو یہ کہ ان سے افسوس نہیں بلکہ تعزیت کرنا ہے تعزیت کے معنی ہیں صبر کی تلقین کرنا تسلی دینا۔ مگر دستور بن گیا ہے کہ میت ہوتے ہی محلہ بھر کی عورتیں اس کے گھر جا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں، حادثہ پر خواہ سال بھی گذر جائے لیکن یہ جب بھی آپس میں ملیں گی مل کر چیخنا چلانا شروع کر دیں گی اور پرانے زخم کو پھر تازہ کر کے اٹھیں گی۔ اس موقع پر بین کرنا رونا پیٹنا حرام ہے تعزیت کے لئے جائیں تو صبر و تسلی کے کلمات کہیں۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ، میت کے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ دعاء مغفرت ایک تو میت کا حق ہے۔ دوسرے میت کے رشتہ داروں کو اس سے فرحت و تسلی ہوگی۔

۳ تیسری بات یہ کہ خود بھی سوچیں اور اہل میت کو بھی اس کی تبلیغ کریں کہ جس طریقے سے تمہارے یہ عزیز دنیا سے چلے گئے ہیں ٹھیک اسی طرح ایک دن ہمیں بھی جانا ہے نہ وہ موت سے چھوٹ سکے نہ ہم چھوٹ سکیں گے۔ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جب ان کی طرف سے بلاوا آ گیا تو دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔

کسی کے مرنے پر لوگ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ ہم دیر سے پہنچے، ذرا جلدی

آجاتے تو مرحوم کا چہرہ دیکھ لیتے، مگر یہ کوئی نہیں سوچتا کہ ہماری اجل بھی سر پر سوار ہے، اسی طرح اچانک دنیا سے کسی دن چل دیں گے اور احباب واقارب یوں دیکھنے کو ترستے رہ جائیں گے۔

خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے کا قصہ مشہور ہے ان پر خوف آخرت کا ایسا غلبہ ہوا کہ شاہانہ زندگی چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ ایک جھونپڑی میں رہائش اختیار کی، دن کو مزدوری کرتے رات اپنی جھونپڑی میں بسر کرتے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ہوجائے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد فرماتے ہیں۔ ان کی مزدوری کا کام اللہ تعالیٰ نے ایسا آسان کردیا کہ اینٹیں ان کے تابع ہوگئیں۔ ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو اینٹیں خود بڑھ کر ان کی طرف آنے لگتیں۔ دیوار چننا شروع کی تو اینٹیں اوپر تلے خود بخود چڑھنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یوں مدد فرماتے ہیں۔ صاحبزادے ضرورت کی حد تک محنت مزدوری کرکے اپنی جھونپڑی کو لوٹ آتے اور یادالٰہی میں مشغول رہتے۔ جھونپڑی میں ان کے ساتھ ایک ساتھی اور بھی رہتا تھا اس کا بیان ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو میں نے ان کا سر جو اینٹ پر رکھا تھا۔ اینٹ ہٹا کر سر اپنی ران پر رکھ لیا، کہنے لگے بھائی! ران ہٹا لو میرے لئے اینٹ ہی بہتر ہے، اب قبر میں جارہا ہوں وہاں تمہاری ران کہاں سے آئے گی؟ اس کے بعد دو شعر پڑھے۔

يا صاحبي لا تغترر بتنعم
فالعمر ينفد والنعيم يزول
واذا حملت الى القبور جنازة
فاعلم بأنك بعدها محمول

''اے دوست! دنیا کے عیش ونشاط میں پڑکر دھوکے میں مبتلا نہ ہوجانا اس لئے کہ زندگی ایک دن ختم ہوجائے گی اور عیش وعشرت کا یہ سارا سامان تمہارے

ہاتھ سے چھین جائے گا۔ یہ چیزیں اول تو دنیا میں ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی، اگر رہ بھی گئیں تو زیادہ سے زیادہ موت تک رہیں گی، موت آتے ہی دنیا کی ہر چیز چھوٹ جائے گی جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے کر چلو تو چلتے ہوئے سوچتے جایا کرو کہ کسی روز ہمیں بھی لوگ یوں ہی اٹھا کر لے جائیں گے۔“

کوئی بھی انسان اس سے مستثنٰی نہیں، ہر ایک کا جنازہ اٹھنا ہے۔ کسی کا جنازہ دیکھ کر اپنا جنازہ یاد کیا کریں۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر میں گیا تو استحضار کی عجیب کیفیت تھی، زندگی میں بھی بڑی شفقت فرماتے تھے، جب کبھی تشریف لاتے اچانک آپہنچتے، پہلے سے کسی قسم کی اطلاع نہ ہوتی، یہ ان کی محبت تھی۔

ایک بار عجیب واقعہ پیش آیا جس زمانہ میں میرا قیام دارالعلوم میں تھا ایک بار خیال آیا کہ اس سال رمضان المبارک ایسی تنہائی میں گزارا جائے کہ نہ کسی کو پتا چلے نہ کوئی ملنے آئے۔ چلتے ہوئے گھر والوں کو وہاں کا فون نمبر دے دیا کہ خدانخواستہ گھر میں کوئی پریشانی کی بات پیش آجائے تو مجھے اطلاع کرسکیں گھر والوں کو اس لئے نہ بتایا کہ کسی کے پوچھنے پر یوں کہہ سکیں، کہ ہمیں پتا نہیں، پوچھنے والا بھی پتا ہی پوچھتا ہے جب انہوں نے کہہ دیا کہ ہمیں پتا نہیں تو اس کے بعد وہ یہ نہیں پوچھے گا کہ اگر پتا نہیں ہے تو فون نمبر ہی بتا دیجئے۔ بہرحال ایسی رازداری کے ساتھ میں گھر سے نکل گیا۔ لیکن وہاں پہنچنے کے بعد ایک دن اچانک حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فون آگیا، میں نے حیران ہو کر پوچھا حضرت! پہلے تو یہ فرمائیں کہ آپ کو میرا پتا کیسے چل گیا؟ فرمانے لگے: ڈھونڈنے والے کہاں چھوڑتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ میں نے عرض کیا جب ڈھونڈ ہی لیا تو چھپنا بے سود رہا آپ زحمت نہ فرمائیں میں ہی حاضر ہو جاتا ہوں۔ حضرت جیکب لائن میں مولانا احتشام الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں جب پہنچا تو فرمانے لگے:

''دو شخص رات کو بہت کم سوتے ہیں نیا صوفی اور نئی شادی والا۔''
وہ میری یہ حالت دیکھ کر کہ گھر چھوڑ کر لوگوں سے چھپ کر رمضان گزار رہا ہے سمجھے کہ شاید ساری ساری رات بیدار رہتا ہو، اس لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس گمان کو حقیقت بنادیں، اللہ کے نام کی ایسی چاٹ لگ جائے جو راتوں کی نیند اڑا دے۔

خواب را بگزار امشب اے پسر
یک شبے در کوئے بے خوابان گزر

بیٹے! آج صرف ایک رات کے لئے نیند چھوڑ دو، ایک رات کی ترغیب دے رہے ہیں زیادہ کی نہیں، اس لئے کہ جس نے ایک رات بیدار رہنے کی حلاوت پالی اس کی نیند ہمیشہ کے لئے اڑ جائے گی۔ پہلے تو اس کے لئے ایک رات کی بیداری مشکل کام تھا اب سونا مشکل ہو جائے گا، لوگ اسے پکڑ پکڑ کر سلائیں جب بھی نہ سوئے گا۔ محبت ایسی چیز ہے۔ ایک رات شب بیدار لوگوں کی گلی میں گزار لو، بس اس سے زیادہ تمہیں نہیں کہتے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ ایک رات کہہ رہے ہیں ہم نے بہت سی راتیں بیدار رہ کر گزاری ہیں، شادی میں، عید میں، ہسپتال میں اور نہ جانے کن کن مواقع پر۔ جواب یہ ہے کہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ آپ نے خوشی کی راتیں لایعنی اور لغو قسم کی باتوں میں ضائع کیں، غمی کی راتیں بھی اضطراب و بے صبری میں گزاریں، ذکر و عبادت کی نیت سے کتنی راتیں بیدار رہے ہیں؟ اس کی چاٹ نہیں لگی؟

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات چل رہی تھی کہ حد درجہ مہربان تھے۔ کراچی جب تشریف لاتے بلا اطلاع اچانک بے تکلف میرے ہاں چلے آتے، ایک بار تشریف لائے اور رخصت ہوتے وقت ارشاد فرمایا شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ لیکن اس کے بعد اتفاق سے پھر ایک ملاقات ہوگئی، یہی آخری ملاقات تھی۔ چند ماہ بعد حضرت کا وصال ہوگیا۔ حضرت کی قبر پر حاضری دی عجیب کیفیت

طاری تھی یوں معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت سامنے تشریف فرما ہیں موت کا ایسا استحضار تھا گویا آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہے۔

حدیث میں ہے:

﴿السعید من وعظ بغیرہ﴾ (مسلم)

''نیک بخت انسان وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔''

اگر کوئی احمق بجلی کے تار کو چھیڑ کر لٹک جاتا ہے۔ تو دیکھنے والے تمام لوگوں کو اس کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہئے مگر آج حالت یہ ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے سے عبرت نہیں حاصل کرتا، ایک شخص بجلی کے تار سے لٹکا ہوا ہے تو دوسرا چاہتا ہے کہ وہ بھی فوراً لٹک جائے۔

جنازے روز اٹھتے ہیں ان سے کچھ سبق لیجئے اپنے نفس کو تنہائی میں سمجھایئے کہ تجھے بھی آخر مرنا ہے، تیرا بھی جنازہ اٹھنے والا ہے، یہ وقت تجھ پر ضرور آنے والا ہے! اب سوچ لے کہ جان کیسے نکلے گی؟ آخری انجام کیا ہوگا؟

سورۂ نازعات کی پہلی دو آیتوں کو بار بار سوچا کریں:

﴿والنزعٰت غرقاO والنشطٰت نشطاO﴾ (۷۹. ۱، ۲)

فرشتے نافرمان کی روح اتنی سختی سے نکالتے ہیں جیسے کوئی باریک کپڑا کانٹوں پر پھیلا کر اسے زور سے کھینچا جائے تو اس کا تار تار ٹوٹتا ہے اور فرمانبردار بندے کی روح ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری کھول دی جائے۔ اگر کوئی بے دین بوقت نزع جسمانی عذاب سے بچ گیا اور بظاہر آرام سے مر گیا تو روحانی عذاب سے نہیں بچ سکتا اس کی روح عذاب میں مبتلا ہوتی ہے، اسی طرح اگر کوئی دیندار آخری وقت میں تکلیف میں نظر آتا ہے تو اس کی روح کو تکلیف نہیں ہوتی، وہ حالت سرور میں رخصت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو بصیرت کی وہ آنکھ عطاء فرمائیں جو دوسروں کے حالات

دیکھ دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین
والحمدللّٰہ رب العٰلمین

اور ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے (۸ ـــ ۳۹)

مسجد کی عظمت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ـ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: مسجد کی عظمت

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۳ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

مسجد کی عظمت

(رمضان المبارک سن ۱۴۰۳ھ)

حضرت اقدس دامت برکاتہم ایک بار نماز عصر کے بعد حسب معمول حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے تو میں تنکوں کی ایک ٹوپی پر نظر پڑی، اسی پر زیر نظر بیان شروع ہو گیا (جامع)

آج کل وں کو لوگوں نے خیراتی ادارے بنا رکھا ہے:

لوگوں نے مسجد کو خیراتی ادارہ یا رفاہ عام کا دفتر سمجھ رکھا ہے جو کام بھی ہو مسجد سے لیا جائے، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، سے عبادت کے سوا اور کوئی کام لینا جائز نہیں۔

بعض دفعہ یہاں آ کر کچھ لوگ پوچھتے ہیں:

''استنجاء خانہ کہاں ہے؟''

مسجدوں میں نام کے تو استنجاء خانے ہوتے ہیں مگر درحقیقت ہوتے ہیں پیشاب خانے اور پاخانے۔

جب بتایا جاتا ہے کہ یہاں استنجاء خانہ نہیں ہے تو کہتے ہیں۔

''کیا یہ شیعوں کی مسجد ہے؟''

مطلب یہ کہ مسلمانوں کی مسجد وہ ہوتی ہے جہاں لوگوں کے ہگانے متانے کا انتظام بھی ہو، اگر یہ انتظام نہیں تو وہ مسجد نہیں شیعہ کا امام باڑہ ہے، اس لحاظ سے تو امام باڑہ ہی اچھا رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کچی لہسن یا کچی پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ پھٹکے''۔

یہ نہیں فرمایا کہ مسجد میں نہ آئے بلکہ فرمایا کہ مسجد کے قریب بھی نہ آئے، مسجد کو بدبو سے بچانے کی اس قدر تاکید کہ بدبو قریب سے بھی نہ گزرے، بتائیے کہ پیشاب کی بدبو زیادہ ہے یا لہسن پیاز کی؟ ہاں پیشاب سے دماغ مانوس ہو چکا ہو تو یہ اور بات ہے ورنہ پیشاب کی بدبو بہت سخت ہے، اب بتائیے کہ مسجد کے قریب پیشاب خانہ اور پاخانہ بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

آج کل مسجدوں کی یہ علامت ہو گئی ہے:

''جاتے جاتے جہاں سخت بدبو آنے لگے، بدبو سے دماغ چکرائے تو سمجھ لیجئے کہ یہاں کوئی مسجد ہے''۔

بازاروں میں جاتے ہوئے آپ لوگوں نے بارہا دیکھا ہو گا کہ سب بازار والے میں پیشاب کرتے ہیں، بازار والوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں، بازار میں چلتے چلتے کوئی شخص اگر پوچھ رہا ہو کہ مسجد کہاں ہے؟ تو ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ اسے پیشاب کا تقاضا ہو رہا ہے، نماز کے لئے نہیں پوچھ رہا پیشاب کے لئے پوچھ رہا ہے، دراصل یہ حکومت کا فرض ہے کہ شہروں میں مسجدوں سے دور جگہ جگہ پاخانے اور پیشاب خانے بنوائے، آخر ائیر پورٹ اور ریلوے اسٹیشنوں پر بھی تو حکومت ہی پاخانے بنواتی ہے، اور جن ممالک میں مسلمان نہیں یا بہت کم ہیں وہاں حکومتیں ہی جگہ جگہ ان چیزوں کا انتظام کرتی ہیں، مگر مسلمانوں اور اہل مساجد نے ہگانے متانے کی یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے کر حکومت کو فارغ کر دیا، حکومت بھی خوش ہے

کہ جب یہ کام مساجد میں ہو رہے ہیں تو ہم کیوں پریشانی مول لیں۔

میں یہ دعاء کیا کرتا ہوں:

"یا اللہ! سب سے پہلے جس شخص نے لوگوں کو مسجدوں میں ہگانے متانے کی بدعت اور گناہ کبیرہ کی بنیاد ڈالی ہے اور جو لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں، قیامت کے روز اس کا عذاب ان پر پیش فرما کر پھر انہیں معاف فرما دے"۔

ہمیشہ کا معمول تو نہیں، جب مسجد کی اس بے حرمتی کا تصور آتا ہے یا بات سامنے آتی ہے تو یہ دعاء کر لیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! عذاب ان پر پیش فرما تا کہ انہیں پتہ تو چل جائے کہ ہم نے کتنے بڑے عذاب کا کام کیا ہے، پھر انہیں معاف فرما دے۔

اب جسے بھی پیشاب کی حاجت ہو، جسے بھی چلتے پھرتے پاخانہ آئے وہ بھاگا بھاگا کسی مسجد میں جائے گا، اگر اہل مساجد اس کا انتظام نہ کرتے تو حکومت خود مساجد سے دور اس کا انتظام کرتی۔

صرف وضوخانہ مسجد کی ضرورت سے ہے:

مسجدوں کے قریب وضوخانے کا انتظام بہتر ہے کہ شاید کوئی دور سے آئے اور نماز کا وقت ہو جائے تو بروقت اسے پانی میسر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وں کے پاس وضوخانے کا انتظام کیا کرو"۔

مگر اس کے باوجود جو شخص گھر سے وضو کر کے میں آئے، اس کے لئے بہت بڑے فضائل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص گھر میں اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف چلے اس کے ہر ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے"

(بخاری و مسلم)

یہ بشارت بے وضو مسجد کی طرف آنے والے کے لئے نہیں، اس کے لئے ہے جو گھر سے وضو کر کے چلے۔

اسی طرح مسجد قباء کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کر کے چلے اور مسجد قباء میں آ کر دو رکعت نفل پڑھے اس کے لئے عمرہ کا ثواب ہے'' (طبرانی)

یہ فضیلت بھی گھر سے وضو کر کے آنے میں ہے، مسجد قباء کی اس فضیلت سے متعلق ایک روایت میں گھر سے وضو کر کے چلنے کا ذکر نہیں مگر وہاں بھی یہ قید مراد ہے، قاعدہ کے مطابق مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

گھر سے وضو کر کے آنے کے ان فضائل کے باوجود مسجد کے قریب وضو خانہ بنانا بہتر ہے کہ شاید کسی کو وضو کی حاجت پیش آ جائے مگر یہ مصلحت صرف وضو ہی کی حد تک ہے پیشاب پاخانہ کی اجازت نہیں، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لوگ کہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھنے آیا اور اسے پیشاب کی ضرورت پڑ گئی تو کہاں جائے؟ اگر ضرورت ہی پوری کرنی ہے تو پھر کھانے پینے کا انتظام بھی مسجد میں کرنا چاہیئے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مسافر دور سے آیا ہو اور اسے بھوک لگی ہو بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، سخت پیاس لگ رہی ہو تو اس حالت میں بھی نماز مکروہ ہے، لہٰذا پہلے اسے کھلانے پلانے کا انتظام کیجئے پھر نماز پڑھائیے''۔

انسانی ضروریات کی فہرست تو بہت طویل ہے کون کون سی ضرورت پوری کریں گے، بہر حال یہ ضرورت صرف وضو تک محدود ہے باقی سب کام اپنے اپنے مقام پر ہونے چاہئیں۔

مسجد میں ٹوپیاں رکھنا سلامت طبع اور آداب مسجد کے خلاف ہے:

لوگ ٹوپیاں بھی مسجدوں میں تلاش کرتے ہیں۔ اگر کسی کو اپنے پاس سے میں نے رومال دیا بھی تو دوسرے دن گھر میں بھول آیا، اتنے رومال تو میرے پاس نہیں کہ ہر ایک کو دیتا رہوں۔

ایک بار دیکھا کہ یہاں میں درجنوں ٹوپیاں پڑی ہوئی ہیں، ایک دو بار اعلان کیا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ کس نے یہ گناہ کیا؟ جس نے رکھی ہیں اٹھا کر لے جائے ورنہ باہر سڑک پر پھنکوا دیں گے، کوئی نہیں لے گیا تو آخر باہر پھنکوا دی گئیں۔ اس وقت بھی میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ ایک ٹوپی کوئی رکھ گیا ہے، یہ گناہ کی یادگار جس کی ہو اٹھا کر لے جائے، اپنے گھر رکھ لے۔

لوگوں میں نظافت اور صفائی کا احساس اور شعور ہی ختم ہو گیا ہے، ٹوپیاں جو مساجد میں رکھی جاتی ہیں ان میں سے ایک ایک ٹوپی کو سینکڑوں افراد اپنے سر پر رکھتے ہیں، ہر شخص کی بو الگ الگ ہے، اپنی بو تو انسان برداشت کرتا ہی ہے مگر یہ دوسروں کی بدبو کیسے برداشت کرتے ہیں؟

ایک تو سلامت طبع اور نظافت کے خلاف ہے کہ انسان دوسرے کا لباس بغیر دھوئے اسی حال میں استعمال کرے، مسلمان تو نظیف الطبع اور صفائی پسند ہوا کرتا ہے۔

پھر پسینے، مٹی اور تیل وغیرہ کی وجہ سے ان ٹوپیوں کے کنارے نیچے سے ایک ایک انچ سیاہ ہو جاتے ہیں۔

بدبو کے علاوہ تنکے گر کر مسجد میں بکھرتے ہیں۔

مسجد کو اچھا خاصا کباڑ خانہ اور پرندوں کا گھونسلہ بنا دیا، ان ٹوپیوں کو اٹھا کر گھر میں لے جایئے، اپنے بنگلے میں لے جا کر مہمان خانے کی زینت بنایئے۔ یا اپنے شوروم کو ان ٹوپیوں سے سجایئے، اس کوڑے کو اپنے گھر میں رکھنا گوارا نہیں

کرتے، تو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں مسجدوں میں یہ کوڑا ڈالنا کیسے پسند کرتے ہیں؟ للہ! کچھ تو سوچئے کوئی شخص ایسی ایک ٹوپی بھی اپنے ''ڈرائنگ روم'' میں رکھنا پسند نہیں کرتا کیا مسجد کا اتنا بھی احترام نہیں جتنا آپ کے ''ڈرائنگ روم'' کا۔ وہاں تو ایک بھی رکھنا گوارا نہیں اوروں میں سینکڑوں رکھ دیں پورا ''اسٹاک جمع'' کردیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہر وہ لباس جسے پہن کر کسی اچھی مجلس میں جاتے ہوئے انسان شرماتا ہو ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، ان ٹوپیوں کو سر پر رکھ کر آپ کسی اچھی مجلس میں نہیں جاسکتے، بازار نہیں جاتے، نہ دوستوں کی مجلس میں جانا پسند کرتے ہیں، آخر مسجد میں کیسے پسند کر لیتے ہیں؟ کیا آپ کے دلوں میں احکم الحاکمین کے دربار کی بازار اور دوستوں کی مجلس جتنی بھی قدر نہیں؟

میں نے ایک بار مزاحًا کہا:

''لوگ ٹوپیاں تو مساجد میں تلاش کرنے لگے اور انہیں مہیا بھی کی جانے لگیں، اب کہیں خدانخواستہ ایسا زمانہ نہ آجائے کہ پاجامے بھی مسجدوں میں تلاش کرنے لگیں اور ان کی خواہش کے مطابق مسجدوں میں ٹوپیوں کے ساتھ پاجامے بھی رکھے جانے لگیں''۔

میں نے تو مزاحًا ہی کہا تھا مگر حیرت کی انتہاء نہ رہی جب ایک شخص نے میری یہ بات سن کر بتایا:

''بندر روڈ کی طرف ایک مسجد میں یہ سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے، اس میں لنگیاں لٹکی ہوئی ہیں، جو بھی آیا پتلون اتاری لنگی باندھ کر نماز پڑھی، پھر لنگی اتار کر پتلون پہنی اور چل دیا''۔

ہم تو کسی کی مستعمل ٹوپی کو پہننا خلاف نظافت سمجھے ہوئے تھے مگر یہاں تو سارا قصہ ہی بگڑا ہوا ہے نہ معلوم ایک لنگی میں کتنے لوگوں اور انتڑیوں کے کیسے کیسے مریضوں کی کتنی بدبودار ریح خارج ہوتی ہوگی، کتنے پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہوں گے، مجھ سے لوگ فون پر پوچھتے رہتے ہیں:

"ریح خارج ہوتی رہتی ہے یا قطرے ٹپکتے رہتے ہیں نماز کیسے پڑھیں؟"

پھر ایسی غلیظ جگہوں کے غلیظ اور متعفن پسینوں کا تبرک اور مقامات مخصوصہ سے مصافحہ بلکہ معانقہ کا شرف الگ۔

ایک ہی لنگی سب باندھے چلے جا رہے ہیں ذرہ برابر بھی کوئی احساس نہیں کہ نظافت بھی کوئی چیز ہے۔

مسلمان کے لئے کتنی غیرت کی بات ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا ہے مگر سر پر ٹوپی نہیں، دنیا کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حاکم کے دربار میں جائیں اور کہیں:

"ذرا دیر کے لئے ٹوپی دے دیجئے، لنگی دے دیجئے، جوتا دے دیجئے، درخواست دہندہ کی دربار میں حاضری کے لئے جو لباس متعین کر دیا گیا ہے، وہ ہمیں دربار ہی سے ملنا چاہیئے اور پھر اس کے رکھنے کا انتظام بھی دربار ہی میں رہنا چاہیئے، یہیں آکر پہنیں گے اور پھر یہیں چھوڑ جائیں گے"۔

کان پکڑ کر نکال دیں گے کہ آئے ہو دربار میں درخواست لے کر اور درخواست کے لئے متعین وردی دربار سے طلب کرتے ہو؟

دنیا کے درباروں کے آداب کی تو خوب رعایت کرتے ہیں مگر احکم الحاکمین کے دربار کا کوئی احترام نہیں، کوئی قدر نہیں۔

اور حرکت سنیئے یہاں جوتوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، کسی کا جوتا ٹوٹ جاتا ہے تو مسجد میں چھوڑ جاتے ہیں، کئی بار یہاں سے جوتے باہر پھنکوانے پڑے، پہلے تو یہ خیال ہوا کہ شاید کوئی جوتا بھول جاتا ہوگا، لیکن بھولنے والا تو دوسرے کا جوتا پہن کر جاتا ہے پھر یہاں آئے دن جوتوں کا ڈھیر کیسا؟ آخر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس کا جوتا ٹوٹ جاتا ہے وہ کار ثواب سمجھ کر میں چھوڑ جاتا ہے۔

مساجد کی ہر چیز کو لوگوں نے اپنے حلال کر رکھا ہے:

کوئی اعلان کرنا ہو تو سیدھے مسجد کی طرف بھاگیں گے، دیہاتوں میں

یہاں تک سنا ہے کہ جو قصائی کوئی جانور ذبح کرتا ہے تو مسجد میں اعلان کرواتا ہے کہ آج فلاں قصائی نے بکرا ذبح کیا ہے جسے گوشت لینا ہے لے جائے، یہ اعلان اللہ کے گھر میں ہو رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جسے اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے مسجد میں دیکھو اسے یوں بددعاء دو کہ اللہ کرے تیری یہ چیز نہ ملے، اس لئے کہ مساجد دنیوی اعلانات کے لئے نہیں بنائی گئیں''(مسلم)

مساجد تو عبادت اور ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں دنیوی مقاصد کے لئے نہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ ایسا اعلان کرنے والے کو یوں بددعاء دو:

﴿لا ردها الله عليك﴾

''اللہ تعالیٰ یہ چیز تجھ پر واپس نہ لوٹائے''۔

یہ ممانعت عام ہے خواہ کوئی چیز مسجد سے باہر گم ہوئی ہو، یا باہر ملی ہو، یا مسجد میں گم ہو، یا وہیں ملی ہو۔ آہستہ دریافت کرسکتا ہے یا بیرونی دروازے سے باہر اتنی آواز سے کہ مسجد کے اندر عبادات میں خلل نہ ڈالے۔

لوگوں کا آج یہ ذہن بن گیا ہے کہ مسجد کا تو سب کچھ اپنا ہی ہے، اس کی ہر چیز حلال ہے، مثلاً مساجد والے پریشان ہو کر ہم سے مسئلہ پوچھنے آتے ہیں:

''پانی کے لئے لوگوں نے تنگ کر دیا ہے، جیسے ہی باہر سے پانی ختم ہوا لوگوں کا ایک ہجوم میں جمع ہو جاتا ہے اور امام صاحب کو دھمکاتے ہیں کہ مسجد کا پانی فوراً کھول دو ورنہ ہم تالا توڑ دیں گے، اگر سمجھایا جائے کہ مسجد کا پانی ہے اسے باہر لے جانا جائز نہیں، تو یہی جواب دیتے ہیں کہ مسجد کا تو سب کچھ اپنا ہے اور حلال ہے''۔

یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ جو حاجت ہو مسجد میں آ کر پوری کرلو، مسجد میں جو چیز ملے اٹھالو، مسجد کی ہر چیز اپنی ہے۔

یہ سراسر بے دینی کی بات ہے، مسجد کی کوئی چیز مسجد سے باہر لے جا کر استعمال کرنا جائز نہیں، یہاں جو چٹائیاں تراویح یا جمعہ کے لئے باہر استعمال کی جاتی ہیں یہ دارالافتاء کی ہیں مسجد کی نہیں، پہلے ہی سے ہم نے یہ احتیاط کر لی ہے کہ یہ چٹائیاں مسجد کے لئے وقف نہیں کیں، مسجد کی چیز کو باہر نکال کر سے بالکل متصل بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔

فکر آخرت ہو تو نافرمانی پر موت کو ترجیح دے:

کافی عرصہ پہلے خیر العمل کے قریب ایک بنگلے میں ہماری رہائش تھی، اس میں پانی کی ٹنکی نہیں تھی، اس وقت ٹنکی کی اتنی ضرورت بھی نہیں تھی، باہر کی لائنوں میں پانی آتا رہتا تھا، مگر ایک روز فجر کے وقت پانی بند ہو گیا میرے لئے اور بچوں کے لئے تو یہ آسانی تھی کہ مسجد میں جا کر وضو کر لیں لیکن گھر والے کہاں جائیں؟

کسی نے کہا:

مسجد ''خیر العمل سے پانی کا لوٹا منگوالیں''۔

یہ بالکل قریب تھی اور میں اس میں جمعہ بھی پڑھایا کرتا تھا، بلا اجرت، یہ وضاحت اس لئے کر رہا ہوں کہ آج مولوی کہیں درس قرآن دے تو اس کا پیسہ، دوسری جگہ درس حدیث دے تو اس کا بھی پیسہ، کہیں امامت کرے تو اس کا بھی پیسہ، جمعہ پڑھائے تو بھی پیسہ۔ میں جمعہ اجرت پر تو پڑھاتا تھا، بہت بڑی اجرت، مگر دنیا کی اجرت نہیں بلکہ آخرت کا اجر، اللہ تعالیٰ وہ عظیم اجرت عطاء فرمادیں۔

میں نے جواب میں کہا:

مسجد'' سے پانی کا ایک لوٹا بھی لانا جائز نہیں، خدانخواستہ کوئی صورت بھی نہ بن پڑی تو گھر والے بھی دارالافتاء میں جا کر وضو کر لیں گے''۔

دین پر استقامت کی برکت سے اللہ نے دست گیری فرمائی کہ سامنے کے مکان سے پانی مل گیا۔ بعد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ مسجد خیر العمل اور دارالافتاء

سے پانی منگوانے کی گنجائش تھی، اس لئے کہ جو شخص کسی وقف ادارے میں مستقل طور پر کام کرتا ہو وہ متولی کی اجازت سے گھریلو استعمال کے لئے بقدر ضرورت پانی لے جاسکتا ہے (حضرت والا دارالافتاء کے متولی ہیں، جامع)۔

غیر رمضان میں ہمارا معمول ہے کہ جمعرات کے دن نماز عصر کے بعد بغرض تفریح شہر سے باہر جاتے ہیں اور مغرب کی نماز وہیں باہر ہی پڑھتے ہیں، اس وقت جو مصلی ساتھ لے جاتا ہوں اس کے بارے میں یہاں طلبہ کو بھی اور وہاں جو لوگ ساتھ ہوتے ہیں انہیں بھی مسئلہ بتادیا ہے:

''یہ مصلی مسجد کا نہیں میرا ذاتی ہے، اگر مسجد کا ہوتا تو اتنی دور تو کیا مسجد سے متصل بھی باہر نکال کر نماز نہ پڑھتے''۔

فکر آخرت پیدا کیجئے، اگر دل میں درد ہو فکر ہو کہ کہیں پیش ہونا ہے اور شریعت کی کچھ حدود ہیں، ان حدود کے بارے میں سوال ہوگا تو انسان مرنا گوارا کر لے مگر حدود شریعت کی خلاف ورزی کبھی نہ کرے۔

اس زمانے کے بظاہر اچھے اچھے دیندار لوگوں بلکہ عام مولویوں میں بھی یہ فکر نہیں، الا ماشاء اللہ ایک صالح عالم ایک بار یہاں ہمارے پڑوس میں تشریف لائے ہوئے تھے، صاحب خانہ نے ان کے لئے دارالافتاء کے کولر سے ٹھنڈا پانی منگوالیا انہیں شبہہ ہوگیا پوچھا:

''کہاں سے منگوایا؟''۔

انہوں نے بتایا:

''دارالافتاء کے کولر سے''۔

مولانا نے فرمایا:

''دارالافتاء کا پانی دارالافتاء کی حدود ہی میں بیٹھ کر پی سکتے ہیں، باہر نہیں لا سکتے، لہٰذا یہ پانی میں نہیں پیوں گا واپس بھیج دیجئے''۔

سوچنے کی بات ہے کہ بیچ میں صرف ایک ہی دیوار کا فاصلہ ہے اور صاحب خانہ کے ساتھ ہمارا اتنا قدیمی تعلق، پھر پینے والے کی ہمارے ساتھ گہری محبت اور پانی بھی تھوڑا سا، ان تمام خصوصیات کے باوجود انہوں نے پانی نہیں پیا دارالافتاء میں واپس بھجوادیا۔

چندروز پہلے کی بات ہے کہ ہمارے ایک صالح پڑوسی نے کہا:

''ہماری ٹنکی میں پانی نہیں آرہا، کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ دارالافتاء سے پانی لے لوں؟''۔

مجھے ایسی فکر لاحق ہوئی کہ فجر کے بعد سونے کا معمول ہے مگر اسی فکر کی وجہ سے نیند نہ آئی، اس لئے کہ پوچھنے والے ایک تو نیک اور دیندار آدمی، دوسرے محبت کا تعلق رکھنے والے، تیسرے پڑوسی، اتنے حقوق، لیکن کیا کروں؟ اگر اجازت دوں تو خود جہنم کا لقمہ بنوں، نہ دوں تو نہ معلوم انہیں کتنی سخت تکلیف ہو، کیسی سخت ضرورت درپیش ہو، آخر ان کا حق کیسے اداء کروں؟ اسی فکر سے میری نیند اڑ گئی۔ بہت سوچا مگر جواز کی کوئی صورت نظر نہ آئی اس لئے ان سے معذرت کردی۔

وقف کی چیزوں میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے:

یہاں آنے والوں کو معلوم ہو کہ یہاں مسجد میں پنکھے، قالین وغیرہ جو چیزیں بھی ہیں مسجد کی نہیں دارالافتاء کی ہیں، جو مسجد کسی مدرسہ یا دارالافتاء کے تحت ہو اس میں مدرسہ اور دارالافتاء کی چیز استعمال کرسکتے ہیں۔ یہ مسجد دارالافتاء کے تابع ہے، ہمارے بعد جو کوئی آئے اسے یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہیئے، ہم تو اب جوان ہورہے ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی وطن پہنچ کر تیس سال کے ہوجائیں گے۔ یہ بات سب لوگ یاد رکھیں تاکہ بعد میں انتظام سنبھالنے والا اگر غلطی کرے تو بتانے والے موجود ہوں، یہاں جو چیز بھی رکھی جاتی ہے اس کے بارے میں شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ دارالافتاء کی ہے اور مسجد میں استعمال ہوسکتی ہے، لیکن مسجد کی مخصوص چیز مسجد سے باہر نکالنا جائز نہیں۔ پنکھوں وغیرہ میں ردوبدل کی ضرورت

پڑے تو انہیں دار الافتاء میں منتقل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ہیں ہی دار الافتاء کے۔

ہمارے ایک بہت بڑے بزرگ جو میرے استاذ بھی ہیں انہوں نے ایک بار دار الافتاء کی کتاب عاریۃً طلب فرمائی، میں نے معذرت کردی کہ دار الافتاء کی کتاب دار الافتاء سے باہر نہیں نکل سکتی۔

ہمارے سالانہ شاگرد تو سنتے ہی رہتے ہیں، جو رمضانی شاگرد ہیں۔ (حضرت والا کی خدمت میں رمضان گزارنے والے علماء وطلبہ) وہ اور دوسرے لوگ وقف کی اہمیت سمجھ لیں، رمضانی طلبہ پر لازم ہے کہ مہمان خانے میں لگی ہوئی ہدایات پڑھیں اور ان کو نقل بھی کرلیں، سالانہ طلبہ سے بھی یہی کہتا ہوں کہ انہیں نقل کر کے ساتھ لے جائیں ان ہدایات کا عنوان یہ ہے:

''یہ قیام گاہ خالص دینی مقاصد کے لئے ہے، دنیوی اغراض والوں کے لئے خیراتی مسافر خانہ نہیں''۔

یہ عنوان بہت جلی قلم سے لکھوایا ہے اور اس میں ''خیراتی'' کا لفظ اس لئے لگایا کہ دل میں چبھے، عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں کوئی دینی مدرسہ کھول لے اس کے رشتہ دار اور دوست وہاں آکر دن رات پڑے رہتے ہیں، پر تکلف خورونوش کے علاوہ مدرسہ کا ٹیلی فون، بجلی، پانی، عمارت اور دوسری تمام اشیاء جب چاہیں جیسے چاہیں استعمال کرتے رہیں، اور جس نے کبھی مدرسہ میں دو چار روپے چندہ دے دیا وہ تو خود کو پورے مدرسہ کا مالک ہی سمجھنے لگتا ہے اور مدرسہ کی ہر چیز کو اپنے لئے حلال سمجھنے لگتا ہے، مہتمم بھی اس کی خوب آؤ بھگت کرتا ہے، یہ حرام کھانے اور کھلانے والے دونوں جہنم کا ایندھن۔

یہ تو مدارس کا حال ہے، اور خانقاہوں کا تو کہنا ہی کیا، چور، ڈاکو، بدمعاش، کوئی بھی پہنچ جائے کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں، عام مسافر خانہ بنالیا ہے، رہائش کے ساتھ کھانا پینا بھی مفت۔

یہاں کوئی ایسا طفیلی آئے اور آنے کے بعد اسے کہنا پڑے کہ ’’یہ مسافر خانہ نہیں‘‘ اس کی بجائے پہلے ہی لکھوا کر لگا دیا ہے، اس کے بعد ہدایات ہیں کہ جو یہاں آئے شرعی لباس میں آئے، نماز باجماعت کی پابندی کرے، ہمارے دینی کاموں میں خلل انداز نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔

وقف کی اہمیت خوب سمجھ لیجئے اس معاملہ میں کوتاہی کرنے پر آخرت میں کیا عذاب ہے، کیسی گرفت ہوگی؟ اس سے ڈرتے رہیے۔

ایک بات کئی مسجدوں کے بارے میں سنتا رہتا ہوں کہ مسجد کی بجلی اور پانی کے کنکشن ہوٹلوں اور دوکانوں کو دے رکھے ہیں‘‘ اس میں دو گناہ جمع ہو گئے، ایک تو مسجد کی چیز کسی کو دینا گناہ، دوسرے خلاف قانون کام کرنا یہ بھی گناہ، کنکشن کی منظوری ایک شخص کے لئے ہو اور وہ چھپ کر دوسرے کو دیدے یہ حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی ہے، خواہ کنکشن بجلی کا ہو یا پانی کا۔

اسی طرح بعض مساجد کی طرف سے یہ مسئلہ آیا ہے کہ ’’پانی یا بجلی کی درخواست بہت دنوں سے دے رکھی ہے، شنوائی نہیں ہو رہی وہ رشوت مانگتے ہیں، کیا چھپ کر غیر قانونی طریقے سے کنکشن لے لیں؟‘‘ اس کا جواب بھی ہمیشہ یہی دیا جاتا ہے کہ یہ طریقہ ناجائز ہے، قانون کی خلاف ورزی یوں تو ہر شخص کے لئے ناجائز ہے لیکن اہل مساجد اور اہل مدارس اگر ایسا کرنے لگیں تو اس میں ایک مزید گناہ دین کی بے حرمتی کا بھی ہے۔

جسے آخرت کا ڈر ہو وہ لوگوں کی بدنامی سے نہیں ڈرتا:

ہم نے یہاں کنواں کھدوایا اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ اس میں رفاہ عام کی نیت کر لیں، اس لئے کہ دارالافتاء کی نیت کی تو کسی کو پانی دینا جائز نہ ہوگا۔ یہاں لوگوں کے ہگانے متانے کا انتظام تو نہیں مگر پانی سخت ضرورت کی چیز ہے اس لئے شروع ہی سے مسجد کی بجائے رفاہ عام کی نیت کر لیں، مگر بعد میں اس

طرف توجہ ہوئی کہ رفاہ عام کی چیزوں کو مساجد اور مدارس میں رکھنا جائز نہیں، مساجد کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ لوگوں کو پہلے ہی سے یہ خیال ہے کہ مسجد میں رفاہ عام کی چیزیں ملتی ہیں، اب تو اور بھی ترقی کر رہے ہیں، ہم سے پوچھتے ہیں:

''روزہ دار کو مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں؟''

پوچھا: ''گھر میں کیوں نہیں سوتے؟''

کہنے لگے: ''گھر میں گرمی لگتی ہے۔''

مسجد میں کسی صورت میں سونا جائز نہیں مسجد نماز کے لئے ہے، سونے کے لئے نہیں، لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ گھر میں بچے تنگ کریں یا کسی اور وجہ سے نیند نہ آرہی ہو تو سیدھے مسجد میں آکر سوئیں گے۔

یہاں سامنے سے ایک خاتون ہمارے مکان میں آتی رہتی ہیں، کل افطار کے وقت انہوں نے بچی کو بھیجا کہ کولر سے ٹھنڈا پانی لے آؤ، اب ایک طرف اتنی اہمیت کہ گرمیوں کے دن، روزہ دار افطار کے لئے پانی طلب کر رہے ہیں، اور کسی کو افطار کرانے کا کتنا بڑا ثواب ہے، دوسری طرف شریعت کا مسئلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دارالافتاء کا پانی باہر دینا جائز نہیں۔

میں نے پانی لے جانے کی اجازت نہ دی، دل اتنا کڑھ رہا تھا، تکلیف ایسی ہو رہی تھی کہ حد نہیں، اس پر مزید یہ کہ ناواقف عوام اسے یہ رنگ دیں گے کہ دیکھئے افطار کے لئے پانی کا گھونٹ تک نہ دیا، لیکن کچھ بھی ہو جائے ہم ایسے بہادر نہیں کہ جہنم پر صبر کرلیں، جسے آخرت کا خوف ہو وہ لوگوں کی بدنامی کو خاطر میں نہیں لاتا،
کسی کی مدد کی جائے یا نہ کی جائے یہ اپنی استطاعت پر موقوف ہے، مثال یوں سمجھیں کہ کوئی بھوکا پیاسا آپ کے پاس آیا اور آپ نے کسی کی چوری کرکے اس کی مدد کر دی، ثواب ہوگا یا گناہ؟ جب کسی کی چیز دینا جائز نہیں تو وقف کی چیز دینا کیسے

جائز ہوگا؟ یہ تو اس سے بھی بڑا گناہ ہے، وقف جن چیزوں کے لئے، جن جگہوں کے لئے اور جس مقصد کے لئے کیا گیا ہے انہی تک محدود رہے گا،ان سے باہر نکالنا جائز نہیں۔

ایک بار یہاں تعمیر کا کام ہو رہا تھا سامنے والے دوکان دار نے کہا:

''ایک تغاری ریتی دے دیں''۔

میں نے کہا:

''وقف کی چیز ہے ہماری تو نہیں کہ دے دیں''۔

پھر یہ تجویز سمجھ میں آئی کہ ریتی ابھی کام میں لگی نہیں صرف لا کر رکھی ہوئی ہے اپنے پیسوں سے ایک تغاری خریدی اور دیدی، ساتھ ہی وضاحت بھی کر دی کہ خرید کر دی ہے ورنہ وقف کی ایک تغاری کیا ایک آدھ پاؤ ریتی بھی دینا جائز نہیں۔

افطار کے لئے پانی دینے میں یہ تدبیر کارآمد نہ ہو سکتی تھی، اس لئے کہ پانی دارالافتاء کی ٹنکی میں داخل ہونے کے بعد وقف ہو جاتا ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں، ریتی کے مسئلہ پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ابھی وقف نہ ہوئی تھی، دوسرا فرق یہ کہ ریتی دینے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ تھا، پانی دینے میں زبردست فتنہ ہوتا کہ سب لوگ ٹوٹ پڑتے۔

فکر آخرت ہو تو گناہوں پر تنبیہ ہو جاتی ہے۔

ایک قصہ اپنا یاد آ گیا، اللہ کرے کہ کسی کے لئے عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

''میں پہلی بار ۱۳۶۸ھ میں حج کے لئے گیا، گرمیوں کا موسم تھا، مکہ مکرمہ میں کرایہ کے مکان میں شدید گرمی کے علاوہ مچھر بھی بہت تھے، بجلی کا پنکھا نہیں تھا، رات میں مچھر دانی لگائیں تو سخت حبس ہو جاتا مسجد حرام میں کھلی فضاء کی راحت کے ساتھ مچھروں کا نام و نشان نہ تھا، اس لئے بہت سے لوگ بلکہ عورتیں بھی بچوں سمیت مسجد میں سو جاتی تھیں۔

چونکہ اس میں مسجد کی سخت بے حرمتی ہے اس لئے میں نے طے کر رکھا تھا کہ مجھ پر کچھ بھی گزرے مسجد میں ہرگز نہ سوؤں گا، ایک بار اپنی قیام گاہ پر آیا تو گرمی کی شدت اور مچھروں کی یلغار نے سونا ناممکن کر دیا، سر میں درد اور سخت اضطراب۔

اس حالت میں میرے ذہن میں یہ حیلہ آیا کہ معتکف کے لئے میں سونا جائز ہے، اس لئے بنیت اعتکاف مسجد حرام میں چلا جاؤں اور ایک طواف کر کے وہیں سو جاؤں مسجد حرام میں پہنچا تو طبیعت میں سخت اضمحلال کی وجہ سے طواف کی ہمت نہ ہوئی، خیال ہوا کہ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر طواف کرلوں گا، اعتکاف کی نیت کر کے بدون طواف ہی سو گیا، اس حالت میں خواب میں دیکھا:

''حجر اسود سے ایک نور نکلا جو فٹ بال کی طرح مدور اور چاند جیسا منور تھا، اس کی صورت اب تک میرے سامنے ہے، اس نے بیت اللہ کا طواف کیا، اور پھر وہیں حجر اسود میں غائب ہو گیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب البیت کے پاس تشریف فرما ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوں، اتنے میں کچھ پرندے بیت اللہ کی چھت کے اوپر سے اڑتے ہوئے ہمارے قریب آ کر گرے جو چیل سے بھی کچھ بڑے اور بہت ہی خوبصورت وخوش رنگ تھے، ان میں سے ایک پرندہ بالکل ہمارے درمیان میں آ گرا، جو پر پھیلائے ہوئے تھا، اس کے پر بہت ہی خوش رنگ تھے، ایک پر کے اوپر جلی حروف میں نہایت خوش خط لکھا ہوا تھا:

﴿لا ترکب الھوی﴾

''خواہش نفس کا اتباع مت کرو''۔

اور دوسرے پر منقش تھا:

﴿کطیر یطیر علی الھوی﴾

''جیسے پرندہ خواہش نفس کا اتباع کرتا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پرندہ کو گود میں لے کر مجھے خطاب فرمایا:

''یہ اعمال نامہ ہے، اعمال بتائے گا''۔

میں بہت پریشان ہوا کہ واللہ اعلم یہ کیا کچھ بتائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری پریشانی کو سمجھ گئے، اس لئے فرمایا:

''ابھی نہیں بلکہ بروز قیامت''۔

اس پر مجھے قدرے سکون ہوا کہ ابھی اصلاح عمل کے لئے مہلت ہے، اس کے بعد خواب ہی میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، میں نے آپ کی خدمت میں یہ خواب بیان کرکے اس کی تعبیر بھی خود ہی بیان کی کہ یہ حرام میں سونے پر تنبیہ ہے، پہلے طواف انوار دکھا کہ بیت اللہ کی عظمت وجلالت شان بتائی گئی ہے، پھر اس کی بے حرمتی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے۔ پرندوں کے پروں کی تحریر سے بھی اسی پر تنبیہ ہے۔

لا ترکب الھوی کا مطلب ظاہر ہے کہ خواہش نفس کا اتباع جائز نہیں اور **کطیر یطیر علی الھوی** کا مطلب یہ ہے کہ پرندہ خواہش نفس کی وجہ سے دام صیاد میں پھنس کر ہلاک ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد میں بیدار ہوا تو خوف غالب تھا، طبیعت سنبھلنے پر غور کیا تو وہی تعبیر سمجھ میں آئی جو خواب ہی میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر چکا تھا، اور اس لحاظ سے مسرت ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس غلطی پر تنبیہ فرمادی ورنہ ہزاروں لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں جنہیں کوئی تنبیہ نہیں ہوتی۔

اس کے بعد توبہ کی کہ آیندہ کبھی مسجد میں نہ سوؤں گا۔

یہ مسئلہ آج کل لوگ بہت پوچھ رہے ہیں کہ گھروں میں گرمی ہے کیا مسجد میں سو جائیں؟ جب بتایا جاتا ہے کہ جائز نہیں تو کہتے ہیں:

''اعتکاف کی نیت کرلیں گے''۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، اصل مقصد تو مسجد میں سونا ہے اور اسے نام دے رہے ہیں اعتکاف کا۔

مسجد کو ادارہ رفاہ عام بنانا جائز نہیں:

بات یہ چل رہی تھی کہ رفاہ عام کے کام مسجد کے قریب نہیں کرنے چاہئیں کہ لوگ پہلے ہی سے مسجد کو رفاہ عام کا دفتر سمجھتے ہیں، پیشاب، پاخانہ، استنجاء غرض ہر ضرورت کے لئے مسجد یاد آتی ہے۔

یہاں بعض لوگ آکر کہتے ہیں:

''میت نہلانے کا تختہ چاہئے''۔

ارے! یہ مسجد ہے کوئی میت خانہ تھوڑا ہی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں:

''میت نہلانے کے لئے کوئی آدمی چاہئے''۔

ذرا ہوش سے بات کیجئے، سوچ کر جواب دیجئے، آپ خود کیسے نہاتے ہیں؟ کبھی غسل فرض ہو جائے تو غسل کرتے ہیں یا ویسے ہی پھرتے رہتے ہیں؟ جو شخص خود نہا سکتا ہے وہ اپنی میت کو کیسے نہیں نہلا سکتا؟

یہ اپنے عزیزوں کا حق ادا کیا جا رہا ہے کہ مرنے کے بعد انہیں کوئی ہاتھ تک بھی لگانے کو تیار نہیں، شاید یہ سوچتے ہوں کہ اگر ہم نے نہلا دیا تو کہیں ہم بھی نہ مر جائیں، جب تک زندہ ہیں تو محبت کے بڑے بلند و بانگ دعوے اور مر گئے تو نہلانے کے لئے مسجد کی طرف بھاگو، کسی کو تلاش کر کے لاؤ۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار خود اپنی میت کو نہلائے، کیا آپ پر غسل فرض ہوتا ہی نہیں؟ یا ہوتا ہے تو کرتے ہی نہیں اگر فرض ہوتا ہے اور کرتے بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خود تو کرتے ہیں دوسرے کو نہیں کرا سکتے؟ حالانکہ وہ اس سے زیادہ آسان ہے، اپنے فرض غسل میں منہ اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے، بعض لوگ تو ناک میں پانی اوپر اتنے زور سے

کھینچتے ہیں کہ دماغ تک بھی پہنچ جاتا ہے، غسل میت میں تو یہ دونوں فرض بھی نہیں ہیں، اس پر ویسے ہی پانی بہا دینا کافی ہے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ لوگ ہر چیز مسجد میں تلاش کرتے ہیں، یہ مرض تو پہلے سے چلا آرہا ہے اب اس کے ساتھ اگر واقعی خیراتی کام شروع کر دیا تو اور بھی مصیبت۔ ایک تو اس لئے ہم نے اسے رفاہ عام کا کنواں نہ بنایا۔

دوسرا یہ خیال آیا کہ اگر اسے ہم نے رفاہ عام کا کنواں بنا دیا تو ہر وقت ہجوم اور شور وغل رہے گا، نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گی، جب رفاہ عام کی نیت کر لی تو کسی کو روکنا بھی جائز نہیں۔

خدامِ دین کے لئے خدماتِ دنیویہ کا شغل جائز نہیں:

تیسری وجہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کی کچھ صلاحیت عطاء فرمائی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا دماغ، اپنا وقت اور پیسہ رفاہ عام پر لگائے، اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ بڑا کام چھوڑ کر چھوٹا کام شروع کر دیا جائے، کوئی سنار کے پاس جوتا گٹھوانے لے جائے تو یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے جسے آخرت کا کام سونپا ہو، دل بنانے کی صلاحیت دی ہو وہ لوگوں کی دنیا بناتا رہے، یہ اس کے لئے جائز نہیں، ایک شخص نے خط میں لکھا:

”فلاں تجارت میں ایسے ایسے منافع ہیں اگر آپ کو اس کا علم ہے تو ذرا بتا دیجئے“۔

میں نے جواب لکھا:

”تجارتی منافع کی خبر داری اور خبر گیری اور دوسروں کو خبر پہنچانا یہ کام میں نہیں کیا کرتا، ہم سے آخرت کی تجارت کی خبر پوچھئے، باقی جو کچھ کرنا ہے خود کیجئے“۔

لوگ ہم سے سب کام کرانا چاہتے ہیں۔ ایک شخص نے فون پر پوچھا:

''فلاں صاحب کے ہاں تجارت میں پیسہ لگانا چاہتا ہوں، اگر آپ کی معرفت لگ جائے تو بہتر ہوگا''۔

میں نے کہا:

ہماری معرفت سے آخرت کی تجارت کیجیے، دنیا کی تجارت ہم نہیں جانتے''۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کوئی عالم دین بازار میں ٹھنڈے، میٹھے پانی کی سبیل لگا کر بیٹھ جائے سب کو پلانا شروع کردے، پانی، برف، شکر بھی اپنے پیسے سے لائے تو اسے ثواب نہیں گناہ ہوگا''۔

کوئی دوسرا یہ کام کرے تو اسے بڑا ثواب ہے مگر عالم دین یہ کام کرے تو اسے گناہ، یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ آخرت کا شربت پلا سکتا تھا، اسے اللہ تعالیٰ نے اس کی صلاحیت دے رکھی تھی، اپنا اصل کام چھوڑ کر دنیا میں لگ گیا، آخرت میں اس سے باز پرس ہوگی کہ نالائق! کیا ہم نے تجھے علم دین اسی لئے دیا تھا کہ یہ کام کرے؟ جو کام ہم نے تیرے ذمہ لگایا تھا، جس کی تیرے اندر ہم نے صلاحیت پیدا کی تھی وہ کیوں نہ کیا؟

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص دوسری طرف متوجہ ہوگا تو اصل کام میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

میں نے ایک بار ایک خط لکھ کر اس کی فوٹو کاپیاں اپنے تمام عزیزوں کو بھجوا دیں جس میں یہ مضمون تھا:

''ہمارے پاس دنیوی کاموں کے لئے کوئی نہ آیا کرے، ہمارے دینی کاموں کا نقصان ہوتا ہے''۔

سارا خاندان زمیندار ہے، کوئی آیا اس سے پوچھتے ہیں، کیسے آئے؟ جی ٹریکٹر خریدنے، کچھ دن بعد پھر کوئی آ گیا، پوچھا کیسے تشریف لائے؟ جی ٹریکٹر

خراب ہو گیا ہے بنوانے آیا ہوں، پھر کوئی آیا، پوچھا، آپ کیسے؟ جی ٹرالی خرید نے آیا ہوں، ارے ان لوگوں نے تو ہمیں ہی ٹریکٹر ٹرالی بنا دیا ہے، خط کی فوٹو کاپیاں سب کو بھجوا دیں اور یہ وضاحت کر دی:

''جو دینی کام سے آنا چاہے آئے، دینوی کام سے کوئی نہ آئے، ہم ٹریکٹر ٹرالی نہیں بیچتے، یہ چیزیں جہاں بکتی ہیں وہیں جائیے، ہمارے پاس جو چیز ملتی ہے وہ لیجئے ہمارا وقت ضائع نہ کیجئے''۔

اہل مدارس اور مولویوں کو اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت عطاء فرمائی ہے:

''وہ لوگوں کے دل بنائیں، دلوں کے روگوں کا علاج کریں، لوگوں کی آخرت بنائیں، انہیں جنت کی نعمتوں سے ہمکنار کریں، عذاب جہنم سے نجات دلائیں''۔

انہیں اپنے اسی کام میں منہمک رہنا چاہیئے، دنیا کا پانی پلانے والے اور بھی بہت ہیں، حوض کوثر کا پانی پلایئے، اگر آپ بھی لوگوں کے ساتھ اس کام میں لگ جائیں گے تو بتائیں وہ کام کون کرے گا؟

کسی کا اچھا کام ہو تو اس کے سامنے کہنے میں بھی حرج نہیں، دوسرے لوگ اس کی اقتداء کریں (حاضرین میں سے ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) انہوں نے رفاہ عام کے لئے اپنے مکان کے سامنے کنواں کھدوایا ہے۔ مسجد سے بہت دور ہے، ایسے کام مساجد اور مدارس سے دور ہی کئے جائیں تا کہ اہل مساجد اور اہل مدارس کے کام میں خلل نہ آئے اور جن لوگوں نے انہیں رفاہ عام کے ادارے سمجھ لیا ہے ان کے ذہنوں کی اصلاح ہو، مساجد اور مدارس بھی خیراتی ادارے تو ہیں مگر آخرت کے، دنیا کے نہیں، اللہ تعالیٰ آخرت کی زیادہ سے زیادہ تیاری کی توفیق عطاء فرمائیں، دلوں میں مساجد کا احترام پیدا فرما دیں۔

آخر میں ایک بات بتا دوں، بتانے کی تو نہیں لیکن ضرورت سے بتا رہا

ہوں میں چند ماہ سے اپنی ذاتی آمدنی کا دسواں حصہ [1] اپنے ذاتی مصارف پر اور باقی نو حصے علم دین کی اشاعت پر خرچ کر رہا ہوں، اس سے سمجھ لیں کہ افطار کے لئے پانی نہ دینا بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ حدود شریعت پر استقامت کی وجہ سے ہے۔

دین کے معاملہ میں ہم دنیا کی باتوں پر کان نہیں دھرتے، کل جو بچی پانی لینے آئی تھی اس پر لوگ تو یہی کہتے ہوں گے کہ روزہ دار کو پانی کا گھونٹ تک نہ دیا، کہتے رہیں ہمارا کیا بگڑتا ہے؟

ہمارے ایک استاذ تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ نام ولی اللہ تھا اور تھے بھی ولی اللہ، انہوں نے مجھے جو سند عنایت فرمائی اس میں ایک عجیب دعاء لکھی جس میں یہ جملہ بھی ہے:

﴿واجعله من الذين لايخافون في الله لومة لائم﴾

یااللہ!

''اسے ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیرے دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے''۔

الحمدللہ! ہمارا تو یہ مذاق ہے ۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مد نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

دعاء

یااللہ! تو ہم سب کو فہم سلیم عطاء فرما، ہمارے دلوں میں دینی مدارس اور

---

[1] حضرت اقدس کا یہ معمول اس زمانہ میں تھا، بعد میں یہ معمول بنالیا کہ مصارف ضروریہ سے زائد کل کا کل فی سبیل اللہ اڑا دیتے ہیں۔ ذلک فضل الله يوتيه من يشاء۔

مساجد کا احترام پیدا فرما، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سچی محبت عطاء فرما کہ اس پر دنیا کا کوئی تعلق، کوئی محبت اور کوئی خوف ذرہ برابر بھی اثر انداز نہ ہو سکے۔

وصل اللهم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک
محمد وعلٰی اله وصحبه اجمعین والحمدللّٰه رب العلمین

بسم الله الرحمن الرحيم

منافق مسلمان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: منافق مسلمان

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

منافق مسلمان

(۲۱، رمضان ۱۴۱۷ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشہدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.
امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ وبالیوم الاخر وما ھم بمومنین ○ یخدعون اللّٰہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ○ فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون○(۲. ۸ تا ۱۰)

وقال: الم ٥احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون ٥ ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللّٰہ الذین صدقوا ولیعلمن الکذبین٥(۲۹. ۱ تا۳)

وقال: ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ فاذا اوذی فی اللّٰہ جعل فتنة الناس کعذاب اللّٰہ ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم اولیس اللّٰہ باعلم بما فی صدور العلمین ٥ ولیعلمن اللّٰہ الذین اٰمنوا ولیعلمن المنفقین٥(۲۹. ۱۰،۱۱)

بیان کی وجہ:

پہلے اس بیان کی وجہ سن لیجئے میں نماز کے لئے جب یہاں مسجد آتا ہوں اور پہلی صف میں کھڑا ہوکر مقتدیوں کی طرف ایک ایک کو دیکھتا ہوں ان میں سے کوئی ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے والا ہوتو اسے ایک طرف کر دیا جاتا ہے البتہ جمعہ کے دن کچھ رعایت کر دیتا ہوں یہ امید ہوتی ہے کہ انہوں نے توبہ کر لی ہوگی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے اتنے سارے ڈاڑھی والوں میں کوئی ایک آلو ہوتو اسے کچھ تو شرم آئے گی۔ جمعہ کے سوا دوسرے دنوں میں یہ معمول ہے کہ ایک طرف ہو جائیں درمیان میں ان لوگوں کو رہنے دیں جن کو صورتیں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے موافق ہیں ان کا احترام کریں مگر رمضان میں معمول بدل کر یوں کر دیا کہ کسی بھی صف میں اگر کوئی برخوردار نظر آتا ہے، برخوردار کا مطلب سمجھتے ہی ہوں گے، خواہ نوے یا سو سال کا ہو مگر ڈاڑھی منڈانے یا کٹائے وہ خود کو برخوردار سمجھتا ہے اس لئے میں نے ان کے کئی نام رکھے ہوئے ہیں تاکہ یہ خوش ہو جائیں، بچے ہیں نا ان کی عقل ابھی بالغ نہیں ہوئی انہیں میں کبھی برخوردار کہتا ہوں، کبھی بچے کہتا

ہوں، کبھی پٹھا کہتا ہوں اور کبھی صاحبزادہ کہتا ہوں تاکہ خوش ہوجائیں، یہ بڈھا خود کو بچہ سمجھتا ہے تو چلئے ہم بھی اس کا دل خوش کرنے کے لئے اسے صاحبزادہ کہہ دیتے ہیں۔ رمضان میں یہ معمول ہوگیا ہے کہ نماز سے پہلے کھڑے ہوکر توجہ سے ایک ایک شخص کو دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے قد لمبا دیا ہے تو اس کا بھی فائدہ ہے آخر تک پوری مسجد میں سب کو دیکھتا ہوں اگر کوئی پٹھا نظر آجائے تو عام دنوں کے مطابق اسے ایک طرف نہیں ہٹاتا بلکہ عادت کے مطابق کوئی اسے ایک طرف کرنے لگتا ہے تو میں اسے منع کردیتا ہوں کہ مت ہٹاؤ پھر اس سے کہتا ہوں کہ آپ کے لئے دعاء کرواؤں؟ کہتا ہے ہاں ہاں ضرور کروائیں۔ پھر بھری مسجد میں اس کے لئے یوں دعاء کروائی جاتی ہے: یا اللہ! جو لوگ داڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں ان کے دلوں میں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے یا اللہ! رمضان کی برکت سے ان کے دلوں سے اس نفرت کو نکال دے اور ان کے دلوں میں ایمان کا نور بھر دے اور اتی سے عقل دے دے اتنی سی نہیں اتی سی تھوڑی سی بال کی نوک کا ایک بٹا کروڑ حصہ اتی ذرا سی عقل دے دے، کہا عقل دے دے کہ نفرت اور ایمان دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ بات بھی کسی کی عقل میں آسکتی ہے کہ دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت بھی ہو اور پھر اس دل میں ایمان بھی ہو نافرمانی کرتے کرتے نافرمانیوں کا وبال ایسا پڑا کہ اتنی موٹی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ میرے اللہ کی قدرت دیکھئے کہ ہر نماز میں کوئی نہ کوئی سامنے آجاتا ہے جس نے ایک بار سن لیا وہ تو پھر کہیں ادھر ادھر کھسک جاتا ہوگا اللہ تعالیٰ پھر کسی نئے شخص کو سامنے کھڑا کردیتے ہیں ہر نماز کے بعد بہت دعائیں ہورہی ہیں۔ اس بارے میں مجھے یہ خیال آیا کہ باغیوں پر تو بہت بیان ہوتے ہیں ہر وقت انہی کی رگڑائی ہر وقت انہی کی رگڑائی جب بھی بولتا ہوں تو اسی بارے میں۔

آج ایک مولانا صاحب نے ایک دوسرے مولانا صاحب کے بارے میں

مجھے بتایا کہ وہ یہ فرمارہے تھے کہ میں افغانستان کا دورہ کر کے آرہا ہوں، تین دن تک وہاں کی گلیوں بازاروں میں گھوما مجھے کوئی ایک شخص بھی ڈاڑھی کٹانے والا نہ ملا، منڈانا تو دور کوئی کٹانے والے بھی نہ ملا، ڈاڑھی کی بات تو الگ رہی کوئی ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آیا جو ننگے سر ہو، تین دن میں کوئی ایک عورت بھی بے پردہ نظر نہیں آئی۔ قندھار سے فیکس آیا ہے جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عیدگاہ میں چھ لاکھ کا مجمع تھا اس میں ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جس کی ڈاڑھی کٹی ہوئی ہو، یہ اسلامی حکومت کی برکات ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

میں اللہ کے باغیوں کو درست کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں اگر میں نہ کر سکا تو ان شاء اللہ طالبان آکر سب کو صحیح کر دیں گے۔ یہ دعاء کر لیں کہ یا اللہ! طالبان جلدی سے جلدی پہنچ جائیں۔ بعض لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بہت سخت ہے بہت تشدد کرتا ہے۔ میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ میں نے کس کے ڈنڈا لگایا کبھی کسی کو مارا، میں نے تو کبھی بھی نہیں مارا نہ ہی کسی کو ڈانٹا ہے، یہ جو باغی لوگ مسجد میں سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں انہیں بھی برخوردار کہتا ہوں، بیٹا کہتا ہوں، بچہ کہتا ہوں، صاحبزادہ کہتا ہوں، ڈنڈا مارنا تو الگ رہا میں تو ڈانٹتا بھی نہیں۔ یہاں جو علماء میرے بچے ہیں کئی کئی سال یہاں پڑھتے ہیں ان سے کوئی غلطی ہوتی ہے تو انہیں جب ذرا تیز لہجے میں تنبیہ کرتا ہوں تو ڈانٹتے وقت مسکرارہا ہوتا ہوں بعد میں ان سے پوچھتا ہوں کہئے یہ ڈانٹ میٹھی ہے نا اور ایک مصراع بھی چست کر دیتا ہوں ع

ڈانٹ بھی پلاتا ہوں تو میٹھی میرے بیٹے

یہ کہہ کر پوچھتا ہوں میٹھی ہے نا تو وہ کہتے ہیں ہاں میٹھی ہے۔ میں تو کبھی کسی کو ڈانٹتا بھی نہیں، یہ لوگ کتنا جھوٹ بولتے ہیں جھوٹ ہے نا یہ جو میرے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بڑا سخت ہے۔ سختی تو یہ ہے کہ میں ڈانٹوں برا بھلا کہوں ماروں پیٹوں باہر پہرے داروں سے کہہ دوں کہ جو بھی ڈاڑھی منڈا کٹا باغی مسجد کے قریب

آنے لگے اسے اللہ کے گھر میں اللہ کے دربار میں مت آنے دو بھگادو، یہ باغی باہر ہی رہیں اللہ کے دربار میں کیوں آتے ہیں۔ کبھی سنا کہ یہاں کسی کو مسجد سے بھگا دیا ہو اب خود فیصلہ کیجئے کہ جو لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ سخت ہے، سخت ہے بڑا متشدد ہے، یہ جھوٹ بولتے ہیں یا نہیں، میں نے تو کبھی بھی تشدد نہیں کیا کبھی بھی سختی نہیں کی۔ طالبان کے بارے میں اگر کہیں کہ وہ سختی کرتے ہیں تو بظاہر بات صحیح بن جائے بظاہر کہہ رہا ہوں اس لئے کہ سختی تو وہ بھی نہیں کرتے وہ تو اللہ کے قانون پر عمل کرتے ہیں مجھے اس پر قدرت ہوتی تو میں بھی ایسے ہی کرتا، انہیں سخت کہنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ سختی کرتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ ظلم کرتا ہے تو اس کا ایمان کہاں رہا؟ طالبان اگر بے پردہ عورت کو دو چار کوڑے لگا دیتے ہیں اور ڈاڑھی منڈانے والے کو ایک دو تھپڑ لگا دیتے ہیں، کسی نے چوری کی اور جرم پورا طور پر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اگر شرائط نہیں پائی گئیں تو اس کے ہاتھ میں ٹین اور ایک ڈنڈا دے کر پورے شہر میں گشت کراتے ہیں کہ بجائے جاؤ اور کہتے جاؤ میں نے چوری کی، میں نے چوری کی، جو آیندہ چوری کرے گا اسے ایسے ذلیل ہونا پڑے گا، طالبان جو منکرات وفواحش کی روک تھام کے لئے ایسے کر رہے ہیں تو وہ اللہ کے حکم کے مطابق کر رہے ہیں، بے دینوں کو یہ سختی اور تشدد لگتا ہے۔ ارے! انہوں نے امریکا کی نائب وزیر خارجہ کو بھی ٹوپی والا برقعہ پہنا دیا، کافر تو کافر مسلمان حکومتوں نے بھی طالبان سے بہت ہی لجاجت سے درخواست کی کہ اسے برقع نہ اڑھائیں انہوں نے کہا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا اسے جہاز اترنے سے پہلے ہی برقع اڑھا دیا اس کے بعد نیچے اتری ہے۔ مغربی ممالک کے سفارت خانے سے تعلق رکھنے والے فوٹو لینے کے لئے کیمرے لے کر باہر پھر رہے تھے طالبان نے ان کے کیمرے چھین لئے، یہ جو قصے بتا رہا ہوں یہ بظاہر سختی ہے بظاہر ہے حقیقت میں نہیں، بات کو سمجھیں اگر کوئی اسے سختی سمجھتا ہے تو وہ اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ سختی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ تو

بار قرآن مجید میں اعلان فرمارہے ہیں:

﴿وما انا بظلام للعبید﴾ (۵۰۔۲۹)

میں تو بندوں پر رحیم وکریم ہوں میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ طالبان سختی نہیں کرتے یہ تو رحمت ہی رحمت ہے، اللہ کا قانون جاری ہوجائے تو یہ رحمت ہی رحمت ہے مگر بے دینوں کی نظر میں یہ سختی ہے۔ جرمنی کے ریڈیو کی ایک بات مجھے یاد رہتی ہے، اس میں ایک سؤال وجواب آیا، کسی نے ان کے نمایندے سے پوچھا کہ طالبان کون ہیں؟ جواب دینے والے نے کہا کہ یہ کلاشنکوف کے زور سے اللہ کا قانون نافذ کرنے والی جماعت ہے۔

نافرمانوں کی دو قسمیں:

بات یہ ہورہی تھی کہ تقریباً پورا رمضان تو گزر گیا باغیوں کے لئے دعائیں کرتے کراتے اس درمیان میں خیال آگیا کہ باغیوں پر تو بہت کہا جاتا ہے مگر مسلمانوں کی ایک قسم اور بھی ہے وہ ہیں منافقین، اس طرح مسلمانوں کی دو قسمیں ہوگئیں:

❶ مجاہرین.

جنہوں نے حیا کا پردہ چاک کرڈالا، حیا کی چادر کو ہٹا کر ایک طرف رکھ دیا وہ ہیں اللہ کے باغی مجاہرین کھلے نافرمان، جنہیں اللہ سے شرم نہیں انہیں مخلوق سے کیا شرم آئے گی، وہ لوگ کون ہیں، ڈاڑھی منڈانے کٹانے والے، ٹخنے ڈھانکنے والے، تصویریں کھینچنے کھنچوانے اور رکھنے والے، گانے باجے سننے والے ٹی وی دیکھنے والے اور بے حیا عورتیں جو پردہ نہیں کرتیں اور ان کے دیوث مرد جو پردہ نہیں کرواتے، وہ لوگ جو سودی لین دین اور حرام ذرائع آمدن اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں کو کہا جاتا ہے مجاہرین۔ ان لوگوں کو شیطان نے بڑی عجیب تدبیر سمجھائی

ہے کہ گناہوں سے روکنے والی سب سے بڑی چیز جہاد ہے، اگر کوئی داڑھی رکھ کر کوئی گناہ کرتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں ارے! تیرے منہ پر ڈاڑھی پھر بھی تو ایسا کام کر رہا ہے، تو شیطان نے انہیں یہ تدبیر سمجھائی کہ دیکھو یہ ڈاڑھی ایسی چیز ہے جو ہر گناہ سے روکتی ہے یہ شرم دلانے والی چیز ہے تو تم شرم کا اڈا ہی اڑا دو:

﴿اذا لم تستحي فاصنع ماشئت﴾

جب شرم کا اڈہ ہی اڑا دیا تو اب ننگے ناچتے رہو جو جی میں آئے کرتے رہو، یہ ہیں اللہ کے کھلے نافرمان باغی، ان کے بارے میں ایک حدیث بتاتا رہتا ہوں:

﴿كل امتي معافي الا المجاهرين﴾ (متفق عليه)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ پوری امت مسلمہ کو معاف فرما دیں اگرچہ یہ قاعدہ نہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں تو کون پوچھنے والا ہے لیکن اللہ مجاہرین کو کھلے نافرمانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا یہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعہ اپنا فیصلہ سنا دیا۔ یہ تو ہو گیا پہلی قسم کا بیان، اس پر تو یہاں اکثر بیان ہوتے ہی رہتے ہیں اور ایک وعظ بھی اس بارے میں چھپ چکا ہے ''اللہ کے باغی مسلمان'' اس وعظ کو پڑھ کر بحمد اللہ تعالیٰ بہت لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اور بھی زیادہ نافع بنائیں۔

۲ منافقین:

دوسری قسم ہے منافقین ان پر بیان بہت کم ہوتا ہے اور زیادہ تفصیل سے بھی نہیں ہوتا۔

منافقین کی دو قسمیں:

۱ اعتقادی منافق:

ایک تو وہ جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن دل سے اسلام کو

تسلیم نہیں کرتے انہیں ''اعتقادی منافق'' کہا جاتا ہے، یہ کافر ہیں۔

❷ عملی منافق:

آج کل کے نافرمان مسلمان جو باغی مسلمانوں کے مدمقابل ہیں، یہ کافر نہیں ہیں فاسق ہیں، یہ ایمان ظاہر بھی کرتے ہیں اور دل سے تصدیق بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سب احکام کو مانتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے صورت سے تو ظاہر کرتے ہیں کہ بڑے پکے مسلمان ہیں، ظاہری حلیہ اور ظاہری اعمال پکے مسلمانوں والے اختیار کر لیتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال ظاہرہ کا اہتمام کرتے ہیں مگر شریعت کے جو احکام عوام کو نظر نہیں آتے ان پر عمل نہیں کرتے پوشیدہ گناہ کرتے رہتے ہیں اس لحاظ سے یہ بھی منافق ٹھہرے انہیں ''عملی منافق'' کہا جاتا ہے۔ منافقین کی اسی قسم کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں، مجاہرین کی رگڑائی تو ہمیشہ کرتا ہی رہتا ہوں اب یہ خیال آیا کہ کہیں یہ منافقین مجاہرین ہی کو نہ دیکھتے رہیں کہ ہم تو ہیں بہت بڑے ولی اللہ اور یہ باغی ہیں، انہیں کچھ اپنی اصلاح کی بھی فکر ہو اپنے حالات کو سوچیں اس لئے بیان کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔

عملی منافقین:

ایسے گناہ تو کسی کے سامنے نہیں کرتے جو دیندار لوگوں کی نظر میں گناہ سمجھے جاتے ہیں مگر ایسے گناہ کر لیتے ہیں جنہیں دیندار لوگ نہیں دیکھتے انہیں پتا نہیں چلتا کہ یہ گناہ کرتا ہے یا نہیں ان گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔

مخفی گناہوں کی دو قسمیں:

❶ قالب کے گناہ:

ایسے گناہ جن کا تعلق ظاہری جسم سے مثلاً اگر کہیں بدنظری کا موقع ہوا تو پہلے

ذرا ادھر ادھر دیکھ لیا کہ کوئی ڈاڑھی والا تو نہیں دیکھ رہا یا کوئی اپنا جاننے والا تو نہیں دیکھ رہا اگر کوئی ڈاڑھی والا یا کوئی اپنا جاننے والا موجود ہوا تو نظریں جھکا لیتے ہیں تا کہ لوگ کہیں کہ یہ تو بڑا مقدس ہے بڑا ولی اللہ ہے اور اگر کوئی نہیں یا یہ کہ سارے ہی بے حیا ہیں تو یہ بھی دیکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ چلو شکار مل گیا کرلو، اسی طریقے جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا تو نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں اور فجر کی نماز تو چھوڑتے ہی ہیں، جہاں جھوٹ چھپا رہنے کی توقع ہو وہاں جھوٹ بھی بول لیتے ہیں، چوری جہاں چھپی رہنے کی توقع ہو وہاں چوری بھی کرلیں گے، غیبت اگرچہ لوگوں کے سامنے کی جاتی ہے مگر چونکہ لوگ اسے گناہ سمجھتے ہی نہیں اس لئے غیبت تو رات دن کا مشغلہ ہے حالانکہ غیبت کرنا اور سننا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس میں ہر وہ گناہ آ گیا جو جسم سے اداء کیا جاتا ہے مگر لوگوں سے یا تو مخفی رہتا ہے یا لوگ اسے گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

۲ قلب کے گناہ:

مخفی گناہوں کی دوسری قسم کا تعلق قلب سے ہے جیسے حسد، ریا، حب مال، حب جاہ، کبر، عجب، عجب کے معنی ہیں خود کو مقدس سمجھنا اس سے قطع نظر کہ کوئی کیسا ہے خود کو یہ سمجھنا کہ ہم بہت بڑے ولی اللہ بن گئے اسے عجب کہا جاتا ہے، کبر کے معنی ہیں دوسروں کو کمتر سمجھنا خود کو بڑا سمجھنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وله الکبریاء﴾ (۴۵۔۳۷)

کبریائی صرف اللہ کے لئے ہے صرف اللہ کے لئے صرف اللہ کے لئے، جو شخص خود کو یہ سمجھتا ہے کہ بہت پاک دامن ہے گناہوں سے بچا ہوا ہے یہ خود کو بڑا سمجھتا ہے جب کہ بڑائی تو صرف اللہ کے لئے ہے جس کے دل میں بڑائی آئی وہ خود کو اللہ کا شریک سمجھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کیسے معاف فرمائیں گے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ اللہ کا شریک بنے اور اللہ اسے معاف فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (مسلم)

رائی بہت چھوٹی سی ہوتی ہے، رائی کے دانے کے برابر اگر کبر ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔ایسی ایسی بیماریاں دلوں میں ہیں مگر یہ بیماریاں لوگوں سے مخفی ہیں کہیں کہیں اپنے موقع پر ظاہر ہوتی ہیں یا پھر طبیب باطن دیکھ کر پہچان لیتا ہے عام لوگ نہیں پہچان پاتے اس لئے ایسے گناہوں سے بچنے کی یہ لوگ کوشش نہیں کرتے سوچتے ہیں کوئی دیکھ نہیں رہا، اللہ دیکھ رہا ہے تو کیا ہوا لوگ تو نہیں دیکھ رہے مقدس کے مقدس بھی بنے رہو اور گناہوں کے مزے بھی لیتے رہو دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔

حج بھی کعبہ کا کیا اور گنگا کا اشنان بھی
خوش رہے رحمٰن بھی راضی رہے شیطان بھی

دونوں کو خوش رکھو، اعمال ظاہرہ اختیار کر کے رحمٰن کو خوش کر دیا اور باطن میں شیطان کو خوش کرتے رہتے ہیں۔

مخفی گناہوں کی ایک مثال:

آج باب العمر میں جو قصہ سنایا گیا ہے اس میں مخفی گناہوں کی دونوں قسموں کا بیان ہے۔ یہ ایک نابالغ لڑکے کا قصہ ہے اس نے بتایا ہے کہ جن قاری صاحب نے مجھے اپنے پیچھے سامع بنایا تھا وہ ایسی دعوتوں میں شریک ہوجاتے تھے کہ جہاں تصویریں لی جارہی ہوں ایسے قاری صاحب تو ہوگئے فاسق، فاسق کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز نہیں، محلے کی مسجد کا امام اگر فاسق ہو تو بہتر تو یہ ہے کہ کسی صالح کے پیچھے فرض پڑھیں اور اگر قریب میں کوئی صالح امام نہیں ملتا تو مسجد کی جماعت نہ چھوڑیں فاسق کے پیچھے بھی فرض پڑھ لیں مگر تراویح کا مسئلہ یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے نہ پڑھیں۔ اس بچے نے کہا کہ میں نے اپنے قاری صاحب کو بتایا کہ آپ تو ایسی

دعوتوں میں چلے جاتے ہیں جہاں تصویریں کی جارہی ہوتی ہیں اس لئے میں آپ کے پیچھے سامع نہیں رہوں گا آپ کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز نہیں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ جب تصویر کھینچتے ہیں تو میں سامنے رومال کر لیتا ہوں اس لئے میرے لئے جائز ہے۔ اس بچے کا کسی ایسی جگہ سے تعلق ہے جو حقیقت کو سمجھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بصیرت دینیہ عطاء فرمائی ہے۔ اب دیکھئے کہ ایک بچہ اتنے بڑے قاری صاحب کو مسئلہ بتا رہا ہے، بچے نے کہا کہ سامنے ہاتھ یا کپڑا وغیرہ کرنے سے آپ تصویر کی لعنت سے نہیں بچ سکتے مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، پہلے پتا چل جائے تو جانا جائز نہیں، جانے کے بعد پتا چلے تو بیٹھنا جائز نہیں روکنے کی قدرت ہو تو روکے ورنہ وہاں اٹھ جائے۔ قاری صاحب دعوت کیسے چھوڑیں دعوت سبحان اللہ! لقمہ تر قاری صاحب کے منہ میں جانے سے بچ جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے بچے کی بات نہیں مانی دعوتوں میں جاتے رہے، قاری صاحب بھی بچے پر ناراض ہوئے اور بچے کے والدین بھی اس پر ناراض ہوئے کہ تم سامع بنے رہو اگر استاد کے ساتھ جہنم میں چلے گئے تو کوئی بات نہیں وہاں بھی آپس میں باتیں کرتے رہنا ذرا دل لگا رہے گا۔ بچے کو مصالحہ لگا ہوا تھا ان مولوی صاحب کا جنہوں نے گدھے کو جونپور کا قاضی بنا دیا تھا، دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو گدھے کو مصالحہ لگا کر جونپور کا قاضی بنا دیتے ہیں۔ اس بچے نے کہا کہ کچھ بھی ہو جائے میں سامع نہیں بنوں گا۔ یہ قصہ جہاں تک بتایا وہ تو ہیں منافقین جسمانی، قاری صاحب بھی ایک قسم کے منافق تھے کہ جس چیز کو لوگ برا نہیں سمجھتے وہ کر لو، بظاہر صالح ہیں صورت بھی مسلمانوں کی نماز بھی پڑھتے ہیں، تراویح بھی پڑھاتے ہیں لیکن لوگوں کی نظر میں جو چیز عیب ہے اس سے تو قاری صاحب بچتے تھے اور جو چیز لوگوں کی نظر میں عیب نہیں وہ کر لیتے تھے۔ یہ تو مخفی گناہوں میں سے قسم اول ہے۔

بچے نے ان کا قصہ لکھنے کے بعد آگے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مرض عجب سے محفوظ رکھیں۔ وہ گناہ جو دوسری قسم میں بتائے گئے ہیں ان سے محفوظ رہنے کی دعاء کی اور کروائی ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ اتنے بڑے قاری صاحب کو سمجھا رہا ہے، ایک تو وہ قاری، دوسرے عمر میں بھی بہت بڑے، تیسرے استاذ، چوتھے تراویح کے امام بچہ انہیں سمجھا رہا ہے پھر جب وہ سمجھانے پر بھی گناہ سے باز نہ آئے تو یہ کیسے اللہ کی اطاعت چھوڑ دے۔ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے ان سے ایک سبق حاصل کیا کریں کہ یہ اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے تو ہم اللہ کی اطاعت کیسے چھوڑ دیں کیوں چھوڑ دیں ان سے استقامت کا سبق حاصل کیا کریں، انہیں جہنم میں جانے پر استقامت ہے تو ہم جہنم سے بچنے پر استقامت کا مظاہرہ کیوں نہ کریں۔ اگر خاندان میں ایک بھائی کو اللہ نے ہدایت عطاء فرما دی وہ بن گیا رحمٰن کا بندہ دوسرا ہے شیطان کا بندہ، جو شیطان کا بندہ ہے اس کے ہاں شادی وغیرہ کی کوئی تقریب ہو رہی ہو اس میں وہ سارے ہی شیطانی کام کرتا ہے تصویر کھینچنا، بے پردگی اور جو کچھ بھی شادیوں میں لعنتیں ہوتی ہیں وہ سب کام کرتا ہے، یہ جو رحمٰن کا بندہ ہے کہتا ہے کہ میں ان منکرات میں شریک نہیں ہو سکتا تیری خاطر اپنی آخرت کو برباد نہیں کر سکتا تو ایسے موقع پر شیطان کے بندے کہتے ہیں کہ ارے! بھائی کی خاطر کر لے ورنہ بھائی کا رشتہ ٹوٹ جائے گا، وہ بھائی بھی کہتا ہے کہ میری خاطر کر لو تو کبھی کبھی شیطان اس کے دل میں بھی وسوسے ڈالتا ہے کہ چلو کوئی بات نہیں بھائی ہے بھائی کی خاطر کر لو۔ اس موقع پر ایک سبق خوب یاد رکھیں خوب یاد رکھیں خوب یاد رکھیں اللہ تعالیٰ یاد رکھنے کی توفیق عطاء فرمائیں، استقامت عطاء فرمائیں، وہ سبق جو ابھی بتایا ہے کہ یہ سوچیں کہ شیطان کا بندہ تو شیطان کی عبادت میں اتنا پکا اتنا پکا کہ اسے بھائی کے راضی یا ناراض ہونے کی کوئی فکر نہیں وہ بھائی جو نیک ہے وہ راضی رہے یا ناراض یہ شیطان کی عبادت نہیں چھوڑتا، اس کا بھائی دعوت میں اس کے ہاں آئے یا نہ آئے اسے کوئی پرواہ نہیں تو جو رحمٰن کا بندہ کہلاتا ہے وہ اتنا کم ہمت

کیوں ہے اسے تو زیادہ ہمت والا ہونا چاہئے اسے بھائی سے کہنا چاہئے کہ صرف میں ہی تیرا بھائی نہیں ہوں تو بھی میرا بھائی ہے اگر مجھ پر تیرا حق ہے تو تجھ پر بھی میرا حق ہے جب تو میری خاطر جہنم میں جانے سے نہیں رکتا تو میں تیری خاطر جہنم میں کیوں چلا جاؤں، یہ تو ہوگئی مساوات کی بات، اصل بات اللہ تعالیٰ کی رضا ہے ارے بھائی! تو اللہ سے نہیں ڈرتا جہنم میں جانے پر تیار ہے، دنیا کی جہنم میں بھی اور آخرت کی جہنم بھی تجھے قبول ہے تو میں تیری خاطر جہنم میں کیسے چلا جاؤں، جتنا تو جہنم پر بہادر ہے اتنا ہی میں جہنم سے ڈرتا ہوں تو اپنی بات نہیں چھوڑتا تو میں اپنی بات کیسے چھوڑوں ع

تو اپنی روش نہ بدلے میں اپنی روش کیوں بدلوں

جن لوگوں کے رشتے دار بے دین ہیں اور انہیں بھی کھینچ کھینچ کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتے ہیں انہیں یہ کہا کریں ع

تو اپنی روش نہ بدلے میں اپنی روش کیوں بدلوں

تجھے شیطان کی راہ پر استقامت ہے تو مجھے رحمٰن کی راہ پر تجھ سے زیادہ استقامت ہے میں کبھی بھی تیری بات نہیں مانوں گا۔

بات ہو رہی تھی مخفی گناہوں کی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صورت بنانے کی توفیق عطاء فرمادی۔ احکام ظاہرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمادی وہ اپنے حالات سے غافل نہ ہوں دلوں میں کہیں عجب اور کبر پیدا نہ ہو جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طریقے سے رہیں کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے وہ جسمانی گناہ جنہیں لوگ نہیں دیکھ رہے لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے اور وہ دل کے گناہ جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں اللہ انہیں بھی دیکھ رہا ہے وہ تو دلوں کی سب باتیں جانتا ہے اس لئے ظاہری و باطنی سب گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں اور دعاء بھی کرتے رہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

منافقت پر دلائل اور نفاق کا علاج:

اب اس بارے میں کچھ دلائل سن لیں کہ یہ لوگ منافق ہیں یا نہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتاؤں گا کہ ان کے اس نفاق کا علاج کیا ہے۔

① عالم ارواح میں شہادت:

سب سے پہلی بات تو یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو پیدا فرمایا:

﴿و اذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم اشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی شھدنا﴾ (۷.۱۷۲)

اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام ارواح سے پوچھا: الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے فوراً بلا سوچے سمجھے فوراً کہا: بلی۔ ہاں ہاں بالکل تو ہمارا رب ہے، پھر بلی پر خاموش نہیں ہوئے مزید کہا: شھدنا لفظ شہادت بہت تاکید کے لئے ہوتا ہے، صرف یہ نہیں کہ ہم آپ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اس پر شاہد ہیں پکی بات ہے پکی بات کہ تو ہمارا رب ہے۔ اب یہاں سوچئے کہ جو لوگ عمل نہیں کرتے چھپے ہوئے گناہ نہیں چھوڑتے وہ اس عہد کے مطابق منافق ہیں یا نہیں، اللہ سے تو کہہ دیا کہ ہم تیری حکومت مانتے ہیں تو پھر مانتے کیوں نہیں، کسی کی حکومت کو ماننے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دو چار باتیں تو مانوں گا باقی نہیں مانوں گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا ہر حکم مانوں گا۔ اللہ نے پوچھا کہ تو مجھے رب مانتا ہے یا نہیں؟ تو کہتا ہے ہاں ہاں تو میرا رب ہے بلکہ میں شہادت بھی دیتا ہوں لیکن اپنے ایک ایک عمل سے ثابت کرتا ہے کہ اس نے اللہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا سوچئے منافق ہے یا نہیں؟ کہہ تو دیا کہ مانتا ہوں لیکن اطاعت نہیں کرتا یہ عملی منافق ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس سے خطاب کیا کریں ارے خبیث! تو نے تو اللہ

تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے رب مانتا ہوں تو یہ چھپے ہوئے گناہ کیوں کرتا ہے؟ جب اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ تیرا ہر حکم مانوں گا کبھی بھی نافرمانی نہیں کروں گا تو آخر یہ کیا بات ہے کہ کبھی نماز چھوٹ جاتی ہے کبھی جماعت چھوٹ جاتی ہے، کبھی بدنظری ہو جاتی ہے، کبھی جھوٹ بول لیتے ہیں، کبھی کسی کا حق غصب کر لیتے ہیں، عورتیں پردہ کے صریح حکم کے خلاف ننگی بے پردہ پھرتی رہتی ہیں یا جب چاہا پردہ کر لیا اور جہاں موقع مل گیا پردہ اتار پھینکا۔ ایسے ایسے گناہ کیوں کرتے ہیں اپنے نفس کو خطاب کیا کریں اپنے نفس سے پوچھا کریں ارے شریر! ارے خبیث! تو نے جب اللہ سے وعدہ کیا تھا تو اس وعدے کو پورا کیوں نہیں کرتا کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ اس وعدے کو بھول گیا، اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اللہ نے وعدہ تو لیا مگر چونکہ وہ بھول گیا ہے اس لئے میں ایسے کرتا ہوں وہ تو ویسے ہی کافر ہو گیا۔ اپنے نفس کو ڈانٹ پلایا کریں کہ اللہ نے جو یہ وعدہ لیا تھا وہ اسے بھولا نہیں اسے یاد ہے پھر اس کے خلاف کیوں کرتا ہے۔ یہ سوچا کریں کہ کوئی انسان دیکھے نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے اس لئے کسی بھی حال میں اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿وذروا ظاهر الاثم وباطنه﴾ (۶.۱۲۰)

''ظاہری گناہوں کو چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی۔''

اور فرمایا:

﴿ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ (۶.۱۵۱)

''ظاہری منکرات کے قریب بھی نہ پھٹکو اور باطنی منکرات کے قریب بھی۔''

اور فرمایا:

﴿قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر منها وما بطن﴾ (۷.۳۳)

''کہہ دیجئے کہ میرے رب نے دونوں قسم کے گناہ حرام فرما دئے ہیں ظاہری گناہ بھی اور باطنی گناہ بھی۔''

ان آیات میں صاف صاف فرما دیا کہ ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہوں سے بچو نہ صرف بچو بلکہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ بہت دور رہو، جو بھی ان کے قریب گیا وہ پھنسا۔ وہی بات سوچیں کہ اللہ تعالیٰ سے مکمل اطاعت کا وعدہ کیا تھا اور وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے وہ سب جانتا ہے کہ کون وعدہ پورا کررہا ہے اور کون پورا نہیں کررہا:

﴿ولقد خلقنا الانسان ونعلم ماتوسوس به نفسه﴾ (۵۰.۱۶)

وہ تو دل کی باتیں جانتا ہے، زبان کی باتیں الگ، کان کے اعمال الگ، ہاتھ پاؤں کے اعمال الگ وہ تو دل میں آنے والے خیال کو بھی جانتے ہیں اپنے نفس سے کہیں خبیث! شریر! کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تیرے حالات کو نہیں جانتا؟ وہ کچھ جانتا ہے پھر اسے کہیں کہ ارے خبیث تو تو منافق ہے منافق، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کیا شان تھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں ذرا سی کمی آجاتی ذرا سی کمی تو لرز اٹھتے کہ ہم تو منافق ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر روتے کہ یا رسول اللہ! ہم تو منافق ہو گئے۔ کوئی گناہ نہیں بلکہ توجہ الی اللہ میں ذرا سی کمی پر اس قدر پریشان ہو جاتے۔

بر دل سالک ہزاران غم بود
گزر باغ دل خلالے کم بود

اور آج کا مسلمان جو خود کو صالح اور نیک سمجھتا ہے اور ولی اللہ سمجھتا ہے وہ چھپے ہوئے گناہ اور دل کے گناہ کرتا رہتا ہے اسے اپنے بارے میں منافق ہونے کا

کبھی خیال نہیں آتا۔ اپنے نفس سے خطاب کیا کریں کہ ارے! خبیث تو تو منافق ہے پھر اللہ سے دعاء کریں کہ یا اللہ! مجھے اس نفاق سے بچالے، مجھے صحیح معنی میں مسلمان بنالے، تیرے سامنے جو تیرے رب ہونے کا اقرار کیا تھا شہادت دی تھی اس پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرما دے اور ساتھ ساتھ ایک استعاذہ بھی کر لیا کریں:

﴿اللھم انی اعوذبک من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق﴾

''یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں شقاق یعنی ضد اضدی اور بلاوجہ کی ہٹ دھرمی کرنے سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے۔''

وعدہ یاد نہیں:

کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہم سے جو وعدہ لیا تھا وہ تو ہمیں یاد ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا اصل مقصود ہوتا ہے اس کی تفصیل کا یاد رہنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو پیدا ہونے سے پہلے وہ بطن مادر میں ہوتا ہے وہیں اس کے اعضاء بنتے ہیں اور وہیں اللہ تعالیٰ اسے رزق عطاء فرماتے ہیں تو کیا انسان کو اپنی حیات کا وہ زمانہ یاد ہے؟ وہ تو کسی کو بھی یاد نہیں لیکن اس کے باوجود اس بات کا پکا یقین ہے کہ ہمیں یاد ہو یا نہ ہو لیکن ایسا ہوا ہے۔ اسی طرح اگرچہ یہ یاد نہیں کہ وہ وعدہ کیسے لیا گیا تھا، کب لیا گیا تھا، ہم کن حالات میں تھے، کون سا وقت تھا یہ ساری تفصیل تو یاد نہیں مگر ہر انسان کو یہ یقین ہے کہ یہ کام ہوا ضرور ہے یقیناً ہوا ہے اللہ نے وعدہ لیا ہے، یہ سب کو یقین ہے۔ یہ یقین اس طریقے سے ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اگر اس کے والدین اسے گمراہ نہیں کرتے اسے جہنم کی طرف نہیں گھسیٹتے تو وہ بڑا ہو کر اللہ کا نافرمان نہیں بنے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب میں اپنی محبت کا تخم ڈال کر

دنیا میں بھیجا ہے اور ازل میں اللہ سے جو عہد کیا تھا اس کا اثر اس کے دل و دماغ پر ہوتا ہے اس لئے وہ نافرمانی نہیں کرے گا۔ بچے کو نافرمان بناتے ہیں اس کے والدین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه اوینصرانه او یمجسانه﴾ (متفق علیه)

”ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یعنی پیدائشی طور پر مسلمان ہوتا ہے لیکن گھر کا ماحول اسے بگاڑتا ہے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔“

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی کسی بچے کو بالکل نوعمری میں بچپن میں غیر شعوری حالت میں کسی غار میں یا کسی جنگل وغیرہ میں چھوڑ آیا پھر یہ انسان وہاں اس بچے کو کسی طریقے سے خوراک پہنچاتا رہا یا اللہ تعالیٰ نے کسی طریقے سے خوراک کا انتظام فرما دیا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے خوراک کا انتظام فرمادیا اور سامری کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے خوراک کا انتظام فرمایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسباب غیبیہ سے فرعون کے گھر پہنچا دیا، فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کروائی۔ پالا فرعون نے پھر اسی کے سر پر جوتا پڑا، اسی طرح سامری کی پرورش بھی بڑے عجیب طریقے سے ہوئی، اسی زمانے میں فرعون سے ڈر کر سامری کی ماں نے اسے کہیں پہاڑ پر کسی غار میں پھینک دیا تھا کہ مرے گا تو آنکھوں سے دور تو مرے گا ورنہ یہاں گھر میں تو فرعونی آنکھوں کے سامنے قتل کریں گے، اللہ کی عجیب قدرت دیکھئے کہ سامری کی پرورش اور تربیت حضرت جبریل علیہ السلام نے کی۔

موسی الذی رباه فرعون مرسل
وموسی الذی رباه جبریل کافر

سامری کا نام بھی موسیٰ ہی تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان فرما رہے ہیں کہ وہ موسیٰ جن کی پرورش اللہ کے دشمن فرعون نے کی انہیں تو اللہ نے رسول بنا دیا اور وہ موسیٰ جس کی پرورش اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ کروائی وہ کافر بنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ اپنے رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں۔ جیسے سامری کی پرورش کہیں پہاڑ کے غار میں ہوئی ایسے ہی کوئی انسان تنہا کسی غار میں جزیرے میں رہتا ہو لوگوں سے اس کا کوئی تعلق کوئی واسطہ نہ ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس کے لئے بھی کائنات میں غور وفکر کر کے یہ ماننا فرض ہے کہ کوئی ذات ایسی ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا، اس شخص کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا فرض ہے۔

(یہ وعظ مکمل نہ ہو سکا چنانچہ دلائل نفاق میں سے صرف ایک کا بیان ہوا دوسرے رہ گئے۔ جامع)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ○

جو لوگ ایمان دار ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو، واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے (النساء-۷۶)

مُلّا کا رزق

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ملا کا رزق

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

مُلّا کا رزق

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمّدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیمo

یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلاo(۴.۵۹)

ملا بن کر کھائے گا کہاں سے؟:

اس زمانے کے مولویوں کے ذہنوں میں بھی یہ خیال ابھرتا رہتا ہے کہ

مولوی بن جائیں گے تو کھائیں گے کہاں سے اور عوام کے ذہن میں بھی یہی سوال رہتا ہے کہ اگر اپنی اولاد کو مُلّا بنا دیا تو وہ کھائیں گے کہاں سے، بے دین لوگوں کو تو چھوڑیئے بظاہر دیندار لوگ بھی یہ سوچتے ہیں، جو حقیقۃً دیندار ہوتے ہیں ان کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ان کی فراست اور بصیرت کھول دیتے ہیں، ان کی نظر حقیقت بین ہوتی ہے، حقائق کو دیکھتے ہیں، بات ان کی سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جو لوگ بظاہر دیندار ہیں وہ بھی ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں، اگر زبان سے نہ بھی کریں تو ان کے دلوں میں یہ بات اتری ہوئی ہے کہ اگر اپنی اولاد کو مُلّا بنا دیں گے تو یہ کھائے گا کہاں سے، بھوکا مر جائے گا، لوگوں سے بھیک مانگتا رہے گا، لوگوں کا دست نگر رہے گا۔ ایسے خیالات لوگوں کے ذہنوں میں آتے ہیں اگر چہ وہ ظاہر نہ کریں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مالدار طبقے کے لوگوں میں فرض کریں کہ کسی کے بارہ بیٹے ہوں، اس پر کتنا ہی زور لگائیں کہ ان میں سے ایک کو عالم دین بنا دو، گیارہ کو دنیا کمانے کے ماہر بناؤ خوب ماہر بناؤ، ڈاکٹر انجینئر بناؤ، لندن وندن کی ڈگریاں خوب دلواؤ، صرف ایک بیٹے کو مولوی بنا دو، وہ کبھی تیار نہیں ہوگا ہرگز نہیں بنائے گا، خواہ وہ بیسیوں حج کر چکا ہو، بزرگوں سے گہرا تعلق رکھتا ہو، تسبیحات، تہجد، اشراق وغیرہ بہت پڑھتا ہو، دین کے کاموں میں بہت زیادہ مدد کرتا ہو، مگر اس سے کہیں کہ ایک بچہ مولوی بنا دو نہیں بنائے گا، اس لیے کہ یہ بات ان کے ذہنوں میں پیوست ہے کہ مولوی بن گیا تو کھائے گا کہاں سے، ذلت میں مرے گا، پورے خاندان کی بے عزتی ہے۔

ایک جگہ دو بڑے زمینداروں نے ایک بہت بڑا دار العلوم قائم کیا۔ میرے بڑے بھائی صاحب نے ان سے فرمایا کہ اپنی اولاد میں سے ایک بچہ ہمارے سپرد کر دو مولوی بننے کے لیے، انہوں نے نہیں دیا۔ کئی مربع زمین وقف کر دی پورا دار العلوم چلانے کے لیے تیار، لیکن ایک بچے کو مولوی نہ بنایا۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ ذہن میں یہ بات کہ مولوی بن گیا تو کھائے گا کہاں سے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز عمل:

ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی سن لیجیے، بہت بڑے زمیندار تھے اور اپنے علاقے کے نمبردار بھی تھے، بڑے بڑے سرکاری افسر آپ سے بہت ڈرتے تھے، ایک بار ایک افسر دورے پر آیا، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت مسجد میں تھے، افسر نے وہاں پیغام بھیجا تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معمولات پورے کرنے کے بعد ذرا دیر سے پہنچے، چونکہ اس افسر کو وہاں دیر تک ٹھہرنا نہیں تھا دوسری جگہ دورے پر جانا تھا اس لیے گھوڑے کی پشت پر ہی سوار رہا اترا نہیں۔ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب تشریف لے گئے تو اس نے ذرا سخت لہجے سے کہا: مولوی جی! یا مسجد رکھو یا نمبرداری۔ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی پشت ہی سے گھسیٹ کر اسے نیچے پھینکا اور بہت مارا پھر اسے معطل بھی کروا دیا۔

دنیوی لحاظ سے کتنی وجاہت تھی اس بارے میں ایک قصہ اور سن لیں۔ ایک سیدھا سادھا شخص تھا، اس نے سندھ میں زمین خریدی اور اس کی رقم ادا کر دی لیکن کوئی رسید نہ لی۔ سینکڑوں ایکڑ زمین خریدتے رہے، رقم دیتے رہے، کروڑوں روپے ادا کر دیے کچھ وقت کے بعد بیچنے والے نے زمین ان کے نام منتقل کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم نے مجھ سے خریدی ہے، اس طرح اس نے زمین دینے سے انکار کر دیا تو وہ خریدار صاحب حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچے، بتایا کہ یہ قصہ ہو گیا ہے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں لے کر چیف منسٹر کے پاس پہنچ گئے۔ خیر پور کے ریاستی دور میں وہاں کے چیف منسٹر حضرت والد صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ احترام کیوں کرتے تھے اس کا قصہ بھی ابھی بتاؤں گا۔ جب والد صاحب نے سارا قصہ چیف منسٹر کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ جب کوئی شہادت نہیں کوئی ثبوت نہیں تو

معاملہ کیسے ہو؟ والد صاحب نے فرمایا کہ کاغذی کارروائی یا اور جتنے ثبوت وغیرہ ہوتے ہیں وہ خود مستقل کوئی حقیقت نہیں ہوتے بلکہ حقیقت کے اثبات کے لیے ہوتے ہیں دلیل ہوتے ہیں، میں کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے اتنی رقم دے کر زمین خریدی ہے، حقیقت موجود ہے، ثبوت کوئی ہو یا نہ ہو، تو چیف منسٹر نے اسی مجلس میں فیصلہ کر دیا کہ جو آپ کہتے ہیں بالکل صحیح ہے یہ غلط نہیں ہوسکتا، یہ دلیل ہے کہ انہوں نے زمین خریدی ہے۔ پھر دوسری طرف والوں کو بلوا کر کہا کہ فوراً زمین کے کاغذات وغیرہ ان کے نام منتقل کرواؤ ورنہ سیدھے جیل میں جاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس تو کوئی ثبوت وغیرہ نہیں، تو چیف منسٹر نے کہا کہ جو کچھ مولانا صاحب فرماتے ہیں وہی ٹھیک ہے، یہ خود ثبوت ہیں۔ دنیا میں کبھی ایسا سنا یا دیکھا کہ کوئی شہادت نہیں، کوئی ثبوت نہیں، صرف شخص واحد کے کہنے پر فیصلہ کر دیا گیا۔

اب سن لیجیے کہ وہ چیف منسٹر حضرت والد صاحب سے اس قدر متاثر کیوں تھے، اتنا احترام کیوں کرتے تھے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک بار چیف منسٹر نے حضرت والد صاحب کو گھر پر پیغام بھیجا کہ کپڑے کی فلاں مل میں نے آپ کے نام الاٹ کر دی ہے۔ حضرت والد صاحب ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اسے قبول کرنے سے معذور ہوں، لینا تو ویسے ہی نہیں چاہتے تھے مگر بات کچھ اس طرح کی کہ انہیں ناگوار نہ ہو، اس لیے بہانہ یہ بنایا کہ مجھے ان کاموں سے مناسبت نہیں، میں مل چلا نہیں سکتا، میں نے کبھی یہ کام کیا ہی نہیں، نہ مناسبت ہے اور نہ صلاحیت۔ چیف منسٹر نے کہا کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو میں برائے نام اپنا کچھ حصہ اس میں رکھ لیتا ہوں، مل کا چلانا اور تمام انتظام وغیرہ سب میرے ذمے، آپ بس اس کے منافع لیتے رہیں۔ اس کی بات سن کر حضرت والد صاحب کو صاف صاف کہنا پڑا کہ میں یہ مل قبول نہیں کروں گا۔ چیف منسٹر اس بات پر بہت متاثر ہوئے۔ وہ کارخانہ خیر پور کے کارخانوں میں اول نمبر شمار ہوتا تھا، چیف منسٹر کو خیال ہوا کہ ایسا شخص جس نے اتنے بڑے کارخانے کو قبول نہ کیا وہ کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔

اور سن لیجیے، یہ قصے اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ حضرت والد صاحب کا دنیوی مقام معلوم ہو جائے، ایک بار وہی چیف منسٹر وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو لے کر زرعی ترقی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارے مکان پر پہنچے، انہیں بٹھانے کا انتظام کیا گیا، کسی کمرے میں نہیں، کرسیوں پر نہیں، وہیں اپنی زمین پر سڑک کے کنارے دو چار پائیاں بچھا دیں اور کھلانے پلانے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا، وہ لوگ بیٹھے نہیں دیر تک کھڑے کھڑے ہی باتیں کرتے رہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیوی لحاظ سے اتنی وجاہت کہ چیف منسٹر بار بار گھر پر آ رہا ہے، وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین گھر پر پہنچ رہا ہے، قصے تو بہت ہیں مگر اختصار سے کام لیتا ہوں۔ جس مقصد کے لیے میں نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دنیوی مقام کی چند مثالیں بتائیں اب وہ اصل مقصد سنیے۔ ہم چھ بھائی ہیں، تین مجھ سے بڑے، دو مجھ سے چھوٹے، حضرت والد صاحب کو زمینداروں اور بڑے بڑے افسروں نے یہی مشورہ دیا کہ اپنے بیٹوں کو دنیوی تعلیم دلوائیں لیکن والد صاحب نے کسی کی بات نہیں مانی۔ جب ایک نکل گیا شیطانوں کے چنگل سے یعنی بڑے بھائی عالم دین بن گئے، پھر دوسرے بھائی بھی شیطانوں کے چنگل سے نکل گئے تو شیطانوں نے اپنی رفتار تیز کر دیں، کوششیں تیز کر دی بہت زور لگانے لگے، کہنے لگے کہ آپ کے بیٹے ملا بن جائیں گے تو ان میں زمین سنبھالنے کی صلاحیت بھی نہیں رہے گی، ساری زمین مزارع کھا جائیں گے یا لوگ دھوکے سے اپنے نام کروا لیں گے، ملا بن کر تو انسان کسی کام کا رہتا ہی نہیں، آپ اتنے سمجھدار ہو کر اپنی اولاد کو ڈبو رہے ہیں، کچھ تو سوچیں اپنی اولاد کو کیوں تباہ کر رہے ہیں؟ والد صاحب سب کے جواب میں یہی فرماتے رہے سب کو مولوی بناؤں گا۔ شیطان جیسے جیسے ناکام ہوتا جاتا ہے تو وہ پوری فوجوں کو لے لے کے اور زیادہ زور لگاتا ہے، اس لیے جب میں نے ہوش سنبھالا تو سب نے بہت ہی زور لگایا کہ کسی ایک کو تو کام کا بنا دو، سب کو بے کار بنا رہے ہو، والد صاحب رحمہ اللہ نے کسی کی بات نہیں

مانی، وہ لمبے جواب بھی نہیں دیتے تھے، بس اپنے کام میں لگے رہتے تھے، دیوانوں سے سبق حاصل کریں: مولویو! ایک مصراع یاد کرلو۔

ع خلقے پس دیوانہ ودیوانہ بکارے

مخلوق دیوانے کے پیچھے لگے ہوئی ہے، ارے پاگل ہے پاگل، کوئی ادھر سے اس پر جملے کس رہا ہے تو کوئی اُدھر سے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی مذاق اڑا رہا ہے، ارے دیوانہ ہے پاگل ہے پاگل، کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور دیوانے کو دیکھو وہ لوگوں کی طرف توجہ نہیں کر رہا اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ ہمارا ایک نوکر پاگل ہو گیا اسے کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا، اس نے جانوروں کو چارہ دینے کا ترپال اٹھایا، اس میں مٹی بھر کر کندھے پر ڈالا اور گنے کی فصلوں میں پوری رات پھرتا رہا، سردی کے موسم میں کرتا بھی اتار دیا، مجھے نوکروں نے آکر بتایا تو میں نے جا کر اسے دیکھا کندھا سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا کر رہے ہو تو کہنے لگا کہ گیدڑوں کی شادی ہے چاول تقسیم کر رہا ہوں، وہاں گنے کے کھیتوں میں گیدڑ بہت ہوتے تھے بس وہ ساری رات گیدڑوں کے لیے دیگیں چڑھا کر ان میں چاول تقسیم کرتا رہا جیسے آج کل مسلمان کسی کے مرنے پر دیگیں چڑھاتے ہیں۔

ایک بار صدر مملکت ایک پاگل خانے کے معاینے کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک پاگل صدر مملکت کو دیکھ کر کہتا ہے: اچھا اچھا آپ بھی تشریف لے آئے۔ کسی وزیر نے بتایا کہ یہ صدر مملکت ہیں۔ پاگل کہنے لگا کہ ہاں میں بھی جب باہر تھا تو خود کو صدر مملکت ہی سمجھتا تھا، آپ چند روز یہاں رہیں گے تو پتا چل جائے گا، علاج ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ صدر صاحب کو ایک کمرے کے بارے میں بتایا گیا کہ جو انجینئر پاگل ہو جاتے ہیں انہیں اس کمرے میں رکھا جاتا ہے، انہوں نے اس کمرے کو خالی دیکھا تو پوچھا کہ کیا کوئی انجینئر پاگل نہیں ہوتا؟ یہ کمرہ تو خالی ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ چارپائی کے نیچے ہیں، اور رسیاں کاٹ کاٹ کر کوئی ادھر باندھ رہا ہے کوئی ادھر باندھ رہا ہے، سب اپنے کام میں مشغول ہیں۔

کوئی پاگل لوگوں کے ہنسنے سے اپنا کام نہیں چھوڑتا، جس کام کو وہ کام سمجھتا ہے، الٹا سیدھا وہ کچھ بھی ہو، لوگوں کے ہنسنے سے مذاق اڑانے سے وہ اپنا کام نہیں چھوڑتا، ان پاگلوں سے سبق سیکھو سبق، اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں دیوانے بنالیں، ایسے دیوانے کہ ساری دنیا چیختی رہے چلاتی رہے، پاگل کہتی رہے، احمق کہتی رہے، آپ کا حال یہ رہے۔

ع خلقے پس دیوانہ ودیوانہ بکارے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا بنالیں، اپنی محبت کے دیوانے بنادیں جو کوئی بھونکتا ہے بھونکتا رہے، اپنے کام میں لگے رہیں۔

قصہ یہاں تک پہنچا کہ بڑے بیٹوں میں سے سب سے چھوٹا میں تھا، بڑے چار بھائی جن کی عمریں آپس میں قریب قریب تھیں ان میں سے میں آخری تھا، سب شیاطین نے زور لگالیا کہ تین تو نکل گئے، چوتھے کو تو ضرور اپنی طرف گھسیٹیں گے، مگر اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب کو جزاءِ خیر دیں، ان کا کتنا بڑا احسان ہے کتنا بڑا احسان کہ مجھے شیاطین کے قبضے میں نہیں جانے دیا! بس اسی پر قائم رہے کہ ہم تو سب کو ملا ہی بنائیں گے، جو کچھ ہونا ہے ہوتا رہے، سب کو ملا بنادیا اور ملا کیسا بنایا؟ اس کا کچھ اندازہ لگانے کے لیے احسن الفتاویٰ میں رسالہ "المشر فی علی المشرقی" کا آخری صفحہ پڑھیں۔ یورپ سے درجنوں ڈگریاں لیے ہوئے مسٹر کے غرور کو ایک بوریا نشین ملا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پامال کردیا۔ اس میں ایک دعاء بھی ہے کہ یا اللہ! یہ محض تیرا کرم ہے کہ تو نے مجھے ملاؤں کے خاندان میں اور ملا کے گھر میں پیدا فرمایا اور خود مجھے بھی ملا بنا کر ایسا علم عطاء فرمایا کہ مسٹروں کے دماغ اس کے قدم بوس ہیں، میرے رب کریم! تیرے اس کرم کا صدقہ تو مجھے ملائیت پر زندہ رکھ اور ملائیت ہی پر مجھے موت دے اور ملاؤں کی مقدس جماعت میں میرا حشر فرما اور قیامت تک میری اولاد کو ملائیت کی دولت عطاء فرما اور انہیں عملی صلاح وفلاح کے ساتھ علمی فضل وکمال بھی ایسا عطاء فرما جو تیری معرفت اور تیرے دین کی

خدمت کا ذریعہ بنے۔

بات یہ ہورہی تھی کہ لوگ کتنے ہی بڑے دیندار ہوں جب ان کے پاس مال آجائے تو پھر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو ملا نہیں بنائیں گے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ دیندار کو مال نہیں ملنا چاہیے۔کتنا ہی بڑا مالدار ہو، کیسا ہی نیک نظر آئے، بیسیوں دار العلوم چلا دے گا، مگر ایک بچہ بھی مولوی بننے کے لیے نہیں دے گا۔

حکومت کے مصارف عوام کے ذمہ:

یہ حقیقت سمجھے کی کوشش کریں کہ شرعی لحاظ سے، عقلی لحاظ سے، تجرباتی لحاظ سے اور پوری دنیا میں مسلمات ہونے کے لحاظ سے ایک اصول ہے، وہ یہ کہ عوام کی بہبود، عوام کا فائدہ، عوام کی زندگی جن لوگوں پر موقوف ہوتی ہے ان کے مصارف عوام کے ذمہ ہوتے ہیں اور ایسا بھی رہا ہے عوام ایسے لوگوں کے مصارف اداء کر رہے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے حکومت عوام کی بہبود کے لئے ضروری ہوتی ہے، حکومت نہ ہو تو نظام زندگی کیسے چلے، حفاظت کیسے ہو، انسانوں کی پوری زندگی حکومت کے نظام سے وابستہ ہے تو بتائیے حکومت کے مصارف عوام اداء کر رہے ہیں یا نہیں؟ حکومت کے تمام مصارف رعیت سے وصول کیے جاتے ہیں، قومی خزانے سے اداء کیے جاتے ہیں۔

حکومت میں صدر وزیر اعظم ہو یا اسلامی قانون کے مطابق امیر المؤمنین ہو اور وہ پورا عملہ جن کا تعلق حکومت سے ہو، اسی طریقے سے اسلامی فوج خواہ وہ صحیح معنی میں اسلامی ہو یا نہ ہو مگر چونکہ سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے، دشمنوں کا دفاع کرتی ہے، غرض خواہ وہ انتظامیہ ہو، عدلیہ ہو، فوج ہو، چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب آپ سے لے کر کھا رہے ہیں یا نہیں؟ بات سمجھ میں آرہی ہے یا نہیں آرہی؟ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ یہ مفت کی روٹیاں توڑ رہے ہیں، یہ اشکال کوئی نہیں کرتا ذرا کوئی ایسا اعتراض کر کے دیکھے تو پتا چلے کہ کیسی درگت بنتی ہے؟

اس بارے میں یہ اشکال کیوں نہیں ہوتا اس لیے کہ لوگ حکومت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، دلوں میں حکومت کی عظمت ہے، سمجھتے ہیں کہ حکومت رعیت کے کام میں لگی ہوئی ہے اس لیے ان کے مصارف رعیت کے ذمہ فرض ہیں، دینا پڑیں گے، یہ کوئی ان پر احسان نہیں بلکہ اپنی ہی حفاظت اور فائدے کے لیے دیے جاتے ہیں۔

علماء کے مصارف حکومت کے ذمہ:

اسی اصول کے تحت یہ حقیقت سمجھیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں حکام اعلیٰ پر بھی حاکم ہیں، وہ ہیں علماء دین۔ مسلمان حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق حکومت چلائے اسے اللہ کے قوانین بتائے گا کون؟ ظاہر ہے کہ ملا ہی بتائیں گے، جنہیں لوگ ملا ملا کہتے ہیں، روٹیاں توڑنے والا، یہ اللہ کے قانون داں ہیں، دنیا میں امیر المؤمنین ہو، صدر ہو، وزیر اعظم ہو، سب کی حکومت علماء کی حکومت کے تحت ہے۔ جب حکومت کے ہر شعبہ کے مصارف عوام کے ذمہ ہیں تو جو حکام پر بھی حاکم ہیں، سلطان السلاطین ہیں، بادشاہوں کے اوپر بادشاہ ہیں، ان کے مصارف کیونکر عوام کے ذمہ نہیں ہوں گے، ان کے مصارف بھی عوام ہی کے ذمہ ہیں۔

اس کا پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ جس طرح حکومت عوام پر ٹیکس وغیرہ لگا کر اور مختلف طریقوں سے پیسا وصول کر کے حکومت کے تمام شعبوں کے مصارف اس سے اداء کرتی ہے، اسی طرح اس میں سے علماء کے مصارف بھی اداء کرے، اگر حکومت ایسا نہیں کرتی تو یہ اس کی غفلت اور کوتاہی ہے۔ حکومت فوج کے مصارف تو وصول کرے عوام سے، اپنے وزراء کے مصارف وصول کرے عوام سے، انتظامیہ کے مصارف وصول کرے عوام سے، سب شعبوں کے مصارف عوام سے وصول کرتی ہے اور جو لوگ حکومت کے اوپر حاکم ہیں ان کے مصارف کیوں وصول نہیں کرتی؟ حکومت پر فرض ہے کہ علماء کے مصارف خود برداشت کرے، عوام سے

وصول کر کے علماء کے وظائف ادا کرے۔

رقم وصول کرنے اور تقسیم کرنے کا طریق کار کیا ہے، حکم تو ہوتا ہے حاکم اعلیٰ کی طرف سے کہ لوگوں سے فلاں فلاں طریقے سے رقمیں وصول کی جائیں، پھر وصول کرنے والے کون ہوتے ہیں، وہ کہیں کوئی پٹواری ہے، کوئی ٹیکس کے محکمے کا کارندہ ہے، چھوٹے چھوٹے کارندے رقمیں وصول کر کے اپنے سے اوپر کے محکمے میں پھر وہ اور اوپر، وہ اور اوپر درجہ بدرجہ پہنچاتے ہیں، وزیر اعظم یا صدر مملکت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جیسے پٹواری حاکم اعلیٰ کے لیے مصارف مہیا کرنے کا ایک کارندہ ہے اسی طریقے سے وزیر اعظم کارندہ ہے علماء کے لیے مصارف جمع کرنے کا۔ رقم جب قومی خزانے میں جمع ہوگئی تو گویا حکومت کے قبضے میں وہ چیز آگئی، پھر علماء سے پوچھ کر ان کے مشورے سے وہ رقم تمام شعبوں میں تقسیم کی جائے۔

اب رہی یہ بات کہ اگر حکومت اپنا فرض ادا نہ کرے تو کیا کیا جائے، علماء کے مصارف کہاں سے ادا کیے جائیں، ایسی صورت میں عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جب حکومت اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتی تو عوام از خود کریں، بہت سے کام ایسے ہیں جو حکومت کے ذمے ہوتے ہیں مگر حکومت نہیں کرتی تو عوام خود ہی وہ کام کر لیتے ہیں۔ جب حکومت قومی خزانے سے علماء کے مصارف ادا نہ کرے تو عوام کا فرض ہے کہ وہ از خود ادا کریں، اس ذمہ داری کو محسوس کریں کہ اللہ کے قانون کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے، اگر علماء اس کام کے لیے فارغ نہیں ہوں گے تو ہم اللہ کے قانون کے مطابق کیسے رہ سکیں گے، اس ضرورت کو محسوس کر کے علماء کے مصارف خود ادا کریں۔ جب ایسا ہو کہ نہ تو حکومت اس طرف توجہ دیتی ہو، نہ ہی عوام اپنے ذمہ سمجھتے ہوں بلکہ ملاؤں کو قوم پر بوجھ سمجھیں تو ایسی صورت میں کیا ہو، اس میں ہوتا یہ ہے کہ جو علماء واقعۃً علماء ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی سرکار کے لوگ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کبھی بھی انہیں لوگوں کا محتاج نہیں ہونے دیتے، اللہ تعالیٰ

اپنے سرکاری آدمی کو ویسے ہی چھوڑ دیں گے؟ دنیا کی کوئی معمولی سی بھی سرکار ایسی نہیں جو اپنے کسی کارندے کو ایسے ہی چھوڑ دے، اس کی دیکھ بھال اور کفالت حکومت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی سرکار کے کارندے کو کیسے چھوڑ دیں گے۔ اللہ نے حکومت پر فرض کیا کہ عوام سے وصول کر کے علماء کے مصارف اداء کرے، حکومت نہیں کر رہی تو عوام پر فرض کیا کہ براہ راست دو، وہ نالائق بھی نہیں دے رہے تو کیا اللہ یونہی چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے علماء کے لیے دو چیزیں پیدا فرما دیتے ہیں، ایک تو یہ کہ ان کے قلوب میں قناعت وتوکل پیدا فرما دیتے ہیں اور ان کے لیے غیب سے ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں کہ یہ کسی کے محتاج نہیں رہتے، ایک سبب تو یہ ہو جاتا ہے، اس طریقے سے اللہ تعالیٰ انہیں رزق پہنچاتے ہیں کہ جن کے ذمہ فرض کیا تھا وہ نہیں کر رہے تو میں کیسے چھوڑ دوں، اللہ نہیں چھوڑتا۔ دوسرا طریقہ یہ کہ رہتی دنیا تک اللہ کے کچھ بندے علماء سے عقیدت رکھنے والے ہونگے، ایسا تو قیامت تک نہیں ہوگا کہ سارے ہی فاسق فاجر بے دین بن جائیں، ہر زمانے میں کچھ ذی شعور اور باصلاح لوگ تو ہوتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ علماء کے مصارف ہمارے ذمے ہیں، پھر جب وہ علماء کو دیتے ہیں تو ان پر احسان نہیں سمجھتے بلکہ اپنا فرض سمجھ کر اداء کرتے ہیں، اگر کوئی عالم ان کی رقوم قبول کر لیتا ہے تو اس کا شکریہ اداء کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ علماء کے شکریہ کے منتظر رہیں خود انکا شکریہ اداء کرتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دینی کاموں کے لیے چندہ مانگنے والا اگر کہتا ہے شکریہ تو سمجھ لو کہ یہ کسی دینی کام میں نہیں لگائے گا خود کھا جائے گا، اس لیے کہ اگر دینی کام میں لگاتا تو دینے والا اس کا شکریہ اداء کرتا کہ یہ اس کی رقم کو قبول کر کے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے صحیح مصرف پر لگاتا ہے، اس لیے دینے والے کو چاہیے کہ اس کا شکریہ اداء کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی سرکار کے لوگوں کو غیر کا محتاج نہیں ہونے دیتے، کسی نہ کسی طریقے سے اللہ ان کا کفیل ہو جاتا ہے۔

تمام مسلمانوں کو عالم بنانا مقصود نہیں:

ایک بات لوگ بہت پوچھتے رہتے ہیں کہ اگر سب لوگ مولوی بنتے چلے گئے تو پھر دنیا کے دوسرے دھندے کون سنبھالے گا۔ بے دین لوگوں کو اشکالات بہت ہوتے ہیں بہت زیادہ، اس بارے میں ایک تو مختصر جواب دیا کرتا ہوں پھر سارے خاموش ہو جاتے ہیں، پہلے وہی بتا دوں وہ یہ کہ بھنگی کے سوا آپ زندہ رہ سکتے ہیں؟ اگر بھنگی ایک دن کی ہڑتال کر دیں تو آپ برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے دنیا میں سب سے زیادہ ضرورت بھنگی کی معلوم ہوتی ہے تو آپ اپنی اولاد کو بھنگی کیوں نہیں بناتے؟ اس کا جواب کوئی نہیں دیتا۔ اگر آپ لوگوں سے کوئی کہے کہ اگر دنیوی فنون نہیں سیکھیں گے، ڈاکٹر نہیں ہوں گے، انجنیئر نہیں ہوں گے، پائلٹ نہیں ہوں گے، فوجی نہیں ہوں گے تو پھر دنیا کے دھندے کیسے چلیں گے، تو ان سے پوچھیے کہ اگر بھنگی نہ ہوں تو کیا کریں گے، بھنگی کی تو بہت سخت ضرورت ہے، اس لیے اپنی اولاد میں سے کم از کم ایک کو تو بھنگی بنائیں، بھنگی بنانے پر کیوں تیار نہیں ہوتے، شیطان کی منطق ایک لمحے میں اڑ جاتی ہے، وہ کسی کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا:

﴿ان کیدالشیطان کان ضعیفا﴾

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ساری اولاد کو بلکہ ساری دنیا کو عالم بنانا ضروری ہے، علماء دنیا کے دھندوں سے روکتے نہیں بلکہ اسلام کے احکام میں سے تو یہ ہے کہ ہر کام بہتر طریقے سے کرو، اسلام مال و دولت اور منصب حاصل کرنے سے نہیں روکتا، وہ تو اس کی ترغیب دیتا ہے:

﴿واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم﴾ (۸۔۶۰)

کفار کے لیے مالی طاقت اسلحہ کی طاقت ہر قسم کی طاقت مہیا رکھو

کفار کو قوت جمع کر کے ڈراتے رہو ڈراتے رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المؤمن القوی خیر واجب الی اللہ من المؤمن الضعیف (صحیح مسلم)

قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر ہے۔ قوت کی کئی قسمیں ہیں، مالی قوت، جسمانی قوت، قلب کی قوت، دماغ کی قوت، دنیا میں اسلام کی اشاعت اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے ہر قسم کی قوت کا دخل ہے۔ مال نہیں ہوگا تو دشمن کا مقابلہ کیسے کریں گے، جسمانی قوت اور قلب کی قوت نہیں ہوگی تو کام کیسے کریں گے، اگر دماغی قوت نہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں تو بھی اسلام کی خدمت نہیں کر سکتے، دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کرنا ہر قسم کی قوت پر موقوف ہے۔ اسلام ہنر سیکھنے سے روکتا نہیں، دنیوی کمالات حاصل کرنے سے روکتا نہیں، مال و دولت اور منصب میں آگے بڑھنے سے روکتا نہیں، اسلام تو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ کرو اللہ کے قوانین کے مطابق کرو، اللہ کی حکومت کے تحت رہ کر کرو، اللہ کی حکومت کے خلاف نہ کرو، ایک حکم تو یہ ہے۔ دوسرا حکم اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا وجود ضروری ہے جو عوام کو اللہ کے قانون بتایا کریں، ایسا نہ ہو کہ سارے ہی دنیا کے دھندوں میں لگ جائیں، کوئی اللہ کا قانون بتانے والا ہی نہ رہے۔ اس کے بعد یہ سوچیں کہ دنیا میں مناصب حاصل کرنے کے لیے، مال و دولت کمانے کے لیے، کسی کے سامنے کئی مختلف طریقے ہوں تو وہ سب سے بہتر طریقہ اختیار کرے گا، کسی سے پوچھا جائے کہ پٹواری بننا چاہتے ہو یا کمشنر؟ وہ کہے گا کمشنر بننا چاہتا ہوں، اچھا وزیر اعلیٰ بننا چاہتے ہو یا وزیر اعظم؟ تو کہے گا وزیر اعظم بننا چاہتا ہوں۔ ہر شخص بہتر سے بہتر کو پسند کرتا ہے، اسی طرح کاروبار چلانے میں ضرورت تو سبھی کی ہے، بھنگی کی بھی ضرورت، موچی کی بھی ضرورت، صراف کی بھی ضرورت، اسی طریقے سے مختلف محکموں میں چپڑاسی سے لے کر بڑے افسروں تک ضرورت تو سب کی ہے

لیکن ہر شخص بہتر سے بہتر مقام کی کوشش کرتا ہے، دنیا کے جتنے بھی دھندے ہیں ان کا چلنا علماء پر موقوف ہے، ملاؤں پر موقف ہے۔ جیسے میں نے پہلے بتا دیا کہ ہر شخص کی تمنا تو یہ ہونی چاہیے کہ ملا بن جاؤں، میری اولاد بھی ملا بنے، دنیا پر حکمران ہو کر رہوں، تمنا تو یہ ہونی چاہیے، پھر اگر کسی میں ملا بننے کی صلاحیت نہیں تو چلیے ملاؤں کا خادم بن جائے، فوج بھی ملاؤں کی خادم، وزراء اور صدر وغیرہ سارے ملاؤں کے خادم، اللہ تعالیٰ نے حکومت تو ملاؤں کی رکھی ہے جس کی تفصیل میں نے بتا دی تو ہوس یہ ہو، تمنا یہ ہو، دعاء یہ ہو، کوشش یہ ہو کہ ہم ملا ہی بن جائیں، حاکم اعلیٰ بن جائیں اور اگر اس کی صلاحیت نہیں تو چلیے پھر وہ جس پرزے میں لگا دیں، کہیں جا کر اپنی نبض دکھائیں اور کہیں کہ حاکم اعلیٰ بننے کی صلاحیت ہمارے اندر پیدا فرما دیں، وہ کہیں کہ نہیں تمہارے اندر یہ صلاحیت نہیں، تم بھنگی کا کام کرو، چپڑاسی کا کام کرو یا ہوائی جہاز اڑایا کرو یا گاڑیاں چلایا کرو یا وزارت صدارت کرو، وہ تجویز کریں کہ اس کام کی صلاحیت آپ میں نہیں، آپ دوسرے کام میں لگیں۔ اب سوچیے کہ ملا دنیا کو کھلا رہے ہیں یا دنیا ملاؤں کو کھلا رہی ہے؟

ملاؤں کی اہمیت:

جب حکومت ملاؤں کی ہے تو معلوم ہوا کہ ملاؤں کے دم سے پوری دنیا ہے۔ ان کے ذریعے پوری دنیا کو رزق کیسے ملتا ہے اس کی دو سبب ہیں:

۱۔ سببِ ظاہری:

سبب ظاہری تو اس طریقے سے کہ جب حکومت ہے ہی اللہ تعالیٰ کی، جسے سمجھانے والے، اس پر عمل کرنے والے ملا ہیں، وہی یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اللہ کی مرضی کے مطابق کیسے چلے گی، جب اللہ کی مرضی کے مطابق حکومت نہیں چلتی تو سب تباہیاں بربادیاں ہوتی ہیں، یہ جتنی آفات ہیں، جتنے فسادات

ہیں، جتنے حادثات اور بربادیاں ہیں اسی لیے کہ یہ لوگ ملا کی حکومت کو تسلیم نہیں کر رہے اگر تسلیم کرلیں تو امن وعافیت سے رہیں، یہ حاکم اعلیٰ کے باغی ہیں۔

۲۔ سببِ باطنی:

سبب باطنی یہ ہے کہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی حکومت تسلیم کرلیں گے، جتنے زیادہ مطیع ہوں گے، بغاوت چھوڑیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت آئے گی، جو تسلیم نہیں کرتے، بغاوت کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت نہیں ہورہی بلکہ برکت کی بجائے الٹا عذاب آرہے ہیں۔ یہ تو ہوگیا اس اشکال کا جواب کہ سب کو مولوی بنادیں تو حکومت کیسے چلے گی۔

فساد کی وجہ سے کام بند نہیں کیے جاتے:

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ ہم تو ملاؤں کو دیکھ رہے ہیں ان کی حرکتیں ایسی ایسی ہیں۔ یہ اشکال اپنی جگہ پر صحیح ہے اور ایسے ملاؤں کی وجہ سے سب ملا بدنام ہورہے ہیں، مگر سوچنا یہ ہے کہ اگر کسی طبقے کے حالات درست نہ ہوں تو لوگ کیا کرتے ہیں، مثلاً عام شکایت ہے کہ جو بھی برسر اقتدار آتا ہے وہ بہت خراب ہوتا ہے، وزراء کے حالات صحیح نہیں، ان کے تحت جتنے بھی حکام ہیں ایک ایک کو دیکھ لیں ان کے حالات صحیح نہیں، یہ سوچ کر لوگ کیا کرتے ہیں، ایسا تو کوئی نہیں سوچتا کہ وہ یا اس کا بیٹا وزیراعظم نہ بنے یا حکومت کے کسی شعبے میں نہ جائے، بلکہ یہی سوچتے ہیں کہ اقتدار پر اچھے لوگوں کو لایا جائے، خود آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور صحیح طریقے سے ذمہ داری اداء کریں، اس کا علاج یہی ہے۔ تاجر ٹھیک نہیں تو اس پر کوئی تاجر یہ سوچنے کو تیار نہیں کہ وہ تجارت چھوڑ دے یا کوئی شخص تجارت کا پیشہ اختیار کرنا چاہے تو وہ یہ سوچ کر ارادہ نہیں بدل دیتا کہ تاجر بہت خراب ہوتے ہیں، صنعت کار ٹھیک نہیں ہوتے اس لیے صنعت کاری ہی چھوڑ دی جائے، حکومت کا

عملہ ٹھیک نہیں ہوتا تو کوئی بھی یہ نہیں سوچتا کہ حکومت کو ختم ہی کر دیا جائے، کوئی بھی حاکم نہ بنے، اگر کہیں فوج کی کوئی غفلت یا کوتاہی سننے میں یا دیکھنے آئی تو کوئی فوج میں بھرتی نہ ہو کہ یہ سارے ایسے ہی ہوتے ہیں، یہ تو کوئی بھی نہیں سوچتا کہ سیاسی لوگ ٹھیک نہیں ہوتے اس لیے سیاست ہی چھوڑ دو، ہر طبقے کے بارے میں جہاں کسی کا کوئی عیب نظر آتا ہے یا کوئی بات سننے میں آتی ہے تو اس کا علاج ہر شخص کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ چھوڑیں نہیں بلکہ اچھے لوگ آگے بڑھیں تاکہ دنیا میں صحیح نظام قائم ہو، اسی پر ملاؤں کو قیاس کرلیں، اگر بہت سے ملاؤں کے حالات خراب ہیں تو وہ درحقیقت ملا نہیں ہیں، دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھیں، اپنے اندر اخلاص پیدا کریں، صحیح معنی میں ملا بننے کی کوشش کریں تاکہ خراب قسم کے ملاؤں پر صحیح قسم کے ملاؤں کا غلبہ ہو جائے۔ ملاؤں میں جتنی خرابیاں دیکھنے سننے میں آرہی ہیں ان کی وجہ سے ملا بننے سے ڈرنا، اولاد کو ملا بنانے سے بچنا، ملاؤں کی شکایت کرنا، یہ طریقہ تو غلط ہے، ایسے تو اور زیادہ خرابیاں پیدا ہوں گی، اصلاح کی صورت تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ صحیح لوگ ملا بنیں۔ ایک مثال بھی بتادوں، بہت سے علماء کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں میں بہت خرابیاں ہیں، وہ خرابیاں گنوانا شروع کردیتے ہیں کہ یہ خرابی تو میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں میں وہ خرابیاں نہیں ہیں، وہ سمجھدار ہیں، جنہیں دین کی حدود پر استقامت حاصل ہے، وہ تبلیغ میں زیادہ سے زیادہ لگیں، اپنا غلبہ حاصل کریں، اپنی اکثریت پیدا کریں اور دوسروں کی بھی اصلاح کریں، جو لوگ قوانینِ شریعت کی رعایت رکھتے ہیں، انہوں نے تبلیغی جماعت میں نکلنا چھوڑ دیا، جب سارے کے سارے عامی ہی بھرتی ہوتے رہیں گے تو طرح طرح کے فساد برپا ہوں گے۔ یہ اس اشکال کا جواب ہو گیا کہ ملاؤں میں بہت سے لوگ خراب ہیں اس لیے ہم اپنی اولاد کو ملا نہیں بناتے۔ آپ انہیں درست کریں، درست ایسے کریں کہ اچھے ملا بھرتی کریں۔

صحیح ملا کی علامت:

وہ ملا جن کی حکومت اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کے اوپر رکھی ہے، بادشاہ ان کے تحت ہیں، ان کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں یہ حقیقت ڈال دیتے ہیں کہ تم ہماری سرکار کے آدمی ہو، تمہارا مقام دنیا بھر کے بادشاہوں سے بلند تر ہے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ یہ حقیقت اتار دیتے ہیں۔ جس کے دل میں یہ بات رچی بسی ہو کہ دنیا کے بادشاہ میرے تابع ہیں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بادشاہوں سے زیادہ بلند ہے، وہ کسی کی طرف اپنی حاجت کیسے لے جائے گا، وہ بادشاہوں سے مستغنی رہے گا، اپنے حالات میں معاملات میں صرف اور صرف اس کی نظر اللہ پر رہے گی، غیر سے مستغنی رہے گا، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ غناڈال دیتے ہیں، وہ غیر کے سامنے کیسے جھکے گا، اس کی طبیعت میں ذرا سا بھی میلان کسی بادشاہ کی طرف نہیں جا سکتا خواہ وہ کتنا بڑا بادشاہ ہو، ایسے حضرات کے قصے میرے مواعظ ''علماء کا مقام'' اور ''محبت الٰہیہ'' میں شائع ہو چکے ہیں وہاں دیکھیں۔ پھر جیسے میں نے بتایا تھا کہ ملا کے رزق میں ایک تو اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتے رہتے ہیں۔

﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (۶۵: ۲، ۳)

''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے''۔

دوسرا طریقہ یہ بتایا تھا کہ رہتی دنیا تک کچھ نہ کچھ باصلاح لوگ رہیں گے، یوں انہیں رزق ملتا رہے گا۔

باصلاح لوگوں کی علامت:

اس کی علامت کہ وہ لوگ باصلاح ہیں یا نہیں، ان سے کوئی خدمت قبول کی جائے یا نہ کی جائے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ ایسے علماء کرام کے قلوب میں ایسی بصیرت وفراست عطاء فرما دیتے ہیں جس سے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص جو پیشکش کر رہا ہے واقعۃً اس کے قلب میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہمیں بادشاہوں سے بڑا سمجھتا ہے، اس کی قلبی صلاحیت کو قرائن سے بھانپ لیتے ہیں کہ اس کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں کہ علماء کا مقام سلاطین سے بڑھ کر ہے، اگر وہ ان کے معیار کے مطابق ہوتا ہے تو خدمت قبول کرتے ہیں اور اگر نالائق ہوتا ہے تو اسے بھگا دیتے ہیں، اس سے خدمت نہیں لیتے۔ یہ حضرات اگر کسی سے خدمت قبول نہیں فرماتے تو اس میں تین قسم کے مصالح ہوتے ہیں:

1. کبھی تو اس بادشاہ یا دنیوی لحاظ سے بڑے شخص کی دینی مصلحت ہوتی ہے کہ اس سے خدمت قبول نہ کی جائے، اگر اس سے خدمت قبول کر لی تو اس کے دین کو نقصان پہنچے گا۔

2. کبھی اپنے دین کی مصلحت ہوتی ہے، اگر اس سے خدمت قبول کر لی تو ہمارا دینی نقصان ہوگا، اس لیے وہ قبول نہیں فرماتے۔

3. اگر اس سے کوئی خدمت قبول کر لی تو عوام کے دین کو نقصان پہنچے گا، اپنے لیے بھی خطرہ نہیں، اس کے لیے بھی خطرہ نہیں، عوام کے لیے خطرہ ہے۔

بہر حال ملا کسی سے کوئی خدمت قبول کرے یا نہ کرے وہ اس پر موقوف ہے

کہ خادم کے قلب میں صلاحیت ہو۔ صحیح ملا وہ ہے جس کا تعلق مع اللہ اتنا قوی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اس عطاء کو عطاء سمجھے، اللہ نے اسے اپنی سرکار کا شخص بنا دیا ہے تو یہ بھی اس نعمت کی قدر کرے، خود کو اللہ کی سرکار کا آدمی سمجھے۔ جو اللہ کی سرکار کا آدمی بن گیا اور اس کے قلب میں یہ حقیقت راسخ ہوگئی تو پوری دنیا اس کے سامنے مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، وہ کسی کی بھی پروانہیں کرے گا، یہ تو ہوگئی صحیح ملا کی علامت۔ عوام یا اہل ثروت جو ملاؤں کی خدمت کرنا چاہیں، ان کی علامت بھی میں نے بتا دی کہ صحیح کون ہوتے ہیں، وہ جو واقعۃً ملاؤں کو حکام وسلاطین سے بڑا سمجھیں، جب دونوں میں صلاحیت ہوگی تو دنیا کا نظام صحیح چل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زمانے کے سب ملاؤں کو حقیقی ملا بنا دیں۔

وصل اللھم وبارک وسلم علی عبدک
ورسولک محمد وعلٰی اله وصحبه اجمعین
والحمدلله رب العالمین.

مُنکراتِ محرّم

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: منکراتِ محرم

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: صفر ۱۴۲۱ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

منکراتِ محرم

(محرم ۱۳۹۶ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللّٰہ (۳.۱۱۰)

آج کی مجلس میں ماہ محرم سے متعلق اہم باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ جن میں سے نمبر اول کے سوا باقی سب منکرات اور بدعات ہیں۔

❶ روزہ رکھنا:

سب سے پہلے روزہ کا بیان کرتا ہوں، اس لئے کہ جو چیز سنت ہے اسے پہلے ہی بیان کرنا چاہئے، اگرچہ لذیذ دوسری چیزیں ہیں۔ شیطان کے بندوں کو شیطان کی عبادت میں لذت زیادہ آتی ہے۔ مگر اللہ والوں کو اللہ کی عبادت میں اس سے کہیں زیادہ لطف اور مزا آتا ہے اور بعض لوگ دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں گویا یوں سمجھتے ہیں۔

حج بھی کعبہ کا کیا اور گنگا کا اشنان بھی
خوش رہے رحمٰن بھی راضی رہے شیطان بھی

مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے، دونوں کو راضی کرنے سے شیطان تو راضی ہوگا مگر رحمٰن راضی نہ ہوگا، وہ تو جب راضی ہوگا کہ آپ لا الہ الا اللہ کہہ کر اس کے مقتضیات پر عمل کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں اور شیطان اللہ کی عبادت چھڑانا نہیں چاہتا وہ تو صرف اتنا چاہتا ہے کہ کچھ اس کی بھی عبادت کی جائے۔

بہرحال ان دنوں میں سنت سے ثابت تو صرف ایک عبادت ہے اور وہ روزہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دسویں محرم کا روزہ رکھنا اتنا بڑا ثواب ہے کہ اس سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صغائر گناہ مراد ہیں، کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان دنوں میں یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں، تو فرمایا کہ اگر میں آیندہ سال زندہ رہا تو ایک روزہ اور ملا لوں گا، اس لئے دسویں کے ساتھ ایک روزہ اور ملا لینا چاہیے نویں یا گیارہویں۔

❷ محرم کی حقیقت:

اصلاح منکرات میں بات یہاں سے چلتی ہے کہ یہ مہینہ محترم و معظم ہے یا

منحوس ہے؟

شیعہ لوگ اس کو منحوس سمجھتے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک شہادت بہت بری اور منحوس چیز ہے، اور چونکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی ہے، اس لئے وہ اس میں کوئی تقریب اور خوشی کا کام شادی، نکاح وغیرہ نہیں کرتے۔

اس کے برعکس مسلمانوں کے یہاں یہ مہینہ محترم، معظم اور فضیلت والا ہے۔ محرم کے معنی ہیں محترم، معظم اور مقدس کے ہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینہ کو اس لئے فضیلت ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی، یہ غلط ہے، اس مہینے کی فضیلت اسلام سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ فرعون سے اس دن میں نجات ہوئی۔ اس نعمت پر اداءِ شکر کے طور پر اس دن کے روزے کا حکم ہوا، اور بھی بہت سی فضیلت کی چیزیں اس میں ہوئی ہیں، البتہ یوں کہیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں زیادہ فضیلت اس لئے ہوئی کہ ایسے فضیلت والے ماہ میں واقع ہوئی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں، نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہئیں، اس میں شادی کرنے سے برکت ہوگی۔ لیکن ہے یہ بڑی بات، اس لئے کہ بہت دنوں سے یہ غلط باتیں کوٹ کوٹ کر دل میں بھری ہوئی ہیں۔ سو سال کا رام بھرا ہوا جلدی سے نہیں نکلتا وہ نکلتے نکلتے ہی نکلتا ہے۔

۳ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حادثہ اگرچہ انتہائی المناک ہے، مگر شیعہ ذہنیت نے اسے حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے، عام مسلمانوں کے اذہان میں یہ غلط

بات جمادی گئی ہے کہ دنیا میں شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا اور کوئی سانحہ فاجعہ واقع نہیں ہوا، حالانکہ اس سے بدرجہا زیادہ مظلومیت کے بے شمار اندوہناک واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دیکھئے، مدافعت پر پوری قدرت کے باوجود ظلم عظیم پر کس قدر صبر واستقامت کے ساتھ جان دے دیتے ہیں، کیا اس کی نظیر کہیں دنیا میں ملتی ہے؟ مگر مسلمان اس خلیفۂ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہے کہ گویا یہ فرش وعرش کو لرزا دینے والا سانحہ واقع ہی نہیں ہوا، کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے، کسی کان کا اس طرف التفات، کسی قلم کو یہ جان فگار حادثہ لکھتے ہوئے، اوراق تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے کسی نگاہ کی توجہ، اس مظلومیت پر کسی دل میں احساس درد اور کسی آنکھ کو کبھی اشک بار دیکھا ہے، اس سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارکہ کا لہولہان ہونا، دانت مبارک کا شہید ہونا، چہرۂ انور کا زخمی ہونا اور اس سے نہ رکنے والا خون جاری ہونا، انگلی سے خون بہنا اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا شہید ہونا ہے، دنیا بھر کے اولیاء اللہ کا خون نبی کے ایک قطرۂ خون کے برابر نہیں، مگر یہاں تو زبان، کان، قلم، نگاہ، دل اور آنکھ سب ایک ہی کرشمہ میں مست ہیں، نہ کسی دوسرے صحابی کی شہادت کسی شمار میں، نہ کسی نبی کی، غور کیجئے کہ یہ شیعیت کا زہر نہیں تو اور کیا ہے؟

❹ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کہنے کی کیا حیثیت ہے:

''امام'' کا لفظ اہل حق کے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے اور شیعہ کے ہاں بھی۔ اہل حق کے ہاں اس کے معنی پیشوا، رہبر اور مقتدا کے ہیں، اور اہل تشیع کے ہاں امام عالم الغیب اور معصوم ہوتے ہیں، ان کے ہاں امام کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں ہم تو وہی معنی ملحوظ رکھتے ہیں جو اہل حق کے ہاں ہیں۔اس اعتبار سے تمام صحابہ، تابعین، اولیاء اللہ اور علماء امام ہیں۔اس لئے امام ابوبکر، امام عمر، امام عثمان، امام علی، امام ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنا چاہیئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النجوم امنة للسماء و اصحابی امنة لامتی. میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، سب کے سب امام ہیں جس کی چاہو اقتداء کرلو، ہر ستارے میں روشنی ہے جس سے چاہو روشنی حاصل کرلو، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امام بتایا، اس معنی سے سارے صحابہ اور سب تابعین اور تمام علماء کرام بھی امام ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ لوگ امام ابوبکر نہیں کہتے، امام عمر نہیں کہتے، امام حسن اور امام حسین کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلمانوں میں کہیں غیر سے آیا ہے، یہ تشیع کا اثر مسلمانوں میں سرایت کر گیا ہے۔اگر اہل حق علماء میں سے کسی نے ان حضرات کو امام کہہ دیا ہے تو انہوں نے اس کے صحیح معنی میں امام کہا ہے مگر اس سے مغالطہ ضرور ہوتا ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔حضرت مہدی کو امام مہدی علیہ السلام کہنا بھی تشیع کا اثر ہے۔

⑤ علیہ السلام کا اطلاق:

ایسے ہی ان کے لئے علیہ السلام بھی وہی لوگ کہتے ہیں جو انہیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں، اس سے بھی احتراز لازم ہے۔جس طرح دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا جاتا ہے وہی معاملہ ان حضرات کے ساتھ بھی رکھنا چاہیئے جس طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر ودیگر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں ایسے ہی دعائیہ کلمات حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی لکھے اور کہے جائیں۔

❻ مسلمانوں کے ناموں میں اہل تشیع کا اثر:

مسلمانوں کے ناموں میں بھی اہل تشیع کا اثر پایا جاتا ہے، مثلاً اصل نام کے ساتھ جس طرح محض تبرک کے لئے محمد اور احمد ملانے کا دستور ہے اسی طرح علی، حسن، حسین ملایا جاتا ہے۔ صدیق، فاروق، عثمان اور کسی صحابی کا نام بطور تبرک اصل نام کے ساتھ ملانے کا دستور نہیں۔ نسبت غلامی بھی علی، حسن، حسین کی طرف تو کی جاتی ہے مگر اور کسی صحابی کو گوارا نہیں کیا جاتا۔ عورتوں میں کنیز فاطمہ کا نام تو پایا جاتا ہے مگر خدیجہ، عائشہ ودیگر ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی کنیز کہیں سنائی نہیں دیتی۔ اس سے بھی بڑھ کر الطاف حسین، فضل حسین اور فیض الحسن جیسے شرکیہ نام بھی مسلمانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

❼ محرم میں ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا:

محرم کے مہینے میں بالخصوص نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ میں کھانا پکا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے، ایصال ثواب کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق نقد رقم کسی کار خیر میں لگادیں یا کسی مسکین کو دے دیں۔ یہ طریقہ اس لئے افضل ہے کہ اس سے مسکین ہر حاجت پوری کر سکے گا اور اگر آج اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لئے رکھ سکتا ہے، نیز یہ صورت ریا اور نمود سے پاک ہے۔ حدیث میں مخفی صدقہ دینے والے کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے جبکہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور تمازت کے سبب لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے۔ فضیلت کے لحاظ سے دوسرے درجے پر یہ صورت ہے کہ مسکین کی حاجت کے مطابق اسے صدقہ دیا جائے، یعنی اس کی ضرورت کو دیکھ کر اسے پورا کیا جائے۔ یہ ایصال ثواب کی صحیح

صورتیں ہیں۔ اب مروجہ طریقے کی قباحتیں سنئے:

1. جن ارواح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اگر ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھا گیا ہے تو یہ شرک ہے اور ایسا کھانا ما اھل لغیر اللّٰہ بہ (۵۔۳) میں داخل ہونے کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

2. عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقے میں دی جاتی ہے میت کو بعینہٖ وہی ملتی ہے، یہ خیال بالکل باطل اور لغو ہے۔ میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی بلکہ ثواب پہنچتا ہے۔ لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم (۲۲۔۳۷) میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جانور کا گوشت پوست نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچتا ہے۔

3. ایصال ثواب میں اپنی طرف سے یہ قیود لگائی گئی ہیں، صدقے کی متعین صورت یعنی طعام، مہینہ متعین، دن متعین، حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی، آپ جب چاہیں جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا سخت گناہ اور بدعت ہے بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے۔

۸ شہادت کے قصے سننا اور سنانا:

اس مہینے میں دیگر خرافات کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ اس مہینے میں مجلسیں اور جلسے کئے جاتے ہیں جن میں شہادت کے قصے سنے اور سنائے جاتے ہیں، اس میں ایک گناہ تو یہ ہے کہ اہل باطل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو شرعاً منع ہے۔ چنانچہ جب دس محرم کے روزے کے بارے میں بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا گیا کہ اس میں یہود روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ایک روزہ اور ملا لو، نویں یا گیارہویں، عبادت میں بھی مشابہت کی اجازت نہ دی۔

ان مجالس میں دوسری قباحت یہ بھی ہے کہ شہادت کے قصے سن کر صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی ہے، اور مسلمانوں میں بزدلی کا پیدا ہونا اسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے، اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں بلند ہمتی پیدا ہو، یہی وجہ ہے کہ قربانی میں یہ حکم ہے کہ جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کریں، ورنہ ذبح کے وقت موجود رہیں، اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ مسلمانوں میں عالی ہمتی اور قوت قلب پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی آنکھ سے بکرے کو ذبح ہوتا نہ دیکھ سکے وہ دشمن کو کب قتل کر سکے گا؟

اسلامی سال کی ابتداء کہاں سے ہو؟ سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔ اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ ہجرت کو سن کر مسلمانوں میں بلند ہمتی پیدا ہوگی اور دین کی خاطر محنت ومشقت برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اس کے برعکس میلاد سے ابتداء کرنے میں لہو ولعب میں اشتغال اور غفلت کا خطرہ تھا اور وفات سے شروع کرنے میں غم، صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی، جنگ بدر میں کفار کے ستر رئیس مارے گئے مگر مکہ میں جا کر دوسرے سرداروں نے اعلان کیا کہ خبردار! کوئی نہ روئے اور ماتم نہ کرے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، یہ حکم اسی لئے دیا گیا تھا کہ بزدلی نہ پیدا ہو۔

نیز یہ رونے رلانے کے قصے جو ان مہینوں میں سنائے جاتے ہیں اکثر غلط ہیں اس لئے ان کا سننا تو ویسے بھی ناجائز ہے۔ تاریخ پر اہل تشیع کا تسلط، ان تقیہ باز منافقین کا مسلمانوں میں گھس کر من گھڑت روایات کی اشاعت کرنا اور مسلمانوں کا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت وعقیدت کی وجہ سے مظلومیت کی ہر داستان کو صحیح باور کر لینا، یہ ایسے امور ہیں کہ ان کی وجہ سے قصہ شہادت کی صحیح حقیقت کا انکشاف ناممکن ہے، حتی کہ بظاہر معتبر ومستند کتابوں میں مندرجہ تفاصیل بھی قابل اعتماد نہیں، اکثر روایات آپس میں تضاد اور عقل واصول شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے یقیناً غلط ہیں، بلکہ نفس شہادت کے سوا اس کی تفصیل کا شاید ہی

کوئی جزئیہ ایسا ہو جس کی صحت پر پورا اعتماد کیا جاسکے، جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے والوں نے اپنی اس شقاوت پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو مسخ کرنے کی غرض سے جھوٹی روایات وضع کرنے میں اپنی مخصوص مہارت سے پورا کام لیا ہے۔

⑨ تعزیہ کا جلوس اور ماتم کی مجلس دیکھنا:

ان دنوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لئے جمع ہو جاتی ہے، اس میں گناہ ہیں، ایک یہ کہ اس میں دشمنان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دشمنان قرآن کے ساتھ تشبہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "**من تشبہ بقوم فھو منھم**" جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اسی میں شمار ہوگا۔

ہولی کے دنوں میں ایک بزرگ جا رہے تھے انہوں نے مزاح کے طور پر ایک گدھے پر پان کی پیک ڈال کر فرمایا کہ تجھ پر کوئی رنگ نہیں پھینک رہا، لو تجھے میں رنگ دیتا ہوں، مرنے کے بعد اس پر گرفت ہوئی کہ تم ہولی کھیلتے تھے اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس سے ان دشمنان اسلام کی رونق بڑھتی ہے۔ دشمنوں کی رونق بڑھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**من کثر سواد قوم فھو منھم**" جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہے۔

تیسرا گناہ یہ ہے کہ جس طرح کسی عبادت کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے۔ ایک بار کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جہاد کی مشق کر رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی عبادت کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اتنا اہتمام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کی غرض سے خود کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پردے میں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھتی رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس عبادت کے نظارے سے سیر ہو کر جب خود ہٹیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہٹے۔ غرضیکہ عبادت کو دیکھنا بھی عبادت اور گناہ کو دیکھنا بھی گناہ۔

چوتھا گناہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے ایسی غضب والی جگہ جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گزر ایسی بستیوں کے کھنڈرات پر ہوا جن پر عذاب آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی اور سواری کو بہت تیز چلا کر اس مقام سے جلدی سے گزر گئے، جب سید الاولین والاخرین، رحمۃ للعالمین، حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم غضب والی جگہ سے بچنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے تو عوام کا کیا حشر ہوگا۔ سوچنا چاہیے کہ اگر اللہ کے دشمنوں کے کرتوتوں سے اس وقت کوئی عذاب آ گیا تو کیا صرف نظارہ کے لئے جمع ہونے والے مسلمان اس عذاب سے بچ جائیں گے؟ ہرگز نہیں، بلکہ عذاب آخرت میں بھی یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے، اللہ تعالیٰ مستحق عذاب بنانے والی بداعمالیوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ جس طرح مبارک دنوں میں عبادت کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح معصیت پر زیادہ عذاب ہے۔

⑩ دسویں محرم کی چھٹی کرنا:

اس دن چھٹی کرنے میں کئی قباحتیں ہیں، ایک یہ کہ اس میں اہل تشیع کے ساتھ تشبہ ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی تائید وتقویت ہے۔

دوسری قباحت یہ کہ اس دن شیعہ اپنے مذہب کے لئے بے پناہ مشقت اور سخت محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کے برعکس مسلمان تمام دینی ودنیوی کاموں کی

چھٹی کر کے اپنی بے کاری اور بے ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تیسری قباحت یہ کہ چھٹی کی وجہ سے اکثر مسلمان تعزیہ کے جلوسوں اور ماتم کی مجلسوں میں چلے جاتے ہیں جس پر کئی گناہوں کا بیان اوپر نمبر ۹ میں گزر چکا ہے۔

⓫ دس محرم میں اہل وعیال پر وسعت رزق:

حدیث ہے کہ اس روز جو اپنے اہل وعیال پر وسعت رزق کرے تو پورا سال وسعت رزق ہوگی، **من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها** مشہور محدثین نے اس کو غیر ثابت قرار دیا ہے، بفرض ثبوت اس سے اس لئے احتراز لازم ہے کہ لوگ اس کو ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت نے اس میں ثواب نہیں بتایا، اسے ثواب سمجھنے سے یہ کام بدعت بن جائے گا، **کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار** اگر کوئی کہے کہ میں تو یہ کام صرف وسعت رزق کے لئے کرتا ہوں میں اسے ثواب کی نیت سے نہیں کرتا، تو اس سے کہا جائے گا کہ آپ کے اس فعل سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، ایسے وقت میں فقہ کے قاعدے کے مطابق اس کا ترک واجب ہے، چنانچہ حکم ہے: **اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة فترکه واجب** ''جب معاملہ سنت اور بدعت میں دائر ہو تو ترک واجب ہے'' اور یہاں تو معاملہ سنت و بدعت کا نہیں بلکہ جائز اور بدعت کا ہے یہاں تو بطریق اولیٰ ترک واجب ہوگا۔

نیز وسعت رزق کے اور بھی تو کئی نسخے ہیں جن میں سب سے بڑا نسخہ گناہوں سے بچنا اور توبہ واستغفار ہے، یہ نسخۂ اکسیر قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے، اسے چھوڑ کر کھانے پینے والا نسخہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ میٹھا ہے اور وہ کڑوا۔ مگر یاد رکھئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کی زندگی سے توبہ کر کے اپنے مالک کو راضی نہیں کرتے کوئی نسخہ کارگر نہ ہوگا۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد وفغاں پایا
کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہوجائے

اللہ تعالیٰ سب کو دین کا صحیح فہم اور کامل اتباع کی نعمت عطاء فرمائیں۔

چونکہ مذکورہ منکرات میں اکثر کا تعلق محرم کے مہینے سے ہے اور عذاب بھی انہی پر زیادہ ہے، اس لئے اس مجموعہ کا نام تغلیباً ''منکرات محرم'' تجویز کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت کی دولت سے نوازیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک

محمدٍ وعلی الہٖ وصحبہٖ اجمعین

والحمدللّٰہ رب العٰلمین

مرض وموت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: مرض وموت

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۲ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

مرض وموت

کے

احکامِ شرعیہ وبدعاتِ مروجہ

(۲۹، صفر ۱۴۱۶ھ)

الحمدللّٰه نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سياٰت اعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضللّٰه فلا هادى له ونشهدان لا اله الا اللّٰه وحده لاشريك له ونشهدان محمدًا عبده ورسوله صلى اللّٰه تعالى عليه وعلى اٰله وصحبه اجمعين.

امابعد فاعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم،

﴿اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينًا﴾ (۵.۳)

معاشرے میں مریض کی عیادت، میت کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ، دفن، تعزیت اور ایصال ثواب سے متعلق کیسی کیسی خرافات، منکرات و بدعات عام ہو چکی ہیں، عوام تو عوام علماء بھی ان میں مبتلاء ہیں آج ان کے بارے میں بیان کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ اسے امت کے لئے نافع بنادیں اور اصلاح عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

درسِ عبرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿کفی بالموت واعظا﴾ (طبرانی)

''نصیحت کے لئے موت کا دھیان کافی ہے۔''

موت کو یاد کرنا، موت کو سوچنا، کسی میت کو دیکھنا، کسی کی موت کی خبر سننا یہ بہت بڑا وعظ ہے۔ اگر اس پر توجہ کریں تو یہ ہدایت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

یا صاحبی لاتغترر بتنعم
فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃً
فاعلم بانک بعدھا محمول

موت کی خبر سن کر سوچا کریں کہ جس تنعم میں جس ناز میں عیش و عشرت میں دنیا کی ہوس میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں یہ سب کچھ فانی ہے فانی، آج کسی کا جنازہ اٹھائے لئے جا رہے ہیں ایسے ہی ایک دن لوگ تیرا جنازہ بھی اٹھائے لئے جا رہے ہوں گے، اس سے عبرت حاصل کیا کریں۔

موت کا یقین دل کی گہرائی میں اتار لیں:

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا:

﴿کل نفسٍ ذآئقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحیٰوة الدنیا الامتاع الغرور٥﴾ (۱۸۵.۳)

ہر ذی روح کو مرنا ہے پھر حساب و کتاب ہوگا پھر جنت یا جہنم۔
یہ یقین رکھیں کہ ایک دن موت ضرور آئے گی جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

دوسروں کی موت سے عبرت حاصل کریں۔

واذا سمعت بھالک فتیقنن
ان السبیل سبیلہ فتزود

کسی مرنے والے کی خبر سننے میں آئے تو یہ یقین دل میں اتارنے کی کوشش کیا کر کہ ایک دن تجھے بھی مرنا ہے اس کے لئے کچھ تیاری کر۔ فتیقنن اس کا یقین کرلو کہ موت آنے والی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو پہلے سے یقین ہے کہ مرنا ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے کہ تو نہیں مرے گا تو وہ کہے گا کہ نہیں نہیں میں ضرور مروں گا یعنی یہ بات سب جانتے ہیں کہ مرنا ہے لیکن یہ یقین دل کی گہرائی میں اترا نہیں۔ جس یقین پر ثمرات مرتب نہ ہوں نتائج مرتب نہ ہوں وہ یقین بیکار ہے اس کا کیا فائدہ؟ اللہ کرے کہ موت کا یقین دلوں میں اتر جائے۔

فکر آخرت:

﴿وبشر الصبرین الذین اذآ اصبتھم مصیبة قالوآ انا للّٰه وانا الیه رجعون۝﴾ (۱۵۶.۲)

اللہ تعالیٰ نے اس میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا بہت قیمتی نسخہ عطاء فرمایا، وہ یہ کہ یہ سوچا کریں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اسی کے پاس پہنچنے والے ہیں۔

جب لوگ کسی کی موت کی خبر سنتے ہیں تو کہتے ہیں:

﴿انا للّٰه وانا الیه رجعون۝﴾

مگر ان کے حالات دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات صرف زبان کی نوک پر ہیں دلوں میں استحضار نہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ دل میں اس بات کا استحضار ہو کہ ہم اللہ کی ملک ہیں۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی اطاعت میں صرف ہو اس مالک کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔ یہ جان اسی کی دی ہوئی ہے سب نعمتیں اسی کی عطاء کردہ ہیں، ہم پر لازم ہے کہ مالک کی نعمتوں کا شکر اداء کریں اور شکر کیسے ہوتا ہے کہ مالک کی نافرمانی سے بچیں کیونکہ بالآخر ایک دن آنے والا ہے جب اللہ کے سامنے پیشی ہوگی اور تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا، اس دن فیصلہ ہوجائے گا:

﴿فریق فی الجنة وفریق فی السعیر۝﴾ (۷.۴۲)

دوسروں کی موت پر انا للہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ سوچیں کہ یہ تو چلا گیا ہم بھی اسی قطار میں کھڑے ہیں ہر گزرنے والا لمحہ ہمیں موت سے قریب کر رہا ہے ابھی وقت ہے، ابھی مہلت عمل باقی ہے، اصلاح کی فکر کریں۔

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کریں اس کی حفاظت کریں کیونکہ جب بلاوا آجائے گا تو پھر کوئی روک نہیں سکے گا۔

اک جنازے پر میں گزرا اور حسرت سے کہا
میں بھی مل لیتا اگر یہ اور جیتا ایک دن
بولی مایوسی ارے ناداں جب آجاتی ہے موت
ایک دم بھی زندگی مشکل ہے کیسا ایک دن

کسی کی موت کو دیکھ کر ہونا تو یہ چاہئے کہ اپنی موت یاد آجائے اور اللہ کی طرف انابت اور فکر آخرت پیدا ہو سب گناہوں سے توبہ کر کے آخرت کی تیاری شروع کر دیں اور اس میت کے بھی تمام کام سنت کے مطابق کریں کوئی بدعت کوئی گناہ نہ ہونے پائے مگر معاملات اس کے برعکس ہو رہے ہیں۔

میت کی تصویر کھینچنا:

میت کی تصویریں کھینچتے ہیں نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے دینی اداروں میں اور بڑے بڑے علماء کے ساتھ یہ معاملہ کیا جا رہا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں۔ جب نماز جنازہ ہو رہی ہوتی ہے اس وقت بھی تصویریں کھینچتے ہیں۔ ایسے موقع پر کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی دعاء کرنی چاہئے وہاں لعنت والے کام کرتے ہیں۔ یاد رکھے! جہاں ایک تصویر بھی ہوگی وہاں عذاب ہی عذاب کے فرشتے ہوں گے رحمت کا فرشتہ وہاں ایک بھی نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر سازوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے مگر حجرۂ مبارکہ میں داخل ہونے کی بجائے باہر دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے اور چہرۂ انور پر غصہ کے آثار ظاہر ہونے لگے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ

منظر دیکھا تو ڈرتے ڈرتے دریافت کیا:

یارسول اللہ! مجھ سے کون سا گناہ صادر ہو گیا کہ آپ حجرہ کے اندر تشریف نہیں لا رہے؟ اور چہرہ مبارک بھی متغیر نظر آ رہا ہے؟ میں اس گناہ سے توبہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تکیے پر تصویر بنی ہوئی ہے، جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ جہاں رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے جاتے وہاں اللہ کی رحمت کہاں سے آئے گی؟

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کسی خاص وقت میں آنے کا وعدہ کیا، وقت مقرر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتظر رہے مگر جبریل علیہ السلام نہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے لاعلمی میں کتے کا بچہ گھس آیا ہے آپ نے اسے نکلوا دیا، اس کے بعد جبریل علیہ السلام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ خلافی کی وجہ دریافت فرمائی حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے جو کتے کا بچہ بیٹھا تھا اس کی وجہ سے میں نہیں آیا، جہاں کتا یا تصویر ہو وہاں ہم داخل نہیں ہوتے۔ ذرا سوچئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہیں، جبریل علیہ السلام وعدہ کے باوجود گھر میں لاعلمی کی حالت میں تصویر یا کتا گھس آنے کی وجہ سے نہیں آ رہے۔ بتائیے! ایسے جنازوں پر رحمت ہوگی یا عذاب؟ خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔

دفن میں تاخیر کرنا:

اس میں بھی بہت بڑی قباحت ہے۔ تین اوقات میں نماز جنازہ کے سوا ہر قسم کی نماز مکروہ ہے:

❶ جب آفتاب نکل رہا ہو اس وقت سے لے کر دس منٹ بعد تک۔ یہ کراچی کے لئے ہے، مختلف علاقوں میں اور مختلف موسموں میں یہ اوقات مختلف ہوتے

ہیں۔

❷ نصف النہار سے تقریباً پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد تک۔

❸ غروب آفتاب سے پندرہ منٹ پہلے سے لے کر غروب تک۔ یہ بھی کراچی کے لئے ہے دوسرے مواضع میں اس کی مقدار مختلف ہے۔

ان اوقات میں ہر قسم کی نماز مکروہ تحریمی ہے، مکروہ تحریمی کا مطلب یہ ہے کہ حرام ہے۔ البتہ اگر عصر کی وقتی نماز نہیں پڑھی تو اسے چھوڑیں گے نہیں اس وقت میں بھی اسے پڑھیں گے تأخیر کا گناہ تو ہوگا مگر چھوڑی نہیں جائے گی۔ ان تین اوقات میں ہر قسم کی نماز حرام ہے مگر نماز جنازہ کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا ہو تو تأخیر نہ کریں بلکہ اسی وقت نماز جنازہ پڑھ لیں۔ طلوع کے وقت دس منٹ اور دوپہر کے وقت بھی زیادہ سے زیادہ دس منٹ اور غروب کے وقت زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ تأخیر کی بھی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ جیسے جنازہ تیار ہوا اسی وقت پڑھو تأخیر نہ ہونے پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو جلدی دفن کرو اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو جیسے ہی اس کی روح قبض ہوتی ہے اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے وہ چلاتا ہے کہ مجھے جلدی پہنچاؤ اور اگر وہ فاسق فاجر ہے تو زندگی میں بھی وہ معذب تھا اور حالت موت میں بھی اس پر اللہ کا قہر اور عذاب ہے، ایک معذب شخص کو اپنے گھر میں رکھ کر مستحق عذاب کیوں بن رہے ہو اسے جلدی پہنچاؤ۔ ان حدیثوں کو معلوم نہیں علماء نے کیا کر دیا پڑھتے پڑھاتے تو رہتے ہیں مگر اس حکم پر عمل نہیں ہو رہا۔

میت کی رونمائی:

رونمائی کی رسم کے لئے میت کو کئی کئی گھنٹے رکھے رہتے ہیں۔ لوگ دور دور سے چہرہ دیکھنے کے لئے آتے ہیں اس میں کئی قباحتیں ہیں:

❶ ابھی میں نے تفصیل بتائی تھی کہ عام نمازوں کے لئے مکروہ اوقات میں بھی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تأخیر نہ کی جائے، جب کراہت وقت کی وجہ سے بھی شریعت نے دس پندرہ منٹ تأخیر کی بھی اجازت نہیں دی تو رونمائی کی بدعت کے لئے گھنٹوں گھنٹوں تأخیر کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

❷ مسئلہ یہ ہے کہ میت کو قریب تر رشتہ دار یا بہت ہی خاص محبت رکھنے والے نہلائیں دوسرے لوگ قریب نہ آنے پائیں دوسروں سے پردہ کریں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ کبھی موت کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ چہرہ وغیرہ پر کوئی تغیر آجاتا ہے اس حالت میں جن لوگوں کو محبت ہے وہ تو اس عیب کی کوئی تأویل کریں گے تأویل نہ بھی سمجھ میں آئی تو چھپائیں گے اور جن لوگوں کا ایسا گہرا تعلق اور ایسی محبت نہیں وہ اسے مشہور کریں گے کہ دیکھئے یہ مرا تو چہرہ بگڑ گیا پھر اس کے عیوب کا چرچا کرنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس کا بندہ جب مرے تو لوگوں میں اس کی رسوائی ہو اس کے عیوب لوگوں کی زبان پر آئیں اور وہ ان کی تشہیر کریں اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی ستر فرماتے ہیں، وہ ستار ہیں ستار۔ آگے وہ بندہ کے ساتھ جو بھی معاملہ فرمائیں مگر دنیا میں اس کی رسوائی اور ذلت وخواری کیوں ہو۔ جب نہلانے کے بارے میں یہ قانون ہے تو رونمائی کے لئے لوگوں کو جو دعوت عام دی جاتی ہے وہ اس حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے یا نہیں؟

❸ لوگ اسے کار ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں محض محبت کی بات ہے۔ وداع کرتے وقت اس خیال سے دیکھ لینا جائز ہے کہ آخری بار دیکھ لیں پھر تو اس کی صورت دنیا میں نظر نہیں آئے گی بشرطیکہ دوسری قباحتیں جو ابھی بتائی ہیں وہ نہ ہوں۔ مگر لوگ اسے کار ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں۔

ایک بار میں ایک جنازے میں جار ہا تھا تو دو تین شخص آپس میں باتیں کرتے ہوئے جار ہے تھے ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ اگر میت کا منہ دیکھنے سو میل دور سے سفر کر کے آنا پڑے تو بھی آنا چاہئے اس لئے کہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔ کسی جائز کام میں بلاثبوت ثواب بتانا بدعت ہے تو جو کام ہی ناجائز ہو شریعت نے اس سے منع کیا ہو اور عقلی لحاظ سے بھی اس کی قباحت ظاہر ہو جس کی تفصیل میں نے ابھی بتائی ہے اس میں ثواب کا عقیدہ رکھنا کتنی بڑی بدعت اور کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا:

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی رسم بھی عام ہوگئی ہے یہ بھی ناجائز ہے ایسے ایسے مسائل تو بہشتی زیور تک میں بھی لکھے ہوئے ہیں بڑی بڑی کتابوں کو چھاننے کی ضرورت نہیں، بہشتی زیور پڑھا کریں اس میں بھی یہ ہے کہ دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں جہاں انتقال ہوا اسی شہر میں دفن کیا جائے۔

متعدد بار جنازہ پڑھنا:

متعدد بار نماز جنازہ پڑھنا یعنی کچھ لوگوں نے پڑھ لی اس کے بعد پھر کچھ دوسرے آئے انہوں نے پڑھ لی یا میت کو کسی دوسری جگہ لے گئے وہاں لوگوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لی، دو دو تین تین بار نماز جنازہ پڑھی جارہی ہے یہ بھی ناجائز ہے۔ نماز جنازہ ایک ہی بار ہوتی ہے دو تین بار نہیں۔ ساتھ ساتھ یہ لوگ اللہ کو فریب دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں میت کے بیٹے سے کہتے ہیں کہ آپ ذرا ایک طرف ہو جائیں چونکہ دو تین بار نماز جنازہ پڑھنی ہے۔ اس لئے بیٹے کو کہیں چھپا دیا، دوسرے لوگوں نے نماز پڑھ لی تو صاحبزادے سے کہا کہ آپ نکل آئیں اب دوبارہ نماز پڑھی جائے گی، اس میں دو فساد ہیں:

❶ نماز جنازہ پڑھانے میں محلہ کی مسجد کے امام کا حق میت کے رشتہ داروں سے مقدم ہے بشرطیکہ امام میت کے قریب تر رشتہ دار سے دینی اعتبار سے افضل ہو۔ یہ حکم اگرچہ واجب نہیں مستحب ہے مگر چونکہ اس سے جہالت اور غفلت اس قدر عام ہے کہ عوام و خواص میں سے کسی کو بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں اس لئے اس کی اصلاح ضروری ہے۔

❷ ولی میت کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق اس صورت میں ہے کہ اس کی رضا و اجازت کے بغیر کسی نے نماز جنازہ پڑھا دی ہو، آج کل دوسری بار نماز پڑھانے کا جو حیلہ مروجہ ہے اس میں ولی میت اگرچہ پہلی نماز میں شریک نہیں ہوتا مگر یہ پہلی نماز بھی اس کی رضا و اجازت سے ہوتی ہے، حکم شریعت کے خلاف ایک منصوبہ بنا کر ولی میت کو الگ کر دیا جاتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان دغا باز مسلمانوں کو ہدایت دیں۔

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں، بدعت ہے۔

وقف زمین میں دفن کرنا:

ایک بہت بڑی قباحت، بہت بڑا فساد دین میں یہ پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں نے علماء کو مسجد یا مدرسہ سے ملحق دفن کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس میں تین گناہ ہیں:

❶ جو زمین جس مقصد کے لئے وقف ہو اسے کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز نہیں، اس قاعدہ کے مطابق مدرسہ کے لئے جو زمین وقف ہو گی اس میں کسی کو دفن کرنا جائز نہیں خواہ مدرسہ کا متولی ہو، بانی ہو، کارکن ہو کچھ بھی ہو کتنا ہی

بڑا عالم ہو، بزرگ ہو۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً فیصلہ تحریر فرمادیا ہے کہ اگر کسی کو وقف زمین میں دفن کردیا تو متولی کو یہ اختیار ہے کہ چاہے تو اس میت کو نکلوادے اور چاہے تو قبر کو اوپر سے برابر کروادے قبر اٹھی ہوئی نہ رہے، قبر کا نام ونشان تک باقی نہ رہے اور اس جگہ کو اس کے مصرف میں استعمال کیا جائے۔

❷ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ کسی مسجد یا مدرسہ کے بنانے والے کو اس مسجد یا مدرسہ میں اس سے ملحق یا اس کے دروازہ کے پاس دفن کرنا بدعت ہے کتب فقہ میں صراحۃً یہ فیصلے موجود ہیں مگر شاید آج کے علماء نے یہ سوچ رکھا ہے کہ ان کتابوں کو صرف پڑھنا پڑھانا ہے ان پر عمل نہیں کرنا ان پر عمل فرشتے کریں گے۔

❸ عام مسلمانوں کے قبرستان سے کسی کو الگ دفن کرنا اس کی دلیل ہے کہ یہ عام مسلمانوں میں رہنا پسند نہیں کرتا۔

خواہ کوئی کتنا بڑا علامہ ہو، کتنا بڑا بزرگ ہو عام مسلمانوں کے قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہئے۔

اب مریض کی عیادت، اہل میت کی تعزیت اور ایصال ثواب کی بدعات سنئے۔

عیادت، تعزیت، ایصال ثواب:

ترتیب کے لحاظ سے عیادت میں مروجہ فسادات کا بیان سب سے پہلے ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ عیادت وتعزیت میں بعض فسادات مشترک ہیں اس لئے عیادت کے فسادات کو شروع میں بیان کرنے کی بجائے اب تعزیت اور ایصال ثواب کی بدعات کے بیان سے پہلے بتانا چاہتا ہوں۔

طریقۂ عیادت:

کسی مریض کی عیادت کے لئے جائیں تو زیادہ دیر تک بیٹھنا جائز نہیں، زیادہ دیر بیٹھنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے:

﴿عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم العیادة فواق ناقة وفی حدیث سعید بن المسیب مرسلا افضل العیادة سرعة القیام، رواہ البیهقی فی شعب الایمان﴾

یہ دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث کا مطلب سمجھنا لفظ ''فواق'' کی تفسیر پر موقوف ہے، اونٹنی کا دودھ دوہنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار تھنوں سے پورا دودھ نکالنے کے بعد اس کے بچے کو چھوڑتے ہیں وہ تھنوں کو چوستا ہے تو ذرا سی دیر میں مزید دودھ اتر آتا ہے پھر بچے کو ہٹا کر دوبارہ اترا ہوا دودھ نکال لیتے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب سمجھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت اتنی مختصر ہونی چاہئے، جیسے فواق۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ عیادت کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جلدی اٹھ جائیں۔

لطائف:

❶ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کچھ لوگ عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور زیادہ دیر تک بیٹھے رہے پھر دعاء کی درخواست کی تو آپ نے ان کے لئے یوں دعاء فرمائی:

''یا اللہ! انہیں عیادت کا طریقہ سکھا دے۔''

❷ ایک مریض کی عیادت کے لئے کوئی گیا اور زیادہ دیر بیٹھا رہا، مریض نے کہا

کہ زیادہ لوگوں کے آنے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے، اس نے کہا کہ میں اٹھ کر دروازہ بند کردوں؟ مریض نے کہا ہاں! لیکن باہر سے۔

۳ ایک شخص کسی مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھا رہا پھر پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کا میرے پاس بیٹھنا۔

۴ کچھ لوگ ایک مریض کے پاس گئے اور وصیت کرنے کی درخواست کی اس نے کہا بوقت عیادت زیادہ دیر نہ بیٹھنے کی وصیت کرتا ہوں۔

عیادت کے وقت زیادہ دیر بیٹھنا نہ صرف شریعت بلکہ عقل ودرایت اور انسانی غیرت کے بھی خلاف ہے۔ جب تک کوئی مریض کے پاس بیٹھا رہے گا مریض کو اس کی طرف متوجہ رہنا پڑے گا اور اس سے باتیں کرنی پڑیں گی ظاہر ہے کہ یہ امور مریض کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ اس کے علاوہ عیادت کرنے والا جب تک گھر میں موجود رہے گا مستورات کو پردہ میں رہنا پڑے گا اور انہیں گھر کے کام کاج میں سخت تکلیف ہوگی، علاوہ ازیں پہلے سے مریض کے مصارف کا بوجھ تو تھا ہی مزید ان عیادت کرنے والوں کی خاطر مدارات گھر والوں کے لئے دوہری پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔ آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور مریض کے اہل خانہ کا ایک ہی کام ہے کہ ان لوگوں کے لئے بار بار کھانا پکائیں، چائے تیار کریں اور پھل کاٹ کاٹ کر ان کے سامنے پیش کریں۔ وہ بیچارے پہلے ہی مریض کی تیمارداری میں مشغول اور تھکن سے چور ہوتے ہیں اوپر سے یہ لوگ جا جا کر ان کے لئے اور عذاب بن جاتے ہیں، جاتے تو ہیں مریض کی عیادت کے لئے مگر مریض اور اس کے اہل خانہ کی پریشانی میں اضافہ کرکے آجاتے ہیں۔ کوئی عقلمند انسان اس طرح دوسروں پر بوجھ بننا کسی صورت گوارا نہ کرے گا لیکن غیرت کے لئے بھی تو عقل درکار ہے جس کی عقل ہی مارگئی اس میں غیرت کہاں سے آئے گی۔ گدھے میں غیرت نہیں ہوتی اس لئے کہ عقل سے عاری ہے۔

بوقت عیادت زیادہ دیر بیٹھنے کی قباحت روایت و درایت دونوں سے ثابت ہوگئی البتہ مخصوص تعلقات اور مخصوص حالات کے پیش نظر اگر زیادہ دیر بیٹھنے میں مریض یا اس کے گھر کے دوسرے کسی فرد کو تکلیف پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو حرج نہیں۔

ایک بار میں حضرت استاذ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عیادت کے لئے حاضر ہوا، کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے اٹھنا چاہا اور عیادت کے لئے زیادہ دیر نہ بیٹھنے کے بارے میں جو دو حدیثیں میں نے اب پڑھی ہیں ان میں سے پہلی حدیث: **العیادة فواق ناقة** ۔ پڑھی تو آپ نے فرمایا: یہ حدیث آپ کو اسی موقع پر یاد آئی؟ میں رک گیا اور دیر تک خوب انشراح سے محبت کی باتیں ہوتی رہیں حالانکہ ڈاکٹر کی طرف سے ملاقات پر پابندی تھی اور میرے جلدی اٹھ جانے کے داعیہ کی وجہ بھی یہی تھی۔

تعزیت کے معنی:

تعزیت کے معنی ہیں کسی غمزدہ اور پریشان کو تسلی دینا اور اس کا غم ہلکا کرنا۔ آج کل لوگوں کا عام دستور ہے کہ کہیں تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو وہیں دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور گھنٹوں اٹھنے کا نام نہیں لیتے تعزیت کے لئے زیادہ دیر تک بیٹھنا جائز نہیں۔ میت کے ورثہ سے تعزیت کریں، ان سے صبر و تسلی کے کلمات کہیں اور اٹھ کر واپس آجائیں مگر دستور یہ بن گیا ہے کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور جب تک آنے والوں کی دوسری بڑی جماعت جمع نہ ہو جائے اس وقت تک پہلی جماعت میں سے کسی کے اٹھ جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

اس سے بھی بڑا ظلم یہ کہ پوری برادری کے کھانے کا بوجھ اہل میت پر ڈال دیا جاتا ہے کوئی مر جائے تو برادری کے مزے آجاتے ہیں تین دن تک کھاتے پیتے رہتے ہیں پھر کھانا بھی عام قسم کا نہیں بلکہ قورما اور پلاؤ ہی کھائیں گے، اہل میت

پہلے ہی مصارف علاج کے بوجھ سے دبے ہوئے ہوتے ہیں مزید تعزیت کے لئے آنے والوں کے کھانے کا بوجھ ان کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔

یاد رکھئے! اہل میت کے ہاں دھرنا مار کر بیٹھے رہنا اور پھر ان پر کھانے کا بوجھ بھی ڈالنا دہرا جرم ہے۔

اہل میت کے لئے مسئلہ یہ ہے کہ وہ حسب معمول اپنے روزمرہ کے کاموں میں مشغول رہیں، تعزیت کے لئے آنے والوں کی خاطر کسی ایک فرد کا گھر میں رہنا کافی ہے۔

تعزیت کے سلسلے میں چند مسئلے ذہن نشین کر لیجئے:

❶ تعزیت ایک بار ہوتی ہے بار بار نہیں جانا چاہئے۔

❷ تعزیت کی حد تین دن ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص سفر پر ہو اور ایام تعزیت کے بعد گھر پہنچے تو وہ تین دن کے بعد بھی تعزیت کر سکتا ہے۔ تعزیت دوبارہ کرنا اور تین دن کے بعد کرنا اگرچہ بکراہت تنزیہیہ جائز ہے مگر پھر بھی موجودہ مفاسد کی وجہ سے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

❸ تعزیت سنت کے مطابق کی جائے یعنی ان کے پاس بیٹھ کر صبر و تسلی کے کلمات کہیں جس سے ان کا غم ہلکا ہو۔

اس کی بجائے لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے کہ جو بھی جاتا ہے بلند آواز سے کہتا ہے: ''فاتحہ'' اس کے ساتھ ہی پورا مجمع ہاتھ اٹھا لیتا ہے، یہ فاتحہ پڑھی جا رہی ہے، ہاتھ چھوڑتے ہی کوئی دوسرا آ جاتا ہے اس سے جان چھوٹتے ہی تیسرا پہنچ جاتا ہے، یوں سارا دن یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ میں ایسی مجالس میں کبھی نہیں جاتا مگر گھر بیٹھے ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے، انہی منکرات کہ وجہ سے میں نے کہیں آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔

میں بڑے علماء اور مشہور بزرگوں کے جنازوں میں اس لئے نہیں جاتا کہ

آج کل جنازہ جتنے بڑے بزرگ اور جتنی مشہور شخصیت کا ہوگا اس میں اتنے ہی زیادہ منکرات وبدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ گناہ کرنے والے کوئی باہر کے لوگ نہیں ان کے اپنے ہی مرید اور شاگرد ہوتے ہیں۔ میں اس مجبوری سے بڑے لوگوں کے جنازوں میں شریک نہیں ہوتا کہ ان کے نالائق مرید اور شاگرد گناہ کئے بغیر نہ رہیں گے، مجھے بھی ان تمام گناہوں میں شریک ہونا پڑے گا۔ جنازے میں شرکت نہیں کرتا البتہ گھر بیٹھے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہتا ہوں۔

ایک بہت معروف ومشہور جامعہ کے مہتمم صاحب کا انتقال ہوا جو بہت مشہور عالم تھے۔ میں نے وہاں ارتکاب منکرات وبدعات کے خدشے سے جنازہ میں شرکت نہ کی البتہ ایک دو دن گزرنے کے بعد تعزیت کے لئے چلا گیا، وہاں جا کر دیکھا علماء کا بہت بڑا مجمع ہے، دور دور کے علماء جمع ہیں، میں نے بیٹھتے ہی سب سے پہلے تو ان حضرات کو وجہ بتائی کہ میں جنازے میں کیوں شریک نہیں ہوا، وہی وجہ جو ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ آج کل علماء ومشائخ کے جنازے عموماً بدعات ومنکرات اور کبائر سے خالی نہیں ہوتے اس لئے میں نے جنازے میں شرکت نہ کی البتہ گھر بیٹھے مولانا کے لئے دعائے مغفرت کی اور ایصال ثواب کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ کرتا رہوں گا۔

طریقۂ تعزیت:

اس کے بعد میں نے کہا ماشاء اللہ! آپ سب حضرات عالم ہیں، میں آپ حضرات کے سامنے تعزیت کرتا ہوں اور تعزیت کا طریقہ بھی بتاتا ہوں لیکن اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ آپ جانتے نہیں، آپ حضرات تو بڑے بڑے علماء ہیں یہ مسائل بخوبی جانتے ہیں بلکہ مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہوں گے، مقصد صرف سبق تازہ کرنا ہے کہ یہ مسائل علماء آپس میں دہراتے رہیں خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں اور

عوام میں بھی ان کی تبلیغ کریں۔ پھر میں نے کہا کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تعزیت کے تین جملے تحریر فرمائے ہیں، میں بھی یہ تین جملے کہتا ہوں:

﴿اعظم اللّٰہ اجرک، واحسن عزاءک، وغفر لمیتک﴾

''اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر عطاء فرمائیں اور آپ کو بہتر صبر عطاء فرمائیں اور آپ کی میت کی مغفرت فرمائیں۔''

جب چھوٹی سی تکلیف پر بھی اجر ملتا ہے تو اتنے بڑے حادثے پر اللہ تعالیٰ کتنا بڑا اجر عطاء فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے شایان شان آپ کو بڑا اجر عطاء فرمائیں۔

بس یہ سمجھا کر میں فارغ ہوا ہی تھا کہ اتنے میں ایک عامی سا شخص آیا بیٹھتے ہی ''فاتحہ'' کہہ کر ہاتھ اٹھالئے، بس اس کے ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی کہ پورے مجمع نے ہاتھ اٹھالئے، یوں سمجھئے جیسے کسی نے بٹن دبا دیا ہو ایک دم سب کے ہاتھ اٹھ گئے، یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا کہ آپ حضرات کے سامنے ابھی ابھی میں تعزیت کا مسنون طریقہ بتا کر فارغ ہوا ہوں پھر یہ کیا قصہ شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ جیسے ہی یہ الفاظ میری زبان سے نکلے ان سب علماء کے اٹھے ہوئے ہاتھ وہیں کے وہیں فوراً گر گئے، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ اتنا بڑا کام لے لیا۔

عیادت اور تعزیت میں زیادہ دیر بیٹھنا جائز نہیں لیکن میں نے ان علماء سے نہیں کہا کہ آپ حضرات کیوں مجمع لگائے بیٹھے ہیں اٹھ جائیں اس لئے کہ وہ تو اطراف ملک سے بہت سے آئے ہوئے تھے نہ معلوم کتنے دن وہاں قیام کیا ہوگا۔

اس موقع پر کھانے میں جو مفاسد ہیں وہی سارے مفاسد عیادت کے موقع پر کھانے میں بھی ہیں اور بتا چکا ہوں کہ اس قسم کا کھانا صرف شریعت کی رو سے ہی ناجائز نہیں انسانی فطرت اور غیرت کے بھی خلاف ہے۔ سوچئے! جب کسی کا انتقال

ہوتا ہے تو ایک تو اس کے اہل خانہ غم اور صدمے سے نڈھال ہوتے ہیں دوسرے وہ مرنے والے عزیز کی خدمت وتیمارداری کی وجہ سے کئی کئی دن کے تھکے ماندے ہیں، مریض کی خاطر کئی کئی دن مشغول رہے ہیں کئی کئی راتیں جاگ کر کاٹتے ہیں۔ علاج پر پیسے کا خرچ الگ، وہ اتنی مصیبتوں اور مشقتوں میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگ جا کر ان پر سوار ہو جاتے ہیں، تعزیت کے بہانے وہاں بیٹھے رہتے ہیں، ایک تو ان کا وقت ضائع کرتے ہیں اور انہیں آرام نہیں کرنے دیتے پھر کھاتے پیتے بھی انہی کے گھر سے ہیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں تو آج کا مسلمان ایسا ڈھیٹ اور بے شرم بن گیا ہے کہ اسے کتنا ہی سمجھایا جائے باز نہیں آتا بس جہاں کھانے کی بات آئی ٹوٹ پڑا، اب اسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

ایک لڑکی کی منگنی ہوئی لڑکی ماشاء اللہ! بہت نیک اور دین دار تھی اس جیسی ہمت اللہ تعالیٰ سب کو عطاء فرمائیں۔ یہاں لوگوں میں رواج ہے کہ منگنی کے موقع پر لڑکے اور لڑکی والے ایک دوسرے کے گھر مٹھائیاں بھیجتے ہیں، جو رشتہ طلب کرنے آئے لڑکی والوں نے ان کا مہمان کی حیثیت سے اکرام کیا، گھر میں بٹھا کر کھلایا پلایا اور خاطر مدارات کی، یہ بات تو درست ہے اور سمجھ میں آتی ہے مگر اس کے بعد جو سلسلہ چل پڑتا ہے لڑکی والے مٹھائیاں لے کر لڑکے والے کے گھر جائیں اور لڑکے والے مٹھائیاں لے کر لڑکی والے کے گھر جائیں نہ معلوم کتنے لوگ مٹھائی اٹھا کر لے جاتے ہیں اور آگے کتنے لوگ اس مٹھائی کا استقبال کرتے ہیں، یہ باتیں تو آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

جب لڑکی نے گھر میں منگنی کی بات سنی اور یہ کہ دونوں طرف سے مٹھائیاں کے مبادلے کی تیاریاں ہو رہی ہیں تو اس نے مجھے پیغام بھیجا کہ انہیں آپ سمجھائیں کہ اس رسم سے باز آجائیں اور دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ اس عقد نکاح کو بابرکت بنادیں اور اسے دنیا وآخرت میں راحت وسکون کا ذریعہ بنادیں۔ دیکھئے کتنی گہری بات کہی اگر مسلمان گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی

گزارے تو اس سے بڑی عزت اور راحت کیا ہوگی کھانے کی چیزیں اور مٹھائیاں تو آنے جانے والی چیزیں ہیں، جب تک زندہ ہیں کھاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے اصل مانگنے کی چیز تو دنیا وآخرت میں راحت وسکون ہے مگر آج کا مسلمان کہتا ہے مجھے یہ چیز درکار نہیں میں تو کھانے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔

لڑکی کے کہنے پر جب میں نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ اس رسم سے باز آجائیں تو ان کی طرف سے ایک یہی جواب ملا کہ مٹھائی کے بغیر چارہ نہیں، ذرا منہ میٹھا کرنا ہے، منہ تو میٹھا کرنے دیجیے۔ انہوں نے جب فون پر یہ الفاظ کہے کہ ذرا منہ تو میٹھا کرنے دیجیے تو ان کے بولنے کے انداز اور لہجے سے ان کی اندرونی کیفیت میں پوری طرح بھانپ گیا، مٹھائی اور میٹھا کہتے ہی گویا ان کی رالیں ٹپک رہی تھیں، یہ الفاظ بڑے مزے لے لے کر کہہ رہے تھے، میں نے انہیں بہت سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ مانی آخر منہ میٹھا کر کے ہی چھوڑا۔ یہ قصہ اس پر یاد آیا کہ آج کا مسلمان کھانے کا بڑا عاشق ہے۔ مٹھائی کا نام سن کر اس کی رال ٹپکتی ہے۔

عبرت آموز قصہ:

عبرت کا ایک قصہ مزید سن لیجیے، ایک بہت بڑے رئیس کا انتقال ہو گیا اس کے گھر بھی لوگ کھانے کے لئے جمع ہو گئے پہلے تو اس کی بیماری پر خوش ہوئے ہوں گے پھر اسے مرنے کے قریب دیکھ کر خوشی سے سیروں خون بڑھ گیا ہوگا اور بڑی شدت سے مرنے کے انتظار میں لگ گئے ہوں گے کہ اب مرا اور اب مرا بلکہ کھانے کے شوق میں اس کی موت کی دعائیں کرتے رہے ہوں گے کہ یا اللہ! جلدی مرے تا کہ ہم دعوتیں اڑائیں۔ آخر دعائیں کر کر کے اسے دنیا سے چلتا ہی کر دیا، اس کا انتقال ہوتے ہی انتظار کی گھڑیاں گننی شروع کر دی ہوں گی کہ کب آئے گا تیسرا دن، تیجا آئے تو دل کے ارمان نکالیں۔ یہ کھانے کے عاشق تسبیح پر بھی یہی گنتی کرتے ہوں گے کہ تیجا آجائے، یا اللہ کسی کا تیجا آجائے بلکہ تہجد اوابین اور

اشراق میں بھی یہی دعائیں کرتے ہوں گے کہ کوئی مرے اس کا تیجا ہو تو مزے اڑائیں۔

اس کے مرنے پر بھی یہ لوگ خوب تیاریاں کر کے دانت تیز کر کے پہنچ گئے شاید اس خوشی میں دو تین دن سے کھانا بھی چھوڑ دیا ہوگا رئیس صاحب کے صاحبزادے بڑے دانا اور نیک تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل سلیم سے نوازا تھا، اس موقع پر انہوں نے بڑی دانائی کا ثبوت دیا کہ کھانا کھلانے سے انکار نہ کیا بلکہ بڑی مقدار میں عمدہ عمدہ کھانے تیار کروائے، پلاؤ قورمے کی دیگیں پکوائیں، دیگوں سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ کر اور کھانوں کی خوشبو سونگھ سونگھ کر لوگ مست ہونے لگے، آخر انتظار کی کٹھن گھڑیاں کاٹنے کے بعد دستر خوان لگا، کھانے اس پر چن دیئے گئے یہ لوگ بھی آستینیں چڑھا کر بیٹھ گئے ابھی کھانے پر جھپٹنے ہی والے تھے کہ رئیس زادہ صاحب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ذرا ایک منٹ کے لئے رک جائیں اور میری ایک بات سن لیجئے مگر ایک منٹ کا صبر بھی ان پر پہاڑ سے کم نہ تھا۔ بلی کے سامنے چوہا آجائے اسے کوئی ہزار سمجھائے کہ ذرا سی دیر کے لئے رک جاؤ ایک لمحہ صبر کرو وہ کہاں رکے گی یہی حالت تیجا خور مسلمان کی ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص نے بلیاں پالیں اور عرصۂ دراز تک محنت کر کر کے انہیں سدھایا اس حد تک سدھایا کہ ہر بلی کو ایک ایک موم بتی پکڑا دی اور ان کے سامنے دودھ اور کھانے کی مختلف لذیذ چیزیں رکھ دیں لیکن کوئی بلی بھی کھانے کی طرف نہیں بڑھتی بس موم بتیاں پکڑے بیٹھی ہیں اور کھانوں کو تک رہی ہیں وہ لوگوں کو یہ کرتب دکھا رہا تھا کہ مجمع میں ایک ظریف کو عجیب حرکت سوجھی وہ چپکے سے اٹھا اور کہیں سے ایک چھوٹی سی چوہیا لا کر بلیوں کے سامنے چھوڑ دی بس پھر تو کیا تھا ساری بلیاں شمعیں وہیں پھینک کر چوہیا کے پیچھے دوڑ پڑیں، یہ جا وہ جا اس بیچارے کی سالوں کی محنت دھری کی دھری رہ گئی، چھوٹی سی چوہیا نے سارا کرتب ناکام کر دیا۔ اسی طرح آج کا مسلمان کھانا دیکھ کر بالخصوص قورما پلاؤ اور مٹھائیاں دیکھ کر حواس کھو

بیٹھتا ہے پھر اسے دنیا و مافیہا کا ہوش نہیں رہتا۔

اس صاحبزادے نے ظلم کیا کہ عین وقت پر انہیں کھانے سے روک دیا مارے بھوک کے انتڑیاں بل کھا رہی ہیں اور وہ جھپٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

اللہ کے بندے تو اس کی راہ میں جان لینے دینے کے لئے جہاد کی مشقوں سے خون گرم رکھتے ہیں۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

اور نفس وشیطان کے بندے کا حال یہ ہے۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
شکم گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

آج کل کے مسلمان کے لئے انتڑیاں گرم رکھنے کے بہانے ہیں، اس وقت ان کی کیا کیفیت ہوگی کچھ نہ پوچھئے، ایک ایک لمحہ پہاڑ کی طرح بھاری گزر رہا ہوگا، رئیس زادے نے کھڑے ہو کر بات شروع کی:

''بھائیو! میرے والد بزرگوار انتقال کر گئے ہیں مجھے ان سے بڑی محبت تھی میں صدمے سے نڈھال ہوں اور اوپر سے آپ لوگ کھانے کو پہنچ گئے مجھے والد کا غم ہے اور آپ لوگوں کو قورمے پلاؤ اڑانے کی فکر، بڑے بے شرم ہیں بس اب بسم اللہ کیجئے۔''

یہ سن کر پورا مجمع شرم سے پانی پانی ہوگیا سب نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لئے کہ یہ بات کہہ کر رئیس نے کھانے کے قابل ہی کہاں چھوڑا اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔ رئیس نے پورا کھانا اٹھوا کر مساکین کے گھروں میں بھجوا دیا۔ یہ ہے ایصال ثواب۔

یہاں ایک عبرت کی بات سن لیں کہ رئیس صاحب نے ان لوگوں کو ایک جملہ کہا کہ ''تمہیں شرم نہیں آتی؟'' یہ سنتے ہی پورا مجمع اٹھ گیا اور سب نے کہا کہ انہوں نے ہمیں کھانے کے قابل ہی کہاں چھوڑا اب کس منہ سے ہم کھانا کھائیں

گے۔لیکن آج کا مسلمان ایسا کچا نہیں کہ ایسے موقع پر ایک آدھ جملہ سن کر کھانا چھوڑ دے، تیجے کے کھانے پر جب وہ جھپٹ پڑے تو کوئی اسے کتنی ہی شرم دلائے غیرت دلائے مگر وہ اٹھنے کا نام نہ لے گا میری بات پر یقین نہ آئے تو تجربہ کر کے دیکھ لیں اگر کوئی شرم دلائے تو وہ یہی کہے گا کہ یہ شرم کی باتیں رکھو اپنے پاس اگر ہمارے پاس شرم ہوتی تو یہاں آتے ہی کیوں؟ وہ ان باتوں سے متاثر ہی نہ ہوگا، پلاؤ کھا کر ہی وہاں سے اٹھے گا خواہ حلق میں ہڈی ہی کیوں نہ اٹک جائے، کوئی ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہے تو بھی نہ رکے گا بلکہ اس کا پنجہ مروڑ دے گا بلکہ اگر منہ میں بوٹی ڈال چکا اور کسی نے نکالنے کی کوشش کی تو بوٹی سمیت اس کی انگلیاں بھی چبا جائے گا، یہ ناممکن ہے کہ بوٹی نکال دے، یا تیجے کا کھانا چھوڑ دے۔ یہ حالت ہے آج کے مسلمان کی۔

یہ رئیس صاحب کے زمانے کا قصہ ہے اس زمانے کے رواجی مسلمان میں بھی تھوڑی بہت غیرت ضرور تھی کہ غیرت کا ایک ہی جملہ سن کر پورا مجمع دستر خوان چھوڑ کر اٹھ گیا مگر آج کے مسلمانوں نے کھانے کے معاملے میں شرم کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیں اور صحیح فہم عطاء فرمائیں۔

آج کل کی رسمی خیراتوں میں پورے خاندان اور برادری کو مدعو کیا جاتا ہے جس میں بڑے بڑے سرمایہ دار دولت مند پیش پیش ہوتے ہیں مساکین کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ بالفرض کوئی شخص تیجے میں مساکین کو بھی بلائے تو بھی ناجائز ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

﴿ان الدعوۃ شرعت فی السرور لافي الشرور﴾

شرعاً دعوت خوشی کے موقع پر مقرر کی گئی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر، نہ جانے بدعات کے ذریعے یہ لوگ میت کو کیا پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان پر ثواب تو ملتا نہیں بلکہ سخت عذاب کی وعید ہے تو ان رسموں کے ذریعے خود جو عذاب کما رہے ہیں میت کو بھی وہی عذاب پہنچا رہے ہیں۔

بدعات کے ماحول میں وصیت کرنا فرض ہے:

ایک اہم مسئلہ یاد رکھیئے کہ جس ماحول میں جس خاندان میں تیجا، دسواں، بیسواں، چہلم، برسی، خوانیاں اور اس قسم کی دوسری بدعات کا رواج ہو وہاں مسلمان پر فرض ہے کہ مرنے سے پہلے وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد یہ بدعات نہ کی جائیں، اگر اس معاملے میں سستی کی اور اس کے پیچھے یہ بدعتیں ہوتی رہیں تو ان کا وبال اس کے سر پر بھی آئے گا کہ مرنے سے پہلے ان بدعتیوں سے روکا کیوں نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ﴾ (صحیح بخاری)

''میت کے رشتہ دار اگر میت پر روتے ہیں تو ان کے رونے کا عذاب میت کو ہوتا ہے۔''

لیکن اس سے مراد وہ رونا ہے جس میں شرعی حدود کی رعایت نہ کی جائے مثلاً بین کرنا، چلا چلا کر رونا یا سینہ کوبی کرنا، گریبان پھاڑنا یہ سب کام ناجائز اور موجب عذاب ہیں۔ بعض لوگ اس سے بھی بڑھ کر ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کی شکایت شروع کر دیتے ہیں جو صریح کفر ہے۔ البتہ صدمہ کی وجہ سے بے اختیار آنسو نکل آئیں تو یہ گناہ نہیں بلکہ میت کا حق ہے۔

یہ جو فرمایا کہ ''میت کے اہل خانہ میت پر روتے ہیں ماتم کرتے ہیں تو اس کا گناہ میت پر ہوگا''۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ گناہ تو وہ کر رہے ہیں قصور ان کا ہے پھر میت کو کیوں عذاب ہوتا ہے؟ جب کہ قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے:

﴿ولا تزرو ازر اخری٥﴾ (۶۔۱۶۴)

''اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔''

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں میت سے مراد ہر میت نہیں بلکہ خاص وہ میت مراد ہے جسے معلوم ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ دار چیخیں گے، چلائیں گے، ماتم کریں گے لیکن مرنے سے پہلے اس نے انہیں روکا نہیں، گناہ سے بچنے کی وصیت نہ کی تو یہ گویا اس گناہ پر راضی تھا اور جس گناہ پر انسان راضی ہو، دل سے خوش ہو اس کے وبال میں برابر کا شریک رہتا ہے خواہ عملاً اس میں شرکت نہ کرے اس لئے مسئلہ ذہن نشین کر لیجئے کہ جہاں کسی کے مرنے پر غلط رسوم اور بدعات کا رواج ہو وہاں مرنے والے پر یہ وصیت کرنا فرض ہے کہ اس کے مرنے پر کوئی بدعت نہ کی جائے۔

اس پر ایک عبرت کا قصہ بھی سن لیجئے ایک معمر خاتون نے میرے اس مضمون کی کیسٹ سنی تو انہوں نے اپنے نواسوں کو جمع کر کے وصیت کی:

''دیکھو میرے مرنے پر تیجا اور خوانیاں مت کرنا جس قدر توفیق ہو سنت کے مطابق ایصال ثواب کرتے رہیں۔''

آج کا مسلمان بھی عجیب ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے جو آسان اور سیدھے سادے طریقے بتائے ہیں وہ انہیں پسند نہیں، لیکن شیطان کے مشکل طریقے اسے پسند ہیں۔ ہیں مسلمان لیکن رحمٰن کی بجائے شیطان کے راستے پر چلنے میں خوش ہیں، شریعت نے ایصال ثواب سے روکا تو نہیں بلکہ اس نے تو ایصال ثواب کی ترغیب دی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کریں۔

اس میں جہاں میت کا فائدہ ہے وہاں ایصال ثواب کرنے والوں کا بھی فائدہ ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس طریقے سے کیا جائے جو شریعت نے خود بتایا ہے، رحمٰن کا طریقہ اختیار کریں، شیطان کا طریقہ اختیار نہ کریں، شریعت کا طریقہ کیا ہے اور اس کے مقابلے میں شیطان کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

عبادت کی قسمیں:

(۱) زبانی عبادت:

پہلی قسم زبانی عبادت، جیسے قرآن مجید کی تلاوت، تسبیحات اور اذکار وادعیہ۔

(۲) بدنی عبادت:

دوسری قسم بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ، حج، عمرہ، وغیرہ یہ بدنی عبادتیں ہیں ان کے کرنے میں بدن کو مشقت ہوتی ہے۔

(۳) مالی عبادت:

تیسری قسم مالی عبادت ہے کہ کسی کو ثواب پہنچانے کے لئے مال خرچ کیا جائے۔

طریقۂ ایصال ثواب:

ان تینوں عبادتوں میں رحمٰن کا طریقہ کیا ہے اسے سمجھئے اور دوسروں تک پہنچایئے، اللہ کرے کہ یہ باتیں سمجھ میں آجائیں اور یاد رہ جائیں، سنئے! زبانی اور بدنی عبادت میں تو آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بس یہ عبادتیں جیسے آپ اپنے لئے کرتے ہیں ویسے ہی کریں، صرف دل میں یہ نیت کرلیں کہ اس عبادت کا ثواب میت کو پہنچ جائے، آپ دو رکعت نفل پڑھ لیں نیت کرلیں کسی کے ایصال ثواب کی بس نماز پڑھتے ہی سمجھیں کہ اسے ثواب مل گیا اسی طرح قرآن مجید کا پارہ پڑھیں یا ایک سورت بلکہ ایک آیت ہی پڑھ لیں اور نیت کرلیں ایصال ثواب کی یا ذکر کریں مثلاً لا الہ الا اللہ کہیں یا درود شریف پڑھیں یا سبحان اللہ کہیں خواہ ایک ہی

بار کہیں، دل میں صرف نیت کرلیں بس ثواب پہنچ جائے گا، اگر مختلف عبادتوں میں بار بار نیت کرنا دشوار ہو تو ایک ہی بار نیت کر لیجئے مثلاً زندگی بھر جو کچھ بھی پڑھوں اس کا ثواب فلاں میت کے لئے ہے۔ زبانی یا بدنی عبادت میں تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا بس اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے نیت کرلیں نیت سے ہی اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت تک پہنچادیں گے۔

تیسری قسم ہے مالی عبادت، یہ بھی بالکل سہل ہے کہ آپ ایصال ثواب کی نیت کر کے کسی مسکین کی مالی مدد کریں یا کسی بھی کار خیر میں پیسا لگادیں مثلاً مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں یا کسی بھی رفاہی کام میں یا جہاد میں لگادیں یا مساکین میں نقد تقسیم کردیں جس کی نیت کریں گے اسے ثواب پہنچ جائے گا۔ یہ ہے مالی ایصال ثواب کا شرعی طریقہ۔

یوں تو ایصال ثواب کی نیت سے آپ کھانا، کپڑا، پیسا جو بھی دیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگا مگر نقد پیسے کی صورت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے اس میں بہت سے فائدے ہیں:

ایک تو یہ کہ یہ صدقہ مخفی رہتا ہے اس میں ریاء اور شہرت کا دور دور تک کوئی امکان نہیں مثلاً آپ نے اس طریقہ سے ایک لاکھ روپے صدقہ کئے تو بھی کسی کو پتا نہیں چلے گا، یہ نیکی راز میں رہے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے بندوں میں لینے دینے والے کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں، اس لئے حدیث میں بھی اسے افضل ترین صدقہ فرمایا گیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’جو شخص مخفی صدقہ دیتا ہے اتنا مخفی رکھتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلتا کہ دائیں نے کیا دیا تو اس صدقہ کا بدلہ یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے خاص اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جس دن ان کی رحمت کے سائے کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا۔‘‘ (متفق علیہ)

کتنا بڑا انعام ہے، ذرا تصور کیجئے کہ جس دن ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا

لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے، ہر شخص کا پسینہ اس کے گناہوں کی مقدار سے ہوگا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک اور کسی کے منہ تک ہوگا۔

یا اللہ! یہ وقت آنے سے پہلے اس کی تیاری کی توفیق عطاء فرما اور اپنی رحمت سے قیامت کے دن کی سختیوں سے حفاظت فرما۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نقد پیسا مساکین کے حق میں انفع ہے کسی مسکین کو اگر آپ نے نقد پیسا دیا تو اس سے وہ اپنی ہر حاجت پوری کر سکتا ہے مثلاً کھانے کی ضرورت ہے تو کھانا لے سکتا ہے، بیمار ہے تو دواء لے سکتا ہے، کہیں سفر پر جا رہا ہے تو یہ پیسا کرائے کے کام آئے گا، کتاب کی ضرورت ہے یا سردی گرمی کے لباس کی ضرورت ہے تو وہ خرید ے گا، غرض نقد پیسے سے وہ اپنی ہر ضرورت پوری کر سکتا ہے، دنیا میں وہ کون سی ضرورت ہے جو پیسے سے پوری نہیں ہو سکتی۔ مسکین اس سے اپنی ہر ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ اور اگر آج اسے ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لئے رکھ سکتا ہے۔

مگر آج کل لوگوں کا دستور یہ بن چکا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے کھانا ہی کھلایا جائے خواہ کھانے والا بیمار ہی ہو، اس کا پیٹ خراب ہو، معدہ جواب دے چکا ہو لیکن ہر قیمت پر اسے پلاؤ اور قورما ہی کھلائیں گے پھر یہ لوگ مساکین کو کھلاتے ہی کہاں ہیں کھانے والے تو اکثر اغنیاء ہی ہوتے ہیں، بڑی بڑی توندوں والے۔ انہیں چن چن کر دعوت دیتے ہیں کہ توندوں کو اور بھرو، توندیں بھرنے والے بھی یہ نہیں سوچتے کہ یہ پلاؤ قورما نہیں بلکہ اپنی توندوں میں جہنم کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں۔

اسی دوران ایک شخص نے بتایا کہ آج کل ایک نئی دعوت نکلی ہے کہ دفن کرنے والے لوگ میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کے یہاں آتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، اس کا نام کڑوی روٹی رکھا ہے، اس پر حضرت نے فرمایا) یہ ترقی

کا دور ہے دنیا کے لوگ ہر چیز میں ترقی کر رہے ہیں شیطان نے سوچا ہم بھی کیوں پیچھے رہیں لہٰذا اس کا مذہب بھی ترقی میں ہے، نت نئی رسمیں ایجاد کر کر کے لوگوں کو ان پر چلا رہا ہے پھر شرارت تو دیکھئے کہ زردہ پلاؤ اڑا رہے ہیں مزے لے لے کر مگر اس کھانے کا نام ''کڑوی روٹی'' گویا اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں کہ یہ روٹی ان کے حلق میں اتر تو نہیں رہی بڑی تلخ اور کڑوی ہے مگر کیا کریں مجبور ہیں بڑی مشکل سے اسے حلق میں اتار رہے ہیں، کڑوی ہو یا میٹھی اسے کھائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

ایک شخص ہولے کھا رہا تھا اتفاق سے ان میں ایک کیڑا نکل آیا وہ کیڑا بھی کالے رنگ کا تھا ان ہی سے ملتا جلتا جب منہ میں ڈالا تو کچھ تو چبانے کی آواز اور کچھ کیڑے کی چیں چیں کی آواز تو وہ کہتا ہے:

''چیں کر پیں کر کالا کالا نہیں چھوڑوں گا۔''

کیڑے کو بھی ساتھ ہی چبا گیا۔ دفنانے والے لوگ بھی واپس آکر کہتے ہیں ہم صدمے سے نڈھال ہیں، ہم سے کھانا کھایا نہیں جاتا مگر جیسے تیسے کھا کر ہی چھوڑیں گے یہ کڑوی روٹی ہم زبردستی حلق سے اتار ہی لیں گے۔

مسئلہ:

یہ مسئلہ پہلے بتا چکا ہوں کہ تعزیت کے بہانے لوگوں کو اہل میت کے گھر جمع ہو کر بیٹھنا جائز نہیں ایک تو برادری کے لوگ مجمع لگا کر میت کے گھر بیٹھے رہتے ہیں دوسرا ظلم یہ کہ میت کے رشتہ دار اور پڑوسی کھانا پکا کر اہل میت کے لئے بھیجتے ہیں تو یہ بن بلائے مہمان کھانے میں بھی شریک رہتے ہیں اور تین دن تک بیٹھے مفت کی روٹیاں اڑاتے ہیں، جب وہاں بیٹھنا ہی جائز نہیں تو کھانا کیسے جائز ہوگا؟ یہ تو غیرت کے بھی خلاف ہے۔ یاد رکھئے! میت کے اہل خانہ کے سوا کسی کے لئے وہاں کھانا جائز نہیں۔ انہیں کوئی کتنا ہی سمجھائے غیرت دلائے مگر یہ پیٹ کے بندے

کہاں مانتے ہیں؟ نام سنئے تو کوئی ''عبداللہ'' کوئی ''عبدالرحمٰن'' کوئی ''عبدالحق'' مگر ہیں ''عبدالبطن'' یہ کھانا جو باہر سے پک کر آتا ہے یہ صرف اہل میت کا حق ہے بلکہ اس میں بھی اگر اہل میت خودداری کا مظاہرہ کریں اور کھانے کا بوجھ کسی پر نہ ڈالیں تو بہتر ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس آزمائش کی گھڑی میں کمزوری دکھانے کی بجائے صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں لوگوں سے کہہ دیں کہ جو صدمہ اور تکلیف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ماقدر الله ۔اللہ تعالیٰ نے جو مقدر میں لکھ دیا تھا وہ ہوکر رہا ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہیں گھر میں کھانا ہم خود ہی پکائیں گے۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ سمجھ لیں کہ اہل میت کے یہاں جو کھانا بھیجیں وہ سادہ ہونا چاہیئے قورما پلاؤ اور پر تکلف کھانے نہ بھیجیں، سادہ سی غذاء بھیجیں وہ بیچارے مصیبت کے مارے ہیں انہیں پرتکلف کھانوں سے کیا کام؟ ایسے کھانے تو خوشی کے مواقع میں کھائے جاتے ہیں۔ شریعت وعقل کے مطابق میت کے لئے مرغن کھانوں کا تکلف نہ کریں بس سادہ بھیج دیں یہ کھانا صرف اہل میت کے لئے ہے یعنی اس گھر کے تمام افراد جو چولہے میں شریک ہیں بس وہی کھائیں کسی اور کو اس کھانے میں شریک ہونا جائز نہیں، بلکہ تجربہ کرکے دیکھ لیں جب آپ تکلف میں پڑے بغیر سادہ کھانا بھیجیں گے تو یہ طفیلی جو باہر سے آکر یہاں پڑ رہے ہیں خود ہی بھاگ جائیں گے انہیں زردہ پلاؤ اور مرغن کھانوں کا لالچ ہوتا ہے وہ دیکھیں گے کہ یہاں تو دال روٹی مل رہی ہے خود بھاگ جائیں گے کہ اس سے اچھا تو ہم اپنے گھر جا کر کھا سکتے ہیں۔

ایصال ثواب کے دو طریقے:

ایصال ثواب اور صدقے کے دو طریقے ہیں ایک رحمانی اور دوسرا شیطانی۔

رحمٰن کی تو رحمتیں ہیں اس کے احکام میں بندوں کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں جب کہ شیطان کے گھڑے ہوئے احکام میں مصیبتیں ہی مصیبتیں اور

دشواریاں ہی دشواریاں ہیں، دونوں کا ذرا مقابلہ کر لیجئے۔ مسئلۂ ایصال ثواب میں غور کیجئے کہ رحمٰن نے تو اسے بہت آسان فرمادیا ہے اتنا آسان کہ جو آپ کے دل میں آئے پڑھیں مثلاً درود شریف پڑھیں یا کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھیں یا صرف ''سبحان اللہ'' کہہ دیں، غرض جو کچھ چاہیں پڑھیں، رحمٰن کہتا ہے میرے بندے! تیرا پڑھا ہوا میری بارگاہ میں قبول ہے میں اس کا پورا پورا ثواب دوں گا، مزید یہ کہ وقت اور جگہ کی بھی کوئی قید نہیں آپ جب چاہیں پڑھیں دن ہو یا رات ہو، صبح ہو شام ہو، اپنے گھر میں ہوں یا کارخانے میں ہوں، یا راستے میں چل رہے ہوں ہر وقت اور ہر جگہ رحمٰن کی رحمت کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں اور کسی مخصوص ہیئت کی بھی قید نہیں، ایصال ثواب کے لئے جو کچھ پڑھنا چاہیں چلتے ہوئے پڑھ لیں یا کھڑے پڑھیں یا بیٹھ کر پڑھیں یا لیٹ کر پڑھ لیں اور لیٹیں بھی جیسے چاہیں چت لیٹ جائیں یا کروٹ پر، ان کی طرف سے آزادی ہی آزادی ہے میرے بندے! تو جو چاہو پڑھو، جتنی مقدار میں چاہو، جب چاہو، جہاں چاہو پڑھو اور جس ہیئت سے چاہو پڑھو کسی صورت بھی تیری محنت کو ضائع نہ جانے دوں گا، تجھ سے اگر اور کچھ نہ ہو سکے صرف ایک بار ''اللہ اکبر'' ہی کہہ دے تو یہ بھی میری بارگاہ میں قبول ہے اس کا ثواب تجھے بھی پورا دوں گا اور اس میت کو بھی پورا دوں گا جسے تو اس کا ثواب بخشنا چاہتا ہے، کیا ٹھکانا ہے ان کی رحمت کا، جس پہلو سے دیکھیں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں، اس رحمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر اداء کیا جائے کم ہے الحمد للہ! ثم الحمد للہ!!

یہ تو تھا رحمٰن کا طریقہ اب دوسرا پہلو دیکھئے۔ شیطان نے ایصال ثواب کا جو طریقہ ایجاد کیا ہے اس میں مسلمان کو کتنی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں وہ کتنی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ آج کا مسلمان اردو کی بجائے انگریزی سے زیادہ مانوس ہے اس لئے سمجھانے کے لئے کبھی مجھے انگریزی لفظ بولنا پڑتا ہے۔ شیطان مسلمان کو ٹکیں لگاتا ہے، اسے اچھا خاصا فٹ بال بنا رکھا ہے، ادھر سے کک لگاتا ہے تو بیچارا ادھر

لڑھک جاتا ہے، ادھر سے کِک لگتی ہے تو ادھر آ گرتا ہے شیطان اسے ٹکوں پر ٹکیں لگا رہا ہے، پٹائی پر پٹائی کر رہا ہے، ٹھکائی پر ٹھکائی لگا رہا ہے مگر یہ پھر بھی باز نہیں آتا شیطان کی ٹھوکریں اسے منظور ہیں لیکن رحمٰن کی رحمتیں، اس کی آسانیاں اسے پسند نہیں، رحمٰن کی بجائے شیطان کی بندگی پر خوش ہے۔ ایصال ثواب میں اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا آسان طریقہ تو سن لیا اب شیطان کا طریقہ بھی سن لیجئے اس نے اپنی طرف سے بہت ساری قیدیں اور پابندیاں بڑھا دی ہیں کہ جب تک انہیں پورا نہ کرو گے ثواب نہیں پہنچے گا اس کی پہلی قید یہ ہے کہ تمہیں ایصال ثواب تیسرے ہی دن کرنا ہے آگے پیچھے ہرگز نہیں کرنا ورنہ قبول نہیں ہوگا، میت کو نہیں پہنچے گا۔

دوسری قید یہ ہے کہ میت کے گھر ہی جا کر کرنا ہے اپنے گھر بیٹھ کر کر لیا یا کسی دوسری جگہ پہنچ کر کیا تو بھی بے فائدہ ہے سب لوگوں کو تیسرے دن میت کے گھر پہنچ کر پڑھنا ہے۔

تیسری قید جو سب سے اہم ہے یہ کہ سب کو مل کر پڑھنا ہے اپنے گھر میں ہی پڑھ لیا یا میت کے گھر تو گئے مگر اجتماعی قرآن خوانی میں شریک ہونے کی بجائے اپنے طور پر پڑھ کر باہر آ گئے تو بھی یہ پڑھائی قابل قبول نہیں۔ سب مل کر پڑھو اکٹھے ہو کر ہی ختم کرو اگر اپنے گھر میں ہی روزانہ پارہ پڑھتے رہے اور پڑھنے کے بعد قرآن مجید ختم کر کے میت کو بخش دیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار اسی قرآن کا ہوگا جو تمام لوگ اکٹھے ہو کر پڑھیں گے۔

چوتھی قید قرآن کے ساتھ کھانے پینے کا دھندا بھی ایسا لازم ہے کہ اس کے بغیر ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا۔

اتنی ساری قیدیں بڑھا کر شیطان نے ایک آسان سی نیکی کو مشکل کام بنا دیا پھر مسلمان کے دل میں ان فضول قیدوں کی اتنی اہمیت بٹھا دی کہ گویا ایصال ثواب انہیں قیود کا نام ہے۔ ان قیود کے بغیر اگر سادگی سے گھر بیٹھے ایصال ثواب کر دیا تو رحمٰن کی بارگاہ میں وہ قبول ہے لیکن شیطان اسے قبول نہیں کرتا مسلمان بھی ان قیود کا

ایسا پابند ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر اس کے ذہن میں ایصال ثواب کا تصور بھی نہیں گویا اسے رحمٰن کو نہیں بلکہ شیطان کو خوش کرنا ہے، اسی سے سند قبول حاصل کرنی ہے، اللہ تعالیٰ تو شیطان کی چالوں سے بچانا چاہتے ہیں لیکن مسلمان ہے کہ اس کی طرف بھاگا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فلا تغرنكم الحيوة الدنيا ولا يغرنكم بالله الغرور٥﴾ (۵.۳۵)

''سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں دغا باز شیطان اللہ سے دھوکے میں ڈال دے۔''

اندازہ تو کیجئے ان کی رحمت کا، انہیں کتنا پیار ہے اپنے بندوں سے، بندوں کو سمجھا رہے ہیں انہیں بیدار کر رہے ہیں کہ میرے بندو! دنیا کی زندگی دنیا کا مال ومتاع دنیا کی رنگینیاں یہ سب دھوکا ہے اس دھوکے میں پڑ کر اپنی آخرت کا نقصان نہ کر بیٹھنا اور میرے بندو! شیطان بھی دغا باز، اور تمہارا بدترین دشمن ہے کہیں اس کے دھوکے میں نہ آجانا شیطان کی بندگی چھوڑ دو میرے بندے بن جاؤ۔

یہ مضمون تو بہت طویل ہے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ بات سمجھ میں آجائے تو عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے عقل سلیم کی دعاء کیا کریں یا اللہ! سب کو ایسی عقل عطاء فرما جس سے تیرے دین کو، تیرے احکام کو سمجھ سکیں یا اللہ! دلوں میں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرما، ایسی محبت عطاء فرما جو پوری طرح تیرے دین پر چلا دے، شیطان کے اتباع سے بچالے سب کی یہ کیفیت بنا دے:

﴿رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا﴾ (سنن اربعه)

''یااللہ! ہم تجھے رب مان کر، تیرے بھیجے ہوئے دین کو سچا دین مان کر اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر دل سے راضی ہیں۔''

وصل اللھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک

محمدو علی الٰہ وصحبه اجمعین
والحمدللہ رب العٰلمین

اور ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے (۸ ـــــ ۳۹)

مسلم خوابیدہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ـــ کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: مسلم خوابیدہ

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۲ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

مسلم خوابیدہ

(جمعہ ۲۷، ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم و عشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یأتی اللّٰہ بامرہ واللّٰہ لایھدی القوم

الفسقین (۹.۲۴)

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللّٰہ علی کل شئ قدیرo(۹.۳۹)

وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکمo (۴۷.۳۸)

امریکی حملہ، ایک مرض ایک ہی دواء:

کل افغانستان پر امریکی حملے کا جو حادثہ پیش آیا ہے اس بارے میں آپ لوگ بہت کچھ سن رہے ہوں گے اور خود بھی دوسروں کو سنا رہے ہوں گے اور یہاں آتے ہوئے یہی خیال دل میں آئے ہوں گے کہ یہاں آج اسی موضوع پر لمبی چوڑی تقریر ہوگی لیکن سن لیجئے تمام پریشانیوں کا ایک ہی سبب ہے اور اس کی ایک ہی دواء۔ تمام پریشانیوں کا سبب ہے میرے اللہ کی نافرمانی، میرے اللہ کی بغاوت اور اس کا علاج ہے ترک معاصی، میرے اللہ کی ہر نافرمانی خود بھی چھوڑیں اور دوسروں سے بھی چھڑوانے کی کوشش کریں تو ہر پریشانی دور ہوجائے گی۔ نافرمانیوں میں سب سے بڑی نافرمانی ''ترک جہاد'' ہے۔ میری عادت نہیں کہ بات کو خواہ مخواہ پھیلاؤں اور روز نئی بات بیان کروں روز نئی بات کہاں سے لاؤں؟ یہی وجہ ہے کہ چند سال قبل مغربی ممالک یعنی انگلینڈ، امریکا، کینیڈا، باربڈوز وغیرہ کا جو دورہ کیا تھا اور وہاں روزانہ کئی کئی ورنہ کم از کم ایک بیان تو ہوتا ہی تھا، ان سب بیانات کا مجموعہ ایک چھوٹی سی کتاب میں چھپا ہے جس کا نام ہے ''اللہ کے باغی مسلمان'' اگر تین ماہ تک ہونے والے ان بیانات کو جمع کیا جاتا تو کئی ہزار صفحات کی کتاب بن جاتی لیکن اس کے باوجود ان تمام بیانات کے مجموعہ کی جو ایک چھوٹی سی کتاب بنی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے جہاں بھی بیان کیا صرف اور صرف یہی کہ

میرے اللہ کی بغاوتیں چھوڑ دو، میرے اللہ کی بغاوتیں چھوڑ دو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسلوب بیان:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل، رسالت کے دلائل، پچھلی امتوں کے قصے، ثواب وعذاب کے وعدے اور وعیدیں، دنیا میں بھی فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے انجام اور عبرت کے واقعات کہیں تفصیل سے اور کہیں مختصراً بیان فرمائے ہیں لیکن ایک جگہ پر ایک بنیادی بات فرماتے ہیں کہ اگر وہ بات سمجھ میں آجائے تو تمام مسائل حل ہو جائیں، فرمایا:

﴿قل انما اعظكم بواحدة ان تقوموا لله مثنى وفرادى ثم تتفكروا مابصاحبكم من جنة﴾

(۳۴.۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ آج میں تمہیں ایک بنیادی نصیحت کرتا ہوں اگر وہ بات دل میں اتر گئی تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے اور اگر وہی بات دل میں نہیں اترتی تو خواہ کچھ بھی کہتے رہیں کوئی فائدہ نہیں اور وہ بات یہ ہے کہ تم سب انفرادی واجتماعی طور پر غور کرو کہ اللہ کا رسول مجنون تو نہیں؟ ان کے حالات کا جائزہ لے کر غور وفکر کرو اگر تمہیں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ کا رسول مجنون نہیں تو پھر تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جو ہر وقت چیختا چلاتا رہتا ہے تو صرف اور صرف تمہیں جہنم سے بچانے کے لئے، صرف یہی مقصد ہے۔

اسی طرح میں مسلمانوں پر آنے والی کسی بھی مصیبت وآفت پر جب بھی کہوں گا ایک ہی بات کہوں گا اور وہ یہ کہ تمام پریشانیوں کا سبب ہے میرے اللہ کی بغاوت اور اس کا علاج ترک معاصی ہی ہے۔ اس موضوع پر ایک مفصل وعظ چھپا ہوا ہے ''ہر پریشانی کا علاج''، تفصیل وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔

پریشانی کے وقت ایک سنگین غلطی:

جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے اس وقت لوگ گناہوں کو چھوڑنے، توبہ کرنے اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں اور انہیں گناہ سمجھتے بھی نہیں مثلاً ایسے مواقع میں فضول تبصرے کئے جاتے ہیں جن میں یہ گناہ ہیں:

۱ وقت کا ضیاع۔

۲ غیر مصدقہ خبروں کی اشاعت۔

۳ اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے دوسروں کے گناہوں پر نظر جاتی ہے خاص طور سے پر حکومت پر ہر شخص تنقید کرتا ہے جبکہ حکومت یہ کہتی ہے کہ یہ جتنے بھی وبال ہیں سب عوام کے ذمے ہیں، جانبین ایک دوسرے کے لئے عذاب ہیں۔

ظالم حکومت کیونکر مسلط ہوتی ہے؟

اگر حکومت ظالم ہے تو یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ظالم حکومت کیوں مسلط فرمائی؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا فیصلہ فرمادیا ہے:

﴿وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون٥﴾ (۶. ۱۳۰)

ہم ظالموں کو، نافرمانوں کو، سزا دینے کے لئے ویسے ہی نافرمان ان پر مسلط کر دیتے ہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فیصلہ سنایا ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی ہی حکومت تم پر مسلط کی جائے گی، میرے رسالہ ''سیاست اسلامیہ'' میں اس مضمون کی کئی روایات ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے فیصلوں کے پیش نظر اگر کسی کو حکومت میں کوئی عیب نظر آئے تو آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ لیا کرے کہ یہ بالکل تو ہی ہے۔

حکومت کو بھی خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کر کے صحیح مسلمان نہیں بنے گی اس وقت تک برسر اقتدار رہنے کے باوجود چین کا سانس نہیں لے سکے گی اللہ کی نافرمان حکومت لوگوں کے جسم پر جو حکومت کرتی ہے وہ ڈنڈے کے زور سے جبرًا کرتی ہے مگر لوگوں کے دل اس پر لعنت کرتے ہیں، چند روزہ اقتدار کے نشے میں آ کر اپنی دنیا و آخرت برباد نہ کرے، اپنے سے پہلے گزرنے والے حکمرانوں کے حالات سے عبرت حاصل کرے جو چند روزا قتدار کی کرسی پر رہنے کے بعد کیسی ذلت کی موت مرے، آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بہت بڑا ہے، اگر بالفرض کوئی مرتے دم تک اقتدار پر قائم رہ بھی جائے تو بالآخر موت سے تو کوئی مفر نہیں، سب کروفر خاک میں ملادے گی۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گلگوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار وبوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قیدآز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے

یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت وافسوس ہے

ہر شخص کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے چھڑوانے سے متعلق مختصراً مندرجہ ذیل باتیں ذہن نشین کرلیں:

❶ ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اللہ نظر آئے اپنے اعمال کا جائزہ لے، اپنا احتساب کرے اگر کوئی خامی نظر آئے تو استغفار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تدارک کرے اور اگر محاسبہ کے باوجود کوئی خامی نظر نہ آئے تو کم از کم یوں دعاء کرلے:

﴿اللھم انی استغفرک مما اعلم ومما لا اعلم﴾

''یااللہ! آپ ہی جانتے ہیں کہ میرے اندر کیا خرابیاں ہیں اور کیا نہیں سوچنے کے باوجود میرے شعور میں تو میری خامیاں نہیں آرہیں مگر آپ تو ... ہی ہیں، آپ میری خامیوں کو دور فرمادیں، معاف فرمادیں''۔

❷ جتنا ہوسکے دوسروں کو بالخصوص اپنے بیوی بچوں اور دوسرے زیرِاثر لوگوں کو ہر قسم کی نافرمانی سے روکنے کی کوشش کریں، جو دوسروں کو نافرمانیوں سے روکنے کی کوشش نہیں کرتا وہ درحقیقت خود بھی مجرم ہے پیار ومحبت سے سمجھائیں، نہ ماننے کی صورت میں اگر استطاعت ہو تو بقدرِ ضرورت سختی کریں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے نہ روکنے پر بہت سخت وعیدوں کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بتاؤں گا تو یہ بات لمبی ہوجائے گی وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان''

میں کچھ آیات اور احادیث بتائی ہیں یہ وعظ ضرور پڑھیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے کئی باغیوں کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطاء فرمائی ہے ع

سیکڑوں کو دختر رز نے مسلمان کر دیا

میرا ذاتی معمول:

میں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑنے چھڑوانے کی باتیں کرتا ہوں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں اپنے احتساب سے غافل ہوں بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنا احتساب کرتا رہتا ہوں، علماء جو اپنا احتساب کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسروں کو گناہوں سے روکنا چھوڑ دیں یہ تو فرض ہے۔

۳ سب سے بڑا جرم اور گناہ جس کی طرف اچھے اچھوں کی نظر نہیں جاتی وہ ’’ترک جہاد‘‘ ہے اس جیسا گناہ تو دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ویسے تو قرآن مجید میں اور احادیث میں جہاد چھوڑنے پر کئی وعیدیں ہیں لیکن اس وقت بیان کی ابتداء میں میں نے جو تین آیات پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے زبردست دھمکی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر تم جہاد نہیں کرو گے تو اللہ تمہیں تباہ کر دے گا، تباہ کر دے گا، تباہ کر دے گا۔ اتنی بڑی دھمکی تو کسی بڑے سے بڑے گناہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ سودی لین دین کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان جنگ فرمایا ہے لیکن یہ پھر بھی کسی درجے میں کم ہے، ہو سکتا ہے کہ دو چار کی گردنیں اڑیں تو دوسرے ٹھیک ہو جائیں لیکن جہاد نہ کرنے پر کیسی زبردست وعید سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تباہ و برباد کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرے گا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ افسوس آج کے مسلمان نے نزول قرآن کے مقصد ہی کو نہیں سمجھا، وہ یہ غور نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کن کن باتوں پر تنبیہ فرما رہے ہیں، میں جب

قرآن کے ایسے احکام بتاتا ہوں تو مجھے شبہہ ہونے لگتا ہے کہ شاید لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس نے اپنا کوئی نیا قرآن بنالیا ہے حالانکہ میرا قرآن اپنا نہیں، قرآن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیکن آج کا مسلمان تو قرآن کو پڑھتا ہی اسی نیت سے ہے کہ اسے کچھ عمل کرنا ہی نہیں۔ آج کا مسلمان اس نیت سے قرآن نہیں پڑھتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی کتاب ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اللہ تعالیٰ نے کن کن برائیوں پر کیسے کیسے زبردست عذابوں کی دھمکیاں دی ہیں، اس نیت سے آج کا مسلمان قرآن پڑھتا ہی نہیں بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن جن بھوت بھگانے کے لئے ہے، خوانیاں کرلو، لڈو کھالو، مٹھائیاں کھالو بس یہی قرآن کے نزول کا مقصد رہ گیا ہے۔ خود ہی سوچئے جن کا یہ عقیدہ ہو ان کا ایمان کہاں رہا؟ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے قرآن نازل فرمایا جب آج کا مسلمان اس مقصد کو سمجھتا ہی نہیں تو قرآن پر ان کا ایمان کہاں رہا؟ یا اللہ! تو اپنی رحمت سے سب مسلمانوں کو سچا اور پکا ایمان نصیب فرمادے۔ سنئے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں:

﴿قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یأتی اللّٰہ بامرہ واللّٰہ لا یھدی القوم الفسقین﴾ (۹۔۲۴)

مزید تاکید کے لئے اس آیت کے شروع میں ''قل'' بھی فرمایا کہ اے نبی ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ،

تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیگمات، تمہارا خاندان، تمہارے جمع کیئے ہوئے مال، تمہاری تجارتیں کہ جہاد میں چلے گئے تو یہ تباہ ہو جائیں گی اور آخر میں آٹھویں چیز تمہارے محلات اور کوٹھیاں جو تمہیں محبوب ہیں اگر یہ چیزیں تمہارے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔

جہاد کا خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ:

اگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ صرف اتنا فرما دیتے کہ اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہیں تو بات کافی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ محض اتنا کہہ دیا گیا تو بہت سے مسلمان کہیں گے ہاں مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت ہے، ہر سال حج کرتا ہوں سال میں تین تین چار چار عمرے کر لیتا ہوں، روزانہ درود شریف اور استغفار کی ایک ہزار تسبیحات پڑھتا ہوں، اشراق و تہجد بھی پڑھتا ہوں، تہجد میں اتنا روتا ہوں کہ کلیجا کٹا جاتا ہے، صدقات و خیرات بھی بہت کرتا ہوں یوں محبت کا دعویٰ تو بہت آسان ہو جاتا حالانکہ آج کے مسلمان کی محبت ایسی ہے جیسے کہ ایک بدوی کو اپنے کتے سے محبت تھی کہ اس کے بھوک سے مرنے پر روتو بہت رہا تھا لیکن روٹی کا ایک لقمہ دینے کو تیار نہ تھا کہ آنسو مفت کے ہیں اور روٹی پر پیسے خرچ ہوئے ہیں۔

بدوی کا قصہ:

ایک بدوہ بہت رو رہا تھا۔ عرب میں دیہاتی شخص کو ''بدوی'' کہتے ہیں۔ ایک بدوی بہت زار و قطار رو رہا تھا۔ جیسے آج کا صوفی تہجد میں اٹھ کر بہت روتا ہے، ہچکی بندھ جاتی ہے ایسے لگتا ہے گویا جان ہی نکل جائے گی لیکن نافرمانیاں چھوڑنے کو

تیار نہیں ہوتا۔ سوایسا ہی ایک بدوی زار و قطار رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ کیا ہو گیا؟ کیوں رو رہے ہو؟ پاس ہی ایک کتا پڑا ہوا تھا اس نے اس کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مجھے اس کتے سے بہت محبت ہے اور یہ کتا مر رہا ہے، اگر یہ کتا مر گیا تو میں زندہ کیسے رہوں گا؟ یہ کہہ کر پھر زار و قطار رونے لگا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کتا کیوں مر رہا ہے اسے کیا بیماری ہے؟ بدوی نے کہا یہ بھوک سے مر رہا ہے قریب میں ایک بورا بھرا رکھا تھا اس نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ بدوی نے کہا کہ اس میں روٹیاں بھری ہیں۔ اس نے کہا کہ ارے تیرے پاس روٹیوں کا بورا بھرا پڑا ہے اور کتا بھوک سے مر رہا ہے اور تو کتے کے عشق میں مرا جا رہا ہے تو آخر اسے روٹی کیوں نہیں دیتا؟ اس نے کہا کہ آنسو مفت کے ہیں اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئے ہیں اس لئے آنسو بہانا آسان ہے پیسے خرچ کرنا مشکل، آنسوؤں کے دریاؤں کے دریا بہا دوں گا روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دونگا، مرتا ہے تو مر جائے۔ اسی طرح اس دور میں جو لوگ زیادہ نافرمان ہیں کھلے کھلے باغی ہیں مثلاً ڈاڑھی منڈانے کٹانے والے، بے پردہ عورتیں، بینک اور انشورنس کے سود کھانے والے، یہ لوگ تہجد، اشراق، چاشت پڑھ کر بہت روتے ہیں گویا اللہ کے عشق میں مرے جا رہے ہیں۔ جیسے مطاف (بیت اللہ کا طواف کرنے کی جگہ) کے کنارے ایک ڈاڑھی منڈا بار بار الحمدللہ! کہتے ہوئے زار و قطار روتا چلا جا رہا تھا، اتنا رو رہا تھا کہ کچھ نہ پوچھیں اور صورت دیکھیں تو اس پر اللہ کی لعنت برس رہی ہے، الغرض جو جتنا بڑا باغی ہوتا ہے وہ اللہ کو دھوکا دینے کے لئے اتنا ہی زیادہ روتا ہے جب بات ڈاڑھی منڈانے کٹانے کی چل پڑی تو ایک قصہ اور سن لیں۔ اگرچہ میں نے بیان کے شروع میں کہا تھا کہ آج صرف ایک ہی بات کہوں گا یعنی پستی کا واحد سبب اور اس کا علاج بتاؤں گا مگر یہ جو درمیان میں قصے شروع ہو گئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بیان کرتے ہوئے بات میرے اختیار میں نہیں رہتی، میرا اللہ جو کہلوانا چاہتا ہے بس ادھر ہی کو موڑ دیتا ہے، اسی طرف ذہن کے راستے کھول دیتا ہے۔

کچھ نہ ہم کو علم رستے کا نہ منزل کی خبر
جارہے ہیں جس طرف ہم کو لئے جاتا ہے دل

بیان سے پہلے دعاء ہوجاتی ہے کہ یااللہ! تیرے علم میں امت کے لئے جو باتیں نافع ہوں وہ کہلوادے، اپنا دل اور زبان اللہ کے سپرد کرکے بیان شروع کرتا ہوں اس لئے بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کہنے کا ارادہ کچھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیان کی باگ کسی اور ہی جانب موڑ دیتے ہیں، اسی وجہ سے ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے پر ایک قصہ اور سن لیں۔

مصریوں کا ڈاڑھی منڈانا:

حج کے موقع پر ایک بار مکہ مکرمہ میں میری رہائش گاہ اور مسجد حرام کے درمیان میں کچھ مصری حجاج ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ باہر راستہ میں کرسیاں بچھا کر بیٹھے رہتے تھے آتے جاتے ان پر نظر پڑتی رہتی تھی۔ ان سب نے ڈاڑھیاں منڈوائی ہوئی تھیں صرف ایک شخص کی ڈاڑھی تھی باقی سب آلو تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان سے پوچھوں کہ جب تم حج پر آئے ہو تو تم نے ڈاڑھیاں منڈوا کر اللہ کے باغیوں جیسی صورت کیوں بنا رکھی ہے اور تم میں سے اس ایک شخص کی ڈاڑھی کیسے رہ گئی؟ اگرچہ میں یہ بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن میں نے بہت صبر کیا ایک دو بار گزرنا ہوتا تو میں صبر کر بھی لیتا بار بار گذرنا ہوتا جب بھی گذرتا وہ وہیں راستے میں بیٹھے گپ بازی کرتے رہتے تھے شاید طواف وغیرہ کے لئے بھی کم ہی جاتے تھے۔ میں جب بھی گذرتا دل میں تقاضا پیدا ہوتا کہ ان سے پوچھوں لیکن صبر کر لیتا بالآخر ایک بار میں نے سوچا کہ پوچھ ہی لینا چاہئے ورنہ عمر بھر یہ بات دل میں رہے گی کہ میں نے [illegible] سے کیوں نہ پوچھا؟ میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا السلام علیکم، انہو[illegible] نے جواب میں کہا وعلیکم السلام۔ اگرچہ ان کی شکل وشباہت سے مجھے پتہ چل گیا [illegible] کہ یہ مص[illegible] لیکن ویسے ہی ذرا مانوس کرنے کے لئے میں نے پوچھا:

﴿من ای بلا دانتم؟﴾

آپ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا: ''من مَصر'' ہم مصر کے رہنے والے ہیں۔ وہ لوگ مصر کو مَصر کہتے ہیں۔ میں نے خطاب اس شخص سے کیا جس کے ڈاڑھی تھی، جس کی صورت مسلمانوں جیسی تھی۔ اس زمانے میں سارے مصری ڈاڑھی منڈاتے تھے، مرد ڈاڑھیاں منڈواتے اور عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں، سارے ہی برابر، سارے ہی مخنث بنے رہتے۔ مجھے تعجب اس پر تھا کہ مصری ہوکر اس نے ڈاڑھی کیسے رکھ لی؟ اتنی مرغیوں میں یہ ایک مرغا کہاں سے آ گیا؟ جب میں نے اس سے خطاب کیا اور اس نے جواب دیا تو فوراً بلا سوچے سمجھے میری زبان سے نکلا:

﴿کیف بقیت لک لحیة وانت مصری؟﴾

''ارے مصری ہوکر تیری ڈاڑھی کیسے رہ گئی؟''

اس نے تو کوئی جواب نہ دیا اس کے پاس بیٹھا دوسرا شخص، ''مرغی'' اس نے ہاتھ سے قینچی کا اشارہ کیا مطلب یہ تھا کہ آپ بھی ڈاڑھی منڈوا دیں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ مجھے غیرت آ گئی میں نے اسے اتنا ڈانٹا اتنا ڈانٹا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ جب زیادہ ڈانٹ شروع ہوگئی تو انہوں نے سوچا کہ آگے کہیں بجانا نہ شروع کر دے اس لئے انہوں نے مجھے ایک کرسی دے دی بیٹھ کر بات کیجئے۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو میں ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں کہ اگر چلتے چلتے غصہ آ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ٹھہر جائیں، کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں، بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں، اس قاعدے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے مجھے کرسی دے دی کہ بیٹھ کر بات کریں میں نے انہیں ایرانی اور دلی کے شاعر کا قصہ سنایا۔

دلی میں ایک شاعر رہتے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت ہی دلسوز نعتیں کہتے تھے ویسے ہی جیسے آج کا مسلمان کہتا ہے ''نعرۂ رسالت'' مر گئے یا رسول اللہ! تیرے عشق میں مر گئے اور صورت دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ اس

کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے۔
ڈاڑھی منڈا کر پوری دنیا کو دکھا رہا ہے کہ اس کے دل میں نفرت ہے نفرت۔ اور نعرے دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کے عشق رسول میں مرا جا رہا ہے ع

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

وہ دلی کا شاعر بھی آج کل کے مسلمان جیسا، بدوی جیسا عاشق تھا کہ دل میں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت تھی اور نعتیہ اشعار ایسے کہتا گویا کہ عشق رسول میں مرا ہی جا رہا ہے اس کی ایک پر درد فارسی نعت ایران میں کسی مسلمان نے دیکھی۔ اس نے سمجھا کہ یہ تو کوی بہت بڑا ولی اللہ، بہت ہی بڑا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کی زیارت کے لئے دلی پہنچا۔ جب اس شاعر کے مکان پر پہنچا تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ حجام کی دکان پر گیا ہوا ہے۔ پہلے زمانے میں ڈاڑھیاں منڈانے کے لئے گھروں میں پھاوڑے نہیں ہوتے تھے، حجام سے جا کر منڈواتے تھے۔ یہ شخص حجام کی دکان پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ڈاڑھی منڈوا رہا ہے ایرانی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ یا اللہ! میں تو اسے بڑا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ رہا تھا مگر اس کے دل میں تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے یہ عاشق کہاں سے آ گیا۔ ایرانی نے کہا:

"آغا ریش می تراشی؟"

"ارے! تو ڈاڑھی منڈا رہا ہے"۔

اس شاعر نے جواب میں کہا:

"بلے! ریش می تراشم و لے دلے کسی نمی خراشم"

"ہاں ہاں ڈاڑھی منڈا رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا"۔

یہ بالکل ویسا ہی جواب ہے جیسا آج کل کے مسلمان دیتے ہیں۔ اگر آج کل کے کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تو فلاں گناہ کیوں کرتا ہے تو نے کافروں،

عیسائیوں، یہودیوں جیسی صورت کیوں بنا رکھی ہے؟ تو یہ جواب دیتا ہے کہ ایمان تو دل میں ہوتا ہے دل میں، ظاہر کا کیا اعتبار۔ یہ ویسا ہی قصہ ہے جیسے ایک شخص نے بنجر زمین کے بارے میں کہا تھا کہ یہ اندر سے زرخیز ہے، حالانکہ تھی وہ بنجر۔ یہ قصہ بھی سن لیجئے:

زمین اندر سے زرخیز ہے:

ایک شخص نے اخباروں میں اپنی زرعی زمین بیچنے کے لئے یہ اشتہار دے دیا کہ ہماری زرعی زمین بہت ہی زیادہ زرخیز ہے بہت ہی زیادہ، یوں سمجھ لیجئے سونے کی چڑیا ہے۔ اشتہار دیکھ کر جو لوگ دیکھنے آئے وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ جب ہم وہاں جائیں گے تو وہاں مختلف پھلوں کے سرسبز و شاداب باغ اور لہلہاتی فصلیں ہوں گی لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں چٹیل میدان نظر آیا۔ انہوں نے مالک سے کہا کہ آپ نے تو یہ اشتہار دیا تھا کہ ہماری زمین بہت ہی زرخیز ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں بالکل صاف ہے مالک نے جواب دیا:

''یہ زمین اندر سے زرخیز ہے اندر سے۔''

انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمین کو کبھی پانی نہیں دیا گیا، ہل نہیں چلایا، تخم نہیں ڈالا جب اسے پانی دیں گے، اس میں ہل چلائیں گے، تخم ڈالیں گے، تو پھر اس کی زرخیزی ظاہر ہو گی چنانچہ انہوں نے یہ محنت بھی کر کے دیکھ لی۔ پانی دیا، ہل چلایا، تخم ڈالا اور روزانہ صبح صبح آ کر دیکھتے رہے کہ کچھ نکلا یا نہیں تو پتا چلا کہ کچھ نکلتا تو کیا جو تخم ڈالا تھا وہ بھی جل گیا۔ انہوں نے مالک سے جا کر کہا کہ اللہ کے بندے! یہ کیسی زرخیز زمین ہے کہ کچھ نکلنا تو درکنار ہم نے جو تخم ڈالے تھے وہ بھی جل گئے؟ یہ کیسی زرخیز زمین ہے؟ مالک نے پھر وہی رٹ لگائی کہ یہ اندر سے زرخیز ہے اندر سے۔ ذرا سوچیں دنیا میں احمق سے احمق حتی کہ دنیا میں پاگلوں کے سب سے بڑے ہسپتال کے پاگل نمبر ایک سے بھی اگر پوچھیں کہ

زمین زرخیز ہونے کا کیا مطلب ہے تو وہ کہے گا کہ زمین زرخیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سے کچھ نکلے۔ آج کا مسلمان سارے کے سارے دھوکے، سارے کے سارے فریب اللہ کے بارے میں کرتا ہے۔ ارے! اگر تیرے دل میں اللہ کی محبت ہوتی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو تیرے چہرے مہرے سے، تیری زبان سے، تیری چال ڈھال سے، تیرے اعمال سے، تیرے اقوال سے اس کا اثر کیوں ظاہر نہ ہوتا؟ دل میں نفرت بھری ہے اور چلا رہا ہے کہ محبت اندر ہے، ایمان اندر ہے۔ (دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ساری کی ساری بغاوت تو یہاں بھری ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ ایمان اندر ہے۔

سو اسی طرح اس نام نہاد عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر نے ایرانی کے جواب میں کہا:

''بلے! ریش می تراشم و لے دلے کسی نمی خراشم''

''ہاں ہاں! میں ڈاڑھی تو منڈواتا ہوں لیکن کسی کا دل تو نہیں دکھاتا میرا ایمان کامل ہے۔''

اس نے کہیں سے حدیث:

﴿المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده﴾

سن لی ہوگی کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ یا زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

وہ شاعر اپنے خیال میں بڑا کامل مسلمان تھا چنانچہ اس نے کہا کہ ڈاڑھی منڈالی تو کیا ہوا میں کسی کا دل تو نہیں دکھاتا۔ اب ایرانی کا جواب سنئے، ایرانی نے کہا:

''اے نادان! تو دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی''

''ارے نادان! ارے احمق! تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ تو کسی کا دل نہیں دکھاتا، تو اللہ کے حبیب، دونوں جہانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھا رہا

ہے۔ بھلا اتنا بڑا احمق بھی دنیا میں کوئی ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھائے اور کہے کہ میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا۔‘‘

میں نے دلی کے اس شاعر کا یہ قصہ بتا کر ان مصریوں سے پوچھا کہ آپ لوگ مدینہ منورہ گئے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ’’ابھی تو نہیں گئے‘‘ میں نے کہا کہ اس باغیانہ صورت میں ہرگز مت جانا اس لئے کہ یہاں بیت اللہ میں تو تم نے جتنی بغاوت کرنا تھی کرلی، آپ مطاف میں پھر پھر کر بیت اللہ کے چاروں طرف چکر لگا لگا کر اللہ تعالیٰ کو للکار رہے ہیں، اسے چیلنج دے رہے ہیں کہ یا اللہ! دیکھ لے ہم تیرے باغیوں کی صورت لے کر، تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی صورت لے کر تیرے گھر میں پہنچ گئے ہیں اور تیرے گھر کا طواف بھی کررہے ہیں بگاڑ لے ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ یہاں تو آپ جو کررہے ہیں وہ کر ہی رہے ہیں مگر مدینہ منورہ یہ صورت لیکر نہ جانا اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں اگر کوئی گستاخی کرے تو اللہ اسے جلدی عذاب نہیں دیتا جلدی گرفت نہیں ہوتی مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اگر کوئی گستاخی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مہلت نہیں دیتے، فوراً گرفت ہوتی ہے، دیر نہیں ہوتی مشہور ہے کہ کوئی ہاتھی کو چھیڑے تو بچ سکتا ہے مگر ہاتھی کے بچے کو چھیڑے تو ہاتھی کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ ایسی باغیانہ صورت لے کر مدینہ منورہ نہ جانا وہاں بھی جا کر اللہ تعالیٰ کو للکارنا شروع کردو گے کہ دیکھ لے ہم دل میں تیرے حبیب کی صورت سے نفرت لے کر پہنچ گئے ہیں کرلے جو کرسکتا ہے، تو ہمارا کیا بگاڑ لے گا؟ یہ جتنے بھی ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے والے مرد اور بے پردہ عورتیں ہیں یہ روضۂ اطہر کے سامنے کھڑے ہوکر اتنا روتے ہیں کہ نہ پوچھئے۔ اگر پہلے کبھی نہیں دیکھا تو اب جا کر دیکھ لیں۔

یہ بات لمبی ہوگئی میں یہ بتا رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس آیت میں جس کی تفصیل بیان کی جارہی ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر

فرماتے تو بہت سے مسلمان محبت کے دعوے کرنے لگتے، لہٰذا مزید وضاحت کے لئے فرمایا:

﴿وجهاد فی سبیله﴾

یہ الفاظ بڑھا کر اس پر تنبیہ فرمادی کہ اگر اس آیت میں مذکورہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں تو جہاد کیوں نہیں کرتے اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو:

﴿فتربصوا﴾

عذاب کا انتظار کرو، اگر جہاد نہیں کرو گے تو اللہ ایسا عذاب بھیجے گا کہ تمہیں تباہ کردے گا، انتظار کرو۔

عقل کا تقاضا ہے کہ جب دو محبتوں کا آپس میں مقابلہ ہو جائے تو انسان جس کی بات کو مقدم رکھے اس کے دل میں اس کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے:

﴿قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله﴾ (۳.۳۱)

اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو اللہ کے رسول کا اتباع کرو۔ ایک ایک بات میں اتباع کرو نافرمانی چھوڑ دو، چھوڑ دو، نافرمانی چھوڑ دو، جو نافرمانی نہیں چھوڑتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ منافق ہے منافق۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے بہت بڑی نافرمانی ہے ترک جہاد، اس لئے اس آیت میں فرمادیا کہ اگر تمہارے نزدیک آیت میں مذکورہ اشیاء سے کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہے تو عذاب کا انتظار کرو۔

مجاہدین قیامت تک زندہ رہیں گے:

مزید جو دو آیتیں پڑھی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ مجاہدین کی جماعت

قیامت تک زندہ رہے گی، اور عام مسلمان اگر مجاہدین بن جائیں تو ٹھیک ورنہ اللہ انہیں تباہ کر دے گا اور پھر ایسے مسلمان پیدا کرے گا جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔

سورہ محمد کا دوسرا نام سورہ قتال ہے:

سب سے آخری آیت سورہ محمد کی ہے اور سورہ محمد کا دوسرا نام سورہ قتال ہے پوری کی پوری سورت اول سے آخر تک قتال سے بھری پڑی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے:

﴿ویقول الذین اٰمنوا لو لا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ و ذکر فیھا القتال رأیت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت فاولی لھم۰﴾ (۴۷.۲۰)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جہاد کی بہت تمنائیں رکھتے تھے اور جہاد کا حکم نازل ہونے کے بہت بیتابی سے منتظر رہتے تھے مگر منافقین کا حال یہ تھا کہ جب کوئی ایسی سورت نازل ہوتی جس میں جہاد کا ذکر ہو تو وہ ایسے دیکھتے تھے جیسے ان پر غشی طاری ہو گئی ہو، مرے جا رہے ہوں۔ منافقین کی علامت بھی بتا دی کہ جہاد کے ذکر سے ان پر موت جیسی غشی طاری ہونے لگتی ہے:

﴿فاولی لھم﴾

عنقریب ان کی کمبختی آئی، اللہ تعالیٰ مجاہدین کی جماعت پیدا کریں گے جو ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو جہاد و قتال سے اتنی نفرت ہے اور اتنا ڈرتے ہیں کہ دنیا میں کہیں بھی کسی بھی قرآن میں اس کا نام سورۂ قتال نہیں لکھا جاتا، چلیں اگر سورۂ محمد نام ہی رائج ہو گیا تو یہ سوچیں کہ اگر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ہے آپ پر ایمان ہے تو آج کا مسلمان قتال کیوں نہیں کرتا؟

مسلم حکمرانوں کی غیرت ایمانیہ کا امتحان:

امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر کے جو شرارت کی ہے اس کا مقصد تمام مسلمانوں خاص کر مسلمان سربراہوں کی غیرت ایمانیہ کا امتحان لینا ہے کہ اگر یہ امریکہ کے پیچھے ہیں تو سارے سوتے رہیں گے کہ چند مجاہدین شہید ہو گئے تو کیا ہوا؟ کوئی بات نہیں اور مجاہد آ جائیں گے اور اگر ان میں ایمان کی کچھ رمق باقی ہو تو سب متحد ہو کر امریکہ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے امریکہ کے لئے جان بچانا مشکل ہو جائے گا امریکہ نے امتحان لیا ہے۔ امریکہ کو پہلے سے یقین ہے کہ افغانستان کے سوا اکثر مسلمان اور سب ممالک اسلامیہ کے حکمران اس کے پیچھے ہیں۔ اس نے اپنے اس یقین کی مزید توثیق کے لئے یہ شرارت کی ہے۔ اس بات کو زیادہ سے زیادہ سوچیں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اس کے ساتھ ساتھ وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' کی بھی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔

آخر میں دعاء کر لیں:

''یا اللہ! تیری اس رحمت کے صدقے کہ تو نے ہمیں مسلمانوں میں، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا، ہمیں پکے اور سچے مسلمان بنا دے، یا اللہ! ایسے مسلمان بنا لے جن کے اسلام کو تو قبول فرما لے، تو خود کہہ دے کہ ہاں میرے بندے تو نے لا الہ الا اللہ کا کلمہ پڑھا تھا ہم نے قبول کر لیا لا الہ الا اللہ صرف تیری زبان پر نہیں تھا بلکہ دل میں اتر گیا تھا تو خود شہادت دے، یا اللہ! ہم سب کو ایسے مسلمان بنا دے۔''

خصوصی دعائیں:

آپ سب حضرات ہو سکے تو ہر نماز کے بعد ورنہ کم از کم کسی ایک نماز کے بعد خوب دل لگا کر یہ دعائیں مانگا کریں:

''یااللہ! پوری دنیا میں اپنے بندوں پر اپنی مرضی کے مطابق صحیح حکومت قائم فرما دے پھر اس حکومت کو استحکام عطاء فرما، پوری دنیا میں کفر کی کمر توڑ دے۔

یااللہ! پوری دنیا میں تیری حکومت قائم ہو جائے اس کا صحیح طریقہ تو تیرے علم میں ہے ہم اپنے علم، اپنی دانست کے مطابق یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلم حکومتیں ہیں ان سب کے حکمرانوں کو صحیح معنی میں سچے اور پکے مسلمان بنا [illegible] ان کو اپنے اپنے ممالک میں صحیح اسلامی حکومت قائم کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

ہمارے علم میں پوری دنیا پر اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے یہ طریقہ اس لئے آسان ہے کہ جہاں جہاں مسلم حکومتیں ہیں وہ صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں اپنے اپنے علاقوں میں اسلامی حکومت جاری کر دیں تو تقریباً آدھی دنیا تو ویسے ہی اسلامی حکومت ہو گئی پھر یہ سارے متحد ہو کر کفر پر ٹوٹ پڑیں جب سارے متحد ہو کر کفر کے خلاف جہاد کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ [illegible] دب جائے گا۔ جب یہ صحیح بندے بن جائیں گے تو انہیں جہاد کی توفیق بھی ہو جائے گی، پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں تو اُمّت محمدیہ کے کارنامے دیکھ کر خوش ہو جائیں کہ واہ انہوں نے تو اقامت حکومت الٰہیہ کا کام بہت ہی آسان کر دیا۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک
ورسولک محمد
وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین
والحمدللہ رب العٰلمین

مسلم کی بیداری

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب

معرجہ آرا جہاں سارے کا سارا آج ہے محو غفلت کون کمبختی کا مارا آج ہے!
دہر میں کس قوم کو پستی گوارا آج ہے کوئی تو ہے چاند اور کوئی ستارا آج ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

یہ جو قوموں کی ترقی ہے یہ مکروزور ہے جو ہے جتنے اوج پر اتنا وہ حق سے دور ہے
تیرگی سے ماہ وانجم کی چمک محصور ہے جس کو گھیرے ہو اندھیرا وہ بھی کوئی نور ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

آجکل ظلم وستم اور شور وشر ہیں جزودیں داخل تہذیب ہیں مکروفریب اور بغض وکیں
آسماں پر اڑ رہے ہیں یوں تو اب اہل زمین وہ مگر ان ظلمتوں کو دور کر سکتے نہیں

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

جس طرف دیکھو چھڑی ہے جنگ، قتل عام ہے ہر جگہ محشر بپا ہے شور ہے کہرام ہے
کیوں نہ ہو ناحق شناسی کا یہی انجام ہے امن عالم کا جو ضامن ہے، تو بس اسلام ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

پیٹ کی خاطر سے ہے جو برسر پیکار ہے ہر جگہ محشر بپا ہے شور ہے کہرام ہے
اہل باطل سب ہیں تو حق کا علمبردار ہے تو ہی عالم کی خلافت کا بس اک حقدار ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

جس کو دیکھو لڑ رہا ہے مادمن کے واسطے کر رہا ہے جان کو قربان تن کے واسطے
سب تو ہیں شمشیرزن قوم و وطن کے واسطے تو اٹھا تلوار رب ذوالمنن کے واسطے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

مال وزر جاہ وحشم قوم و وطن زنگ ونسب آئے دن دنیا میں جھگڑے ہیں انہیں کے تو سبب
بست ذہنیت سے ناشی ہیں یہ نصب العین سب اوج اسلامی پہ لا معیار انسانی کو اب

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

اہل دنیا ہو رہے ہیں سخت بیزار حیات ایک نمونہ حشر کا ہے ان کا بازار حیات
ان کے آگے پیش کر تو اصل معیار حیات بہر خوشنودئ رب ہو تیرا ہر کار حیات

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

اب تو ہر صورت قیام امن کی ناکام ہے آگ دنیا میں لگی ہے فتنہ وشر عام ہے
چپہ چپہ پر زمیں کے جنگ خون آشام ہے گوشہ گوشہ اب جہاں کا تشنۂ اسلام ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

پھیلنا ہے چار سو اک دن اسلام کو — سچ سمجھ پیغمبر برحق کے اس پیغام کو
تو کرے پورے یقین کے ساتھ گر اس کام کو — مہدی و عیسیٰ بھی پہنچیں نصرت و اتمام کو

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ساز و ساماں دشمنوں کا سا تو گو مفقود ہے — تیرے پاس ایمان سی انمول شئی موجود ہے
پیش اعداء پھر جو ہر کوشش تری بے سود ہے — بے عمل یہ تیغ جوہر دار زنگ آلود ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

وعدۂ غلبہ ہے مؤمن کے لئے قرآن میں — پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں
ہو جو ایمان کا اثر اعضا میں دل میں جان میں — حسب قرآن سب سے اعلیٰ تو ہی پھر ہو شان میں

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

کر اوامر پر عمل مایوس تو ہاں ہاں نہ ہو — کب ہے، ممکن غیب سے پھر فتح کا سامان نہ ہو
کیا ہو تجھ پر فضل جب تو تابع فرماں نہ ہو — بن کے مؤمن بڑھ جو ہر مشکل تری آسان نہ ہو

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

مثل سابق مؤمن کامل اگر ہو جائے پھر — تابع فرمان تیرے بحر و بر ہو جائے پھر
قادر کل کی جو قدرت پر نظر ہو جائے پھر — تو جواب روبہ صفت ہے، شیر نر ہو جائے پھر

پھر مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

پھر وہی اخلاق اسلامی جو ہم میں عام ہوں
پھر ہے ناممکن ہم اپنے کام میں ناکام ہوں
جوق جوق آ آ کے خود سب داخل اسلام ہوں
اور جو مفسد ہیں وہ زیر تیغ خوں آشام ہوں

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

اب نہ وصورت نہ وہ سیرت نہ وہ اخلاق ہیں
شوق دنیا بھر کے ہیں احکام دیں بس شاق ہیں
تیرے اگلے کارنامے شہرۂ آفاق ہیں
اب سیہ کیوں یہ تیری تاریخ کے اوراق ہیں

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

رستم خفتہ ہے تو کس، بل نہیں ہے کم ترا
جاگنے کی دیر ہے پھر ہے وہی دم خم تیرا
یہ اگر ہوجائے زائل نیند کا عالم ترا
چار سو دنیا میں لہرانے لگے پرچم ترا

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

تیری بہبودی کی اک شمشیر ہی تدبیر ہے
دولت دارین دلوائے یہ وہ اکسیر ہے
خود حضور مخبر صادق کی یہ تبشیر ہے
جنت الفردوس زیر سایۂ شمشیر ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

نفع دینی دیکھ تو دنیا کی بہبودی نہ دیکھ
مرضی رب دیکھ اپنی مصلحت کوئی نہ دیکھ
خود حضور مخبر صادق کی یہ تبشیر ہے
قدرت حق پر نظر رکھ اپنی کمزوری نہ دیکھ

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

دشمنان دیں ہیں گو اکثر اور اہل دیں اقل "یغلبوا الفین" کے ہوتے جھجک ہے، بے محل
ہو اگر کچھ بھی "اعدو الهم مااستطعتم" پر عمل پھر تو کافی ہو تجھے تیرا خدائے عزوجل

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

اعتقاد واغیار کی تقلید کا دل سے نکال اس نے پنہاں کر دیئے ہیں تیرے اصلی خدوخال
کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے تیرے ماضی وحال سادگی میں رونما ہو پھر بصد جاہ وجلال

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

آب دوزی کوئی کرتا ہے ہوا بازی کوئی اسلحہ سازی کوئی کرتا ہے بم سازی کوئی
بالشیوک ہے کوئی فاشی کوئی نازی کوئی اور سب کچھ ہیں نہیں ہیں شبلیؒ ورازیؒ کوئی

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ہر طرف سے اب جہاں میں ہے، جفا تیرے لئے دوست جو تھا وہ بھی دشمن بن گیا تیرے لئے
کوئی دنیا میں نہیں اب آسرا تیرے لئے تو خدا کا ہو کہ ہو جائے خدا تیرے لئے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ہر کس وناکس کو فکر عزت وتوقیر ہے بہر تسخیر جہاں ہر کوشش وتدبیر ہے
ان دنوں سودا جہانگیری کا عالم گیر ہے تیرے سرگرم عمل ہونے میں کیوں تاخیر ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

یہ نظام دہر اب تبدیل ہونا چاہئے — اس کی اب توحید پر تشکیل ہونا چاہئے
یہ ہے ناقص اس کی اب تکمیل ہونا چاہئے — ''جاہدوا فی اللہ'' کی تعمیل ہونا چاہئے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

امن عالم کا بس اب سامان ہونا چاہئے — سب کا دستور العمل قرآن ہونا چاہئے
بس یہی دھن تجھ کو اب ہر آن ہونا چاہئے — حق کا جاری ہر جگہ فرمان ہونا چاہئے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

حشر تک قانون اسلامی بدل سکتا نہیں — یہ اگر ہو، کوئی ٹیڑھی چال چل سکتا نہیں
پھر حدود اللہ سے کوئی نکل سکتا نہیں — دہر بے بنیاد اس کے سنبھل سکتا نہیں

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ایک قانون خداوند دو عالم کے سوا — اور سب قانون ہیں مبنی بر اغراض و جفا
سب کو تو پابند قانون خداوندی بنا — بندگان حق کو بندوں کی غلامی سے چھڑا

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

امن کا ہے جو علمبردار وہ تو ہی تو ہے — کجرووں کو جو کرے ہموار وہ تو ہی تو ہے
سب کا ہے جس پر مدار کار وہ تو ہی تو ہے — فیصلہ کن جس کی ہے تلوار وہ تو ہی تو ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

اپنی اپنی سعی میں ہو ہو کے اب ناکام سب | خفیہ خفیہ آرہے ہیں جانب اسلام سب
تو جو رہبر ہو تو پھر کھل کر کریں اقدام سب | رہبری کر، چھوڑ اپنے عیش اور آرام سب

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

نغمۂ رنگیں بنا ہنگامۂ خونیں کو تو | ہاتھ سے جانے نہ دے اس موقع زریں کو تو
چار سو دنیا میں پھیلا اپنے برحق دیں کو تو | پارہ پارہ کردے باطل کے بت سنگیں کو تو

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

تیرے ہوتے بھی جہاں میں غلبۂ کفار ہو | سرنگوں پیش بتاں حق کا علمبردار ہو
تا بکے غفلت بس اب بیدار ہو بیدار ہو | لب پہ ہو اللہ اکبر، ہاتھ میں تلوار ہو

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

کود میدان عمل میں ہو کڑک کر نعرہ زن | از سر نو تازہ کر اپنی روایات کہن
پھر دکھا اپنا وہ زورِ بازوئے خیبر شکن | اور وہ اپنے خالدی تیور، حسینی بانکپن

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

رہ کے دنیا میں بلند اپنے خدا کا نام کر | جس لئے بھیجا گیا ہے تو یہاں وہ کام کر
ہے جو مسلم، کام بھی تو درخورِ اسلام کر | چار سو توحید پھیلا نور حق کو عام کر

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

شرک سوز ایسی ہو توحید وخدادانی تری پھونک ڈالے ماسوا کو شعلہ سامانی تری
کردے تابندہ جہاں کو روح نورانی تری سربسر چھا جائے سب پر ذات لاثانی تری

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

معرکوں میں جاہ ہو پیش عدو سرگرم ناز مسجدوں میں آہ ہو پیش خدا محو نیاز
اپنی اپنی جگہ پر ہوں رزم و بزم و سوز و ساز ساری دنیا کو دکھا دے اپنی شانِ امتیاز

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

سلطنت دنیا پہ کر تو، اور کر اس شان سے ہو عیاں شانِ خلافت تیری ہر ہر آن سے
ہو سیاست بھی تری ماخوذ سب قرآن سے ربط ادھر مخلوق سے ہو اور ادھر رحمان سے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

صدقِ صدیقی دکھا تو عدلِ فاروقی دکھا عفت وحلم وحیا وشرم عثمانی دکھا
حیدرِ کرار کی شیری وشہ زوری دکھا اپنے سب جوہر دکھا کر اپنی یکتائی دکھا

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ایک ہی پھر کل جہاں کا ہو امیر المؤمنین جس سے ہر مؤمن ہو وابستہ وہ رہتا ہو کہیں
طرز اسلامی پہ ہو جائے جو نظم مُسلمیں کارگر پھر کچھ نہ ہو یہ کثرتِ اعدائے دیں

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

تو سمجھ ان میری باتوں کو نہ باتیں خواب کی ۔ کیا نہیں پیش نظر تیرے مثال اصحاب کی
کر چکے ہیں وہ خلافت کیسی آب و تاب کی ۔ جس کے آگے آب تاروں کی نہ کچھ مہتاب کی

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ہے زمانہ بھر پہ حاصل حق فوقیت تجھے ۔ ہے خلیفہ حق کا تو شایاں ہے، یہ عزت تجھے
نشر حق کی چاہئے رکھنی مگر نیت تجھے ۔ مالک ارض وسما بس اس کی دے ہمت تجھے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

تجھ کو حق توفیق حق خدمت اسلام دے ۔ صدق دے ایمان کامل دے خلوص تام دے
ساری دنیا کی خلافت بھی بصد اکرام دے ۔ تجھ کو دے وہ چیز جو دونوں جہاں میں کام دے

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

حسن مطلق کا محبّ بھی تو ہے اور محبوب بھی ۔ اس کے رستہ کا ہو تو سالک بھی اور مجذوب بھی
دوست گرویدہ رہیں اعداء رہیں مرعوب بھی ۔ ہو میسر روئے پُر ہیبت بھی روئے خوب بھی

مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ دُنیا فسادات، قتل و غارت اور جان لیوا پریشانیوں کے عذاب میں کیوں گرفتار ہے؟

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافیً اِلَّا الْمُجَاھِرِیْنَ. (صحیح بخاری)

"میری پوری اُمت کو معاف کیا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی علانیہ بغاوت کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوتیں

(۱) ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا، کٹانا یا منڈانا۔ دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے نفرت تو ایمان کہاں؟

(۲) شرعی پردہ نہ کرنا۔

وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے:

(۱) چچا زاد (۲) پھوپھی زاد (۳) ماموں زاد (۴) خالہ زاد

(۵) دیور (۶) جیٹھ (۷) نندوئی (۸) بہنوئی

(۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا بھانجا

(۱۳) شوہر کا چچا (۱۴) شوہر کا ماموں (۱۵) شوہر کا پھوپھا (۱۶) شوہر کا خالو

(۳) مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا۔

(۴) بلا ضرورت کسی جاندار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، دیکھنا، رکھنا اور تصویر والی جگہ جانا۔

◎ — آج گھر گھر لڑائی اور دنگا فساد کیوں برپا ہے؟

◎ — ہماری نوجوان نسل مادر پدر آزاد، اعلیٰ اخلاقی اقدار سے عاری، بے راہ روی کی دوڑ میں تمام حدود کیوں پھلانگ چکی ہے؟

◎ — میاں بیوی، اولاد و والدین اور استاذ و شاگرد آپس میں دست و گریبان کیوں ہیں؟

◎ — ہم پر انواع و اقسام کے امراض، آفات و بلیّات اور حوادث کی بہتات کیوں ہے؟

◎ — ہر قسم کے اسبابِ راحت اور دُنیوی آسائشوں کے باوجود لوگ زندگی سے تنگ اور آمادۂ خودکشی کیوں ہیں؟

◎ — اگر آپ ان سوالوں کا جواب جاننا چاہتے ہیں ——— تو

فقیہ العصر مفتیٔ اعظم، قطب الارشاد حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد دامت برکاتہم کے مطبوعہ مواعظ کا مطالعہ کیجئے، جن کو پڑھ کر اب تک لاتعداد مسلمانوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا، اَن گنت نوجوانوں کی صورتیں سُنّتِ نبویہ کے سانچے میں ڈھل گئیں، بے شمار آوارہ گرد بے پردہ خواتین شرعی پردہ کی پابند بن گئیں اور دربدر دھکے کھانے والے پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں زائل ہو گئیں۔ یہ **مواعظ** ملک و بیرونِ ملک تقریباً بارہ مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مواعظ میں بیان کئے گئے تیر بہدف نسخے ہر مسلمان کے تمام امراض اور پریشانیوں کا شافی علاج ہیں۔ نیز مختلف موضوعات پر حضرت والا کے گراں قدر مواعظ کی کیسٹیں بھی مندرجہ ذیل پتہ پر دستیاب ہیں۔

⑤ گانا باجا سننا۔

⑥ ٹی وی دیکھنا۔

⑦ حرام کھانا جیسے بینک اور انشورنس وغیرہ کی کمائی۔

⑧ غیبت کرنا اور سننا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اُمّت کو اپنی بغاوتوں اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرما کر دنیا و آخرت کے ہر قسم کے عذاب اور ہر پریشانی سے نجات عطاء فرمائیں۔

رشید احمد

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

۲۶ رجب ۱۴۱۵ھ

ہماری چند اہم مطبوعات
کتاب گھر
ناظم آباد ۲ ۔ کراچی ۷۵۶۰۰